مجدد قرنِ ثانی

مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی مدنی

سید احمد شہید اکیڈمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

طبع اول

ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق جنوری ۲۰۱۳ء

کتاب	:	امام شافعیؒ ۔ مجدد قرن ثانی
مصنف	:	مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی مدنی
صفحات	:	۲۴۰
قیمت	:	۲۰۰/روپئے

ملنے کے پتے :

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ ☆ حرمین بکڈپو، کچھری روڈ، لکھنؤ

ناشر :

سیّد احمد شہیدؒ اکیڈمی

دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

فہرس

چوتھا باب

امام شافعیؒ کی اجتہادی شان

(۵۴-۶۲)

پانچواں باب

عراق کا دوسرا اہم سفر اور اس کے وسیع اثرات

(۶۳-۷۰)

چھٹا باب

مصر کا قیام اور علمی مشاغل

(۷۱-۸۷)

ساتواں باب

جوار رحمت میں

(۸۸-۹۷)

آٹھواں باب

امام شافعیؒ اور حضرات ائمہ ثلاثہؒ

(۹۸-۱۱۳)

نواں باب

جامع الکمالات

(۱۱۴-۱۲۴)

دسواں باب

علوم شریعت

(۱۲۵-۱۸۴)

گیارھواں باب

شانِ تجدید

(۱۸۵-۱۹۲)

بارھواں باب

مختلف علوم وفنون

(۱۹۳-۲۰۷)

تیرھواں باب

مکارم اخلاق

(۲۰۸-۲۱۷)

چودھواں باب

شخصیت کے کچھ دلکش پہلو

(۲۱۸-۲۲۰)

جہانِ حکمت

(۲۳۱-۲۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

الحمد للہ رب العالمین، و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، و علیٰ آلہ و صحبہ الغر المیامین، و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، و دعا بدعوتھم أجمعین، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید کی حفاظت خود کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون﴾ اس آیت میں قرآن مجید کا نام اس کی اہم صفت لفظ" ذکر " سے کیا ہے، یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ قرآن مجید ذکر کے اس معنی کے اعتبار سے اللہ کی یاد اور توجہ دہانی کی صفت کا حامل ہے، اور یہ توجہ دہانی رب العالمین کے حکموں پر چلنے کی طرف دینے کی ہے، اور زندگی کو اللہ رب العالمین کے حکموں پر چلانا ہی دین اسلام ہے، اس طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کردہ طریقۂ زندگی کی طرف سے توجہ دہانی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اور اس کی حفاظت پورے دین کی حفاظت بنتی ہے، اور جب اللہ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، تو یہ دین قیامت تک تبدیلی کا شکار نہیں ہوگا، جب بھی اس میں کسی تبدیلی کا خطرہ پیش آئے گا، تو اللہ تعالیٰ کسی ایک بندے یا بندوں کے ذریعہ قرآن مجید کی رہنمائی میں دین کو خطرہ سے نکالے گا۔

قرآن مجید جسے اللہ نے اپنے آخری رسول (ﷺ) پر نازل کیا، وہ تلاوت کی جانے والی وحی الٰہی ہے، اسی کے ساتھ وحی غیر متلو جو تلاوت نہیں کی جاتی، وہ بھی حضور (ﷺ) پر نازل ہوئی، اور وہ آپ کے قول و عمل کے ذریعہ سامنے آئی، وہ حدیث و سنت کہلاتی ہے، اور وہ ذکر کی صفت بھی رکھتی ہے، اس طرح حدیث و سنت رسول (ﷺ) کی بھی حفاظت کا انتظام بھی قدرت الٰہی کی طرف سے ہوا، اور دونوں کی حفاظت سے ان کے تاقیامت ہدایت کا ذریعہ ہونے کی صورت میں دین اسلام کی تکمیل بھی کر دی گئی، کیوں کہ یہ دونوں پورے دین کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں، اس طرح ان دونوں کی حفاظت دین کی حفاظت ہے، اسی کے ساتھ دین کی تکمیل بھی کر دی گئی ہے، ارشاد ہوا کہ ﴿ أليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا ﴾ تکمیل دین کے ساتھ دونوں ذریعوں کی حفاظت کے لیے رب العالمین کی طرف سے ایسے افراد پیدا فرمائے جو قرآن مجید وحدیث رسول سے حاصل کردہ مسائل واحکام کو صحیح طور پر سمجھ کر دین پر عمل کرنے والوں کو مطلوبہ معلومات مہیا کر دیں، دین کے احکام کو معلوم کرنا اور اس کو سمجھنے کی کوشش کو قرآن مجید میں "تفقه فی الدین" کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فلو لا نفر من كل فرقة طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ﴾ تفقہ فی الدین کا یہ تقاضہ دین اسلام کے اولین ماننے والے حضرات یعنی صحابہ کرام کے بعد ملت کے ممتاز ترین علماء نے بحیثیت ائمہ فقہ کے پورا کیا، کتاب وسنت کی روشنی میں انہوں نے تفقہ کا پورا حق ادا کیا اور دین وشریعت کے مسائل کو بہت غور وفکر و علمی دیانت وامانت کے ساتھ واضح کیا، اس طرح قرآن مجید میں دی ہوئی تفقہ فی الدین کے حکم کی تعمیل کی، اور اس تفقہ پر عمل کیا جس کو اختیار کرنے کو کہا گیا ہے، چنانچہ امت میں ایسے فقہاء اور علوم شریعت میں رسوخ حاصل کرنے والے لوگ اللہ نے پیدا فرمائے، جنہوں نے دین کو دین کی مکمل صورت میں واضح کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن وحدیث سے واقفیت اور قرآن وحدیث کی رہنمائی کو صحیح طور پر سمجھنے کی ایسی توفیق دی کہ وہ دین کے احکام وہدایات کو امانت ودیانت کے ساتھ

پیش کرنے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

دین کے فروعی مسائل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسب ضرورت فرق کرنے کی جو گنجائش رکھی گئی ہے، اس گنجائش کو فقہائے امت نے اپنی فقہی سمجھ کے لحاظ سے تعین کیا، اہم مسائل میں ہمارے ائمہ فقہ نے قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کیے، دین کے فروعی معاملات میں جن میں غور و تحقیق کی ضرورت تھی، ان کے سلسلہ میں ان کے درمیان اختلاف بھی ہوا، جو ان ائمہ فقہ کی اپنی علمی و دینی صلاحیت استنباط کے لحاظ سے ہوا، یہ اختلاف ناجائز اختلاف نہیں تھا، بلکہ اپنے علم و سمجھ کے لحاظ سے دی گئی استنباط کی گنجائش کے دائرہ کے اندر ہوا، جس کی گنجائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حاصل تھی، ان مستند فقہائے امت میں جن کے علمی رسوخ اور تدین اور اللہ کی خشیت اور انابت کو سب نے تسلیم کیا ہے، اور جو کہ ﴿ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ﴾ کی سچی تصویر تھے، ان فقہائے امت میں سے چار عظیم شخصیتیں زیادہ قابل تقلید قرار پائیں، اور امت کے جمہور طبقہ نے ان کی اس حیثیت کو تسلیم کیا، اور ان کے علم و تفقہ پر اعتبار کیا اور ان چار ائمہ میں سے کسی ایک کو اختیار کیا، یہ چار حضرات امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہم) تھے، ان کے علاوہ بھی کئی حضرات ہوئے، لیکن ان چاروں کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس اعتبار سے دوسروں سے زیادہ رہی، ان میں امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی تقلید کرنے والے دنیا کے بڑے حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کے بعد امام شافعیؒ کی تقلید کرتے والوں کی بھی بہت بڑی تعداد ہے، پھر امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے متبعین کی تعداد ہے، ان چاروں ائمہ کو امت اسلامیہ کی اکثریت کی طرف سے تقلید حاصل ہوئی ہے، ان کے مماثل بعض دوسرے ائمہ فقہ بھی ہیں، یہ سبھی تقویٰ اور دینی و علمی دیانت و امانت، اور تبحر علمی کے ساتھ تزکیہ میں بھی ممتاز ہوئے، اور ان کی تحقیق علمی اور تفقہ سے فائدہ اٹھانے والوں کی دینی رہبری سے امت مسلمہ کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ان ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کی تقلید کرنے والوں کی تعداد

عالم عربی میں زیادہ تر مصر وشام، حجاز کے علاقوں میں اور ہندوستان ومشرقی ایشیا کے ملکوں میں عموماً ان کے ساحلی علاقوں میں آباد ہے، اس طرح ان خطوں میں انہیں کے تحقیق کردہ احکام کو اختیار کیا جاتا ہے، اور ان کی پوری قدر دانی کی جاتی ہے، اور حضرت امام شافعیؒ کا تقویٰ وتفقہ علمی میں جو مقام ہے اس کی بناء پر وہ اسی قدر دانی اور محبت وعقیدت کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی لحاظ سے بڑی سمجھ عطا فرمائی تھی، اور علم کے ساتھ ادب میں بھی وہ بڑا خصوصی مقام رکھتے تھے، اور مختلف علوم وفنون میں بھی ان کو بڑا ادرک حاصل تھا، وہ اپنے سابق ائمہ فقہ سے دین کے فروعی احکام میں فرق رکھنے کے باوجود محبت وعقیدت رکھتے تھے، جس کا انہوں نے اظہار بھی فرمایا، ان کی شخصیت نہایت ممتاز اور معتمد ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی خوش اخلاق اور خوش مزاج خصوصیت رکھنے والی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے علمی ودینی مقام کے سلسلہ میں اردو میں خاصا کام ہوا ہے، امام شافعیؒ کا قرض اردو زبان پر باقی تھا، خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے مغربی ساحل کے علماء میں سے عزیز القدر مولانا عبد السبحان ندوی مدنی نے یہ ضرورت محسوس کی کہ انہوں نے اپنے ان امام فقہ کی شخصیت کے مختلف گوشے اور امتیازی صفات کو لوگوں کے سامنے لانے کے لیے بڑی محنت اور تحقیق سے یہ کتاب تیار کی، اور اپنی مادر علمی ''جامعہ اسلامیہ'' (بھٹکل) کے پچاس سالہ تعلیمی کانفرنس کے موقع پر پیش کی، یہ کتاب تقریباً ڈھائی سو صفحات میں مرتب ہو کر سامنے آئی، اس کے ذریعہ اس عظیم امام فقہ کی عظمت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں، جس کی ضرورت پہلے سے محسوس کی جارہی تھی، امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ دینی معلومات کے خواہاں حضرات کی معلومات میں بڑا اضافہ ہوگا، اور دین اسلام کی حفاظت کا علمی سطح سے ذریعہ بننے والوں سے واقفیت حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور نافع بنائے۔ اور مصنف کے لیے مبارک فرمائے۔ آمین!

محمد رابع حسنی ندوی
(ندوۃ العلماء، لکھنو)

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قیامت تک کے لیے بطور دین کے طے فرما دیا ہے اور اعلان کردیا ہے:﴿إن الدين عند الله الإسلام ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه﴾ اور یہ اس کی حکمت ہے کہ دین کے تحفظ کے لیے جب جب جیسے افراد کی ضرورت پڑی اللہ تعالیٰ نے امت میں وہ افراد مطلوبہ صفات کے ساتھ پیدا فرمائے، بعثت کے وقت جب قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور اس کا سلسلہ تیس سال جاری رہا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی توضیح وتشریح فرماتے رہے، اپنے مبارک اقوال سے بھی، اعمال سے بھی، جس کو ساری امت کے لیے اسوۂ حسنہ اور اسوۂ کاملہ بننا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی وہ جماعت تیار کردی جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھتی، یہ عربوں کی اس وقت بڑی خصوصیت تھی جو دنیا میں کسی قوم کو حاصل نہیں تھی کہ ان کو غیر معمولی یاداشت حاصل تھی، قدیم واقعات اور اشعار ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ان کی نوک زبان تھے، جب انھوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو ان کی قوت کا یہ خزانہ آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے نظام کے تحفظ میں تھا، اور اس کے ایک ایک نکتہ کو دماغ میں محفوظ کرنے میں صرف ہونے لگا، یہ آخری درجہ کی احتیاط تھی کہ وہ صرف معنی ہی نہیں بلکہ الفاظ کو بھی بے کم وکاست محفوظ کرنے کی کوشش کرتے تھے، اور اس میں ان کی کامیابی کی بڑی مثال یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو مکتوبات شاہان عالم کے نام تحریر فرمائے وہ ان حضرات نے اپنی یاداشت سے نقل کیے اور وہ سینہ بسینہ نقل ہوتے ہوئے احادیث کی صحیح کتابوں کی زینت بنے، عرصۂ دراز کے بعد جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصل مکتوبات مختلف

جگہوں سے حاصل ہوئے اور کتابوں میں نقل شدہ ان مکتوبات کو ان اصل مکتوبات سے ملا کر دیکھا گیا تو ان میں الفاظ بھی ہو بہو وہی تھے جو اصل مکتوبات میں تھے، یہ ان کی قوت حفظ کی ایک مثال ہے جس سے اس کو ہر خاص و عام سمجھ سکتا ہے، پھر صحابہؓ کے بعد بھی جب تک یہ علم حدیث سینوں سے سفینوں میں منتقل نہیں ہوا، ان کی یادداشت کے ایسے واقعات ملتے ہیں جن کو سوائے فیصلۂ الٰہی کے اور کسی چیز سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، حدیث کے سب سے بڑے راوی حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں جو بات میرے کان میں پڑ جاتی ہے وہ نکلتی ہی نہیں، اس لیے میں بازاروں میں سے گزرتا ہوں تو کان میں روئی لگا لیتا ہوں۔ اور اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ ایک محدث کا یہ ہے کہ وہ اپنی طالب علمی کے دور میں مسجد نبوی میں تشریف لائے، اس وقت وہاں دو درس ہو رہے تھے، ان کو خیال ہوا کہ ایک درس میں بیٹھ جائیں گے تو دوسرے محدث کی حدیثیں رہ جائیں گی، چنانچہ وہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی روایتیں بیک وقت سنتے جاتے تھے اور دماغ میں محفوظ کرتے جاتے تھے، جب دونوں کے درس ختم ہوئے اور انھوں نے یکے بعد دیگرے دونوں کے شاگردوں سے یاد رکھی ہوئی حدیثوں کا مذاکرہ کیا، تو الفاظ کا بھی فرق نہیں تھا، یہ محض اللہ کی توفیق اور آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک بڑا معجزہ تھا، اور یہ بات ایک دو یا چند محدثین تک محدود نہیں تھیں بلکہ اللہ نے اس کے لیے سیل رواں کی طرح اتنی بڑی تعداد کو کھڑا کر دیا جس نے حدیث کی تحقیق و تفتیش کے لیے مشرق سے مغرب تک کا کونہ کونہ چھان مارا، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ محفوظ ہو گیا۔

دوسرا مرحلہ ان حدیثوں سے ان مسائل کے استنباط واستخراج کا تھا جن سے امت کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اور تمام حدیثوں کو سامنے رکھ کر تطبیق و توفیق کا کام، ناسخ ومنسوخ کی پہچان، پھر راجح و مرجوح کی تفصیلات اور اس کا مکمل جائزہ اور ان کی روشنی میں امت کے سامنے اس کے مغز کو پیش کرنے کا اہم کام تھا، اس کے لیے زبردست ذہانت اور قوت استنباط کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دوسری صدی میں ایسے اذکیاء پیدا فرمائے جنھوں نے اپنی ذکاوت اور وسعت علم سے کلیات سے ایک ایک جزئیہ کو کھنگال کر رکھ دیا، جس کی طرف اچھے

اچھے ذہینوں کا ذہن منتقل ہونا آسان نہیں تھا، اور اس کے لیے انھوں نے اپنی جان وتن کی بازی لگادی، ان اذکیائے عالم میں نمایاں ترین نام ان چار اماموں کے ہیں جن کی فقہ اس وقت ساری دنیا میں چل رہی ہے اور امت آج تک اس سے فائدہ اٹھارہی ہے، ان چاروں اماموں میں پہلے امام ابوحنیفہؒ ہیں، ان کی ذہانت کا حال یہ تھا کہ امام مالکؒ نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کردیں۔ اور ان کی احتیاط کا عالم یہ تھا کہ ایک ایک مسئلہ کے استنباط کے لیے باقاعدہ مجلس مذاکرہ منعقد فرماتے، اس میں کبار علماء جمع ہوتے، احادیث پیش کی جاتی، مسئلہ پر غور وخوض ہوتا، جس رائے پر اتفاق ہوتا وہ اختیار کی جاتی، ان کے اسی تفقہ اور علمی شان کا نتیجہ تھا کہ اکثر علماء نے اس حدیث کا ان کو مصداق قرار دیا کہ: "لو کان العلم بالثریا لنا لہٗ رجل من رجال فارس" (علم اگر ثریا کے پاس بھی ہوگا تو فارس کے رہنے والوں میں ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا۔)

ان اماموں میں دوسرے امام مالکؒ ہیں جن کے بارے میں سب متفق ہیں کہ وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس مبارک کے مصداق ہیں کہ لوگ علم کی تلاش میں دور دراز علاقوں کا سفر کریں گے لیکن انھیں مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہیں ملے گا۔

ان میں تیسرے امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ ہیں، جنھوں نے دونوں اپنے پیشرو اماموں سے بلاواسطہ یا بالواسطہ فائدہ اٹھایا، اور چوتھے امام احمد ابن حنبلؒ کے استاذ ہوئے، اس طرح ان چاروں اماموں کا شجرہ علمی ایک دوسرے سے مربوط ہے، ذیل میں اس کا نقشہ دیا جارہا ہے:
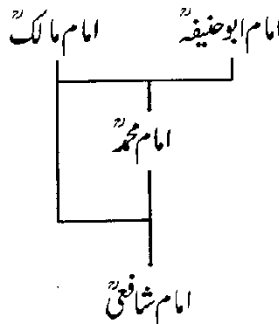
امام مالکؒ تو امام شافعیؒ کے محبوب ترین اساتذہ میں ہیں، امام ابوحنیفہؒ ان کے استاذ الاساتذہ ہیں، اوران کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:

"الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة" اور خود امام شافعیؒ کی احتیاط کا عالم یہ تھا کہ اپنے محبوب شاگرد امام احمدؒ سے فرماتے تھے، اگر تمہیں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو ضرور مجھے اطلاع کرنا تاکہ میں اس کی روشنی میں اپنی رائے قائم کروں۔ اور یہ بھی ان کے تقوی اور غایت درجہ احتیاط کی بات ہے کہ مصر کے آخری قیام کے دوران احادیث صحیحہ کے پیش نظر انھوں نے اپنی آراء تبدیل فرمائیں اور فقہ شافعی کی یہ مستقل ایک اصطلاح بن گئی کہ ان کے قیام مصر کی اراء کو "قول جدید" کہا جانے لگا۔

دور اول حفظ حدیث کا تھا اور امت کو اس کی ضرورت تھی کہ آپ ﷺ کی ایک ایک بات محفوظ رہے، اور یہ دوسرا دور استنباط و استخراج مسائل کا تھا، احادیث کے محفوظ ہو جانے کے بعد یہ امت کی سب سے بڑی ضرورت تھی کہ مملکت اسلامیہ کے حدود وسیع سے وسیع تر ہو رہے تھے، نئی نئی قومیں دین میں داخل ہو رہی تھیں، نت نئے مسائل کا امت کو سامنا تھا، اس کی بڑی ضرورت تھی کہ احادیث کے روشنی میں ان مسائل کا حل پیش کیا جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تحفظ دین و شریعت کے وعدہ کی تکمیل تھی کہ پہلے مرحلہ پر اللہ نے غیر معمولی قوت حفظ کرنے والوں کا ایک سیل رواں پیدا فرمادیا، اور دوسرے دور کے لیے ایسے ذہین اور نکتہ رس افراد پیدا فرمائے جنہوں نے ایک ایک حدیث سے بیسوں مسائل نکالے اور نئے نئے مسائل کا امت کے سامنے حل پیش کر دیا، اس کے دسیوں نہیں سیکڑوں واقعات ہیں جن کو پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس طرح حفظ حدیث کے غیر معمولی واقعات پیش آئے، اسی طرح استنباط و استخراج کے بھی ایسے غیر معمولی واقعات سامنے آئے ہیں جن کو سوائے حکمت ربانی اور معجزہ نبوی کے کسی اور چیز سے تعبیر کرنا مشکل ہے، خود حضرت امام شافعیؒ کا یہ واقعہ اس کی بہترین مثال ہے جو امام ذہبیؒ نے "تذکرہ" میں نقل فرمایا ہے:

امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ کے گھر آئے، امام صاحب کے بچے کہتے ہیں کہ

ہم دیکھتے تھے کہ ہمارے والد ہر نماز کے بعد امام شافعیؒ کے لیے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''اے اللہ! محمد بن ادریس کو زندہ رکھ، قائم رکھ، ان کی عمر میں برکت دے''۔ایک مرتبہ بچوں نے پوچھا کہ ابا جان! آپ کس کے لیے دعا کرتے ہیں اور کیوں؟ انہوں نے کہا ''یَابُنَيَّ! إِنَّهُ کَالشَّمْسِ لِلدُّنْیَا وَالْعَافِیَةِ لِلْبَدَنِ ''.ایک مرتبہ لطیفہ یہ پیش آیا کہ امام شافعیؒ تشریف لے آئے، تو گھر والوں نے سمجھا کہ گھر بیٹھے دولت ملی، بڑی خاطر مدارات کی اور رات کو جب وہ کھانا کھا کے اور باتیں کرکے بستر پر لیٹے، تو بچوں نے سوچا کہ والد صاحب بڑا وقت عبادت میں گزارتے ہیں، یہ تو ہمارے والد کے بھی استاد ہیں، ان کی تو پلک بھی نہیں لگے گی، رات بھر عبادت کریں گے، چنانچہ انہوں نے لوٹا بھر کر رکھ دیا کہ رات کو اٹھیں گے، وضو کریں گے، عبادت میں مشغول ہو جائیں گے، لیکن وہ صبح تک سوتے رہے، یہاں تک کہ امام احمد بن حنبلؒ آئے اور انہوں نے اٹھایا، وہ اٹھے اور بے وضو کیے ہی نماز پڑھنے چلے گئے، اب تو ان کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ یا اللہ! قصہ کیا ہے؟ لوٹا دیکھا تو ویسا کا ویسا بھرا رکھا ہے، بڑی حیرت کہ انہوں نے بے وضو نماز پڑھی، اس زمانے میں اعتراض کرنے کا رواج نہیں تھا، جب وہ مجلس میں آکر بیٹھے تو امام احمد بن حنبل سے امام شافعیؒ نے کہا کہ ابو عبداللہ !رات کو عجیب واقعہ پیش آیا، جب تم مجھے لٹا کر گئے تو فلاں حدیث کی طرف ذہن چلا گیا، میں نے اس سے مسائل استنباط کرنے شروع کیے، رات بھر مسائل استنباط کرتا رہا، مسائل کی ایک بڑی تعداد بیان کرکے فرمایا کہ اتنے مسائل استنباط کر چکا تھا کہ صبح ہوگئی۔

اس سے ایک طرف امام احمدؒ کی عقیدت ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف امام شافعیؒ کی عبقریت وذہانت اور پھر للّٰہیت اور امت کے لیے فکرمندی بھی جلوہ گر ہوتی ہے۔

امام شافعی کو ائمۂ اربعہ میں ''واسطة العقد'' کہا جا سکتا ہے کہ ایک طرف امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں تو امام احمدؒ کے محبوب استاد، خاندانی اعتبار سے ائمہ اکرام سے وہ تنہا ہیں جن کو آنحضرت (ﷺ) سے قرابت خاندانی حاصل ہے۔علم عربیت میں ان کی شان ائمہ فقہ میں خاص طور پر بہت بلند ہے، انھوں نے احادیث کے لفظ لفظ پر غور کیا ہے اور ان کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا ہے پھر ان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ فقہ

حنفی وفقہ مالکی کے جامع ہیں، دونوں کا انھوں نے مطالعہ کیا ہے اور ان سے استفادہ کیا ہے۔

اس کی بڑی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اردو میں امام صاحب پر کوئی بھرپور کتاب تیار کی جائے، ہمارے دیار میں یہ بڑی کمی تھی جو عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی، یہ مقام مسرت ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی نے یہ ضرورت سعادت سمجھ کر پوری کی، انہوں نے بھٹکل میں رہ کر فقہ شافعی کی تعلیم مکمل کی پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں فقہ حنفی سے بھی استفادہ کیا، پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں فقہ مقارن کا باقاعدہ مطالعہ کیا، اس فقہی ذوق کے ساتھ وہ علوم قرآن اور علوم حدیث کا بھی خاص ذوق رکھنے والے عالم ہیں، قرآن مجید کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا ہے، اور ان کے نکتہ رس ذہن نے بہت کچھ اس سے حاصل کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ معتدل فکر اور دعوتی مزاج بھی رکھتے ہیں اور ایک بلند پایہ خطیب بھی ہیں، امام شافعیؒ سے طبعی طور پر ان کو محبت وعقیدت ہے، یقیناً ان کے قلم سے نکلی ہوئی یہ کتاب مفید تر ہوگی اور ہر طبقہ کے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

بلال عبدالحی حسنی ندوی
دار عرفات تکیہ کلاں، رائے بریلی

عرض حال

الحمد للّٰہ رب العالمین ،والصلاۃ والسلام علیٰ جمیع الا نبیاء
والمرسلین ،وعلیٰ خاتم النبیین سیدنا ونبینا محمد وعلیٰ آلہ
وأصحابہ أجمعین ۔ أما بعد !

جوسدابہار شخصیات تاریخ کے ہر دور میں مقبولیت ومحبوبیت کی انتہاء پر رہی ہیں ، ان میں ایک انتہائی نمایاں نام امام شافعیؒ کا ہے، جن پر بلاشبہ پوری امت ناز کرسکتی ہے، آپ ہی کی ہشت پہل شخصیت کا ایک خاکہ اس کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، شخصیت کی عظمت اور کارناموں کی وسعت کے سامنے یہ کتاب ایک تعارف کی سی حیثیت رکھتی ہے، گویا ایک سدابہار چمن کے کچھ پھول چن لیے گئے ہیں تاکہ ان کی مہک سے اصل گلستاں کا ایک ہلکا سا اندازہ قائم کیا جاسکے۔

جنوبی ہندوستان کی مغربی ساحلی پٹی پر وہ حضرات بکثرت آباد ہیں جو اسلام کے اولین داعیوں کی اولاد واحفاد ہیں اور دینی دعوت کا جذبہ لے کر ہی ان کے آباء ہندوستان کی سرزمین پر وارد ہوے تھے، اس لیے ان ہی حضرات کے قدوم میمنت لزوم کی برکتیں ہیں کہ ایک خاص قسم کی دینی فضا آج تک چلی آرہی ہے، اور لوگوں میں دین کے تعلق سے ایک جذباتی وابستگی کی کیفیت اب بھی نظر آتی ہے، اس پوری ساحلی پٹی پر امام شافعیؒ کا مسلک رائج ہے، چونکہ امام شافعیؒ حضرات ائمہ اربعہ میں تنہا ایسی شخصیت ہیں جو نسباً ووطناً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سب سے زیادہ قریب ہیں ، اس لیے یہاں جو قدیم عرب حضرات تشریف

لائے وہ بھی مسلکاً شافعی ہی تھے، بالخصوص امام شافعیؒ کے دور کے بعد جو حضرات یہاں آ بسے وہ پہلے ہی سے شافعی المسلک تھے اور جن حضرات کا آپ کے دور سے قبل آنا ہوا وہ بعد والوں کے تاثر سے خود بھی اسی مسلک کے حامل بن گئے ہوں گے۔

میں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ اللہ کے فضل وکرم سے دیندار گھرانہ تھا، اس لیے بچپن ہی سے کان اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک ناموں سے آشنا تھے، چونکہ مسلکاً امام شافعیؒ کی طرف انتساب تھا اس لیے اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرات خلفاء راشدین اور حضرات اہل بیت بالخصوص حضرات حسنین کے بعد جس شخصیت کا نام بہت زیادہ سنتے چلے آئے وہ بلاشبہ امام شافعیؒ کی ذات والا صفات تھی، بچپن بلکہ دورِ طفولت کے معصوم و پاکیزہ جذبات کے ساتھ یہ نام اس طرح گھل مل گیا کہ جب بھی آپ کا نام آتا دل میں محبت وعقیدت کی لہر ضرور اٹھتی، حالانکہ اس وقت کچھ شعور نہیں تھا، اللہ رب العزت کے فضل سے تعلیم کے لیے دینی میدان کا انتخاب ہوا تو لاشعوری طور پر ذہن میں جس ہستی کے ساتھ محبت وعقیدت کے جذبات تھے اسی شخصیت کے ساتھ شعوری طور پر بھی وہی کیفیت برقرار رہی بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہی ہوا۔

امام شافعیؒ کے تعلق سے اردو میں خاطر خواہ کام نہیں ہوا، اس لیے کہ برِّصغیر ہند وپاک میں مسلک شافعیؒ سے وابستہ حضرات بہت تھوڑے ہیں، اس لیے یہاں اس کی ضرورت سمجھی نہیں گئی، پھر بھی ذہن میں اس کا خیال ہمیشہ رہا کہ کوئی ایسی چیز لوگوں کے سامنے بالخصوص حضرات شوافع کے سامنے ضرور رہے، جس سے آپ کی مبارک شخصیت کا ایک خاکہ سامنے آئے، اور یہ بھی معلوم ہو کہ علماء اسلام میں آپ کا مقام کیا تھا اور کون سے آپ کے عظیم الشان کارنامے رہے ہیں؟ آپ کو دوسری صدی کا مجدد کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو کیا تھے؟ ذہن میں موجود خیال کو عملی شکل میں لانے کی تقریب کچھ یوں ہوئی کہ ہمارے فاضل دوست مولانا الیاس بھٹکلی ندوی نے ابھی چند ماہ قبل ایک ملاقات میں یہ کہا کہ جلد ہی انشاء اللہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا پچاس سالہ تعلیمی اجلاس منعقد ہونے والا ہے اس میں

ابناء جامعہ کی بعض نئی تصنیفات آ جائیں تو بہت اچھا رہے گا، اس سلسلہ میں کسی اہم اسلامی شخصیت پر کتابی شکل میں کوئی تحریر آ جائے تو بہت مناسب ہوگا، راقم الحروف کے ذہن میں جو خیال تھا وہی زبان پر آ گیا اور یوں اس کتاب کے لیے ایک زبردست تحریک پیدا ہوئی، اور چند مہینوں کی ٹوٹی پھوٹی کوششوں کا نتیجہ آپ حضرات کے پیش خدمت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام شافعیؒ پر لکھنا کوئی آسان کام نہیں، اور یہ کام بہت گہری بصیرت اور بہت ہی زبردست محنت کا طالب ہے، اپنی حد تک جو کوشش ہو سکتی تھی وہ کچھ کی گئی، لیکن آپ کی شخصیت اور کارناموں کا مکمل و بھرپور جائزہ لینے کے لیے یہ ضروری تھا کہ آپ کی تصنیفات کا ایک ایک حرف پڑھا جاتا، پھر اس کے بعد کچھ قلمی جسارت کی جاتی، راقم الحروف کو اس کا اعتراف ہے کہ اس طرح نہ ہو سکا، پھر بھی اس کی کوشش کی گئی ہے کہ آپ کے معاصرین اور آپ کے قابل فخر شاگردوں اور متبعین کی باتوں کی روشنی میں آپ کی شخصیت و مقام کو واضح کیا جائے، باقی اگر اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ اس کی کوشش کی جائیگی کہ اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ کے تمام علمی کارناموں کو مکمل تحقیقی انداز میں پیش کیا جائے۔

میں اپنے تمام محسنین و معاونین کا مشکور ہوں جن کی حوصلہ افزائی سے یہ کتاب کسی حد تک تکمیل کو پہنچی، بالخصوص میرے محسن و محترم دوست جناب مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی کا شکر گذار ہوں، آپ اس کتاب کی جلد از جلد تکمیل کے تعلق سے فکرمند رہے، آپ کے علاوہ جن حضرات نے کمپوزنگ میں تعاون کیا، ان میں سے ہر ایک کا میں فرداً فرداً مشکور ہوں، بالخصوص مولوی ابراہیم جامعی، استاذ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلورکا، کتاب کی ترتیب میں آپ کی جدّ وجہد بہت نمایاں ہے، مولوی رضوان ندوی بھٹکلی (نستار)، مفتی جمیل صاحب، مفتی فیاض صاحب، مفتیانِ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور اور حافظ عطاء الرحمٰن گنگولی وغیرہ، سب سے بڑھ کر عزیز القدر و القلب مولوی عبدالباسط قاضی ندوی استاذ مدرسہ مصباح العلوم گنگولی کا میں شکر گذار بلکہ احسان مند ہوں کہ جس طرح شب و روز آپ نے محنت کی اس کا اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کو بہتر سے بہتر صلہ ملے اور آپ کے تمام کاموں کو خداوند قدوس شرف قبولیت سے نوازے۔

عزیز القدر مولوی محمد نفیس خاں ندوی بھی شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں جنھوں نے کتاب کی طباعت کے لیے تگ ودو کی۔

مخدومی و معظمی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا مقدمہ بجائے خود ایک گرانقدر مضمون ہے جسے اسلامی فقہ کا ایک دلکش خلاصہ کہا جا سکتا ہے، میں اسے اپنے اوپر احسان عظیم تصور کرتا ہوں۔

اس کتاب کی تصنیف میں میری جو ساعتیں گذریں میں ان کو اپنی زندگی کے مبارک اوقات تصور کرتا ہوں، یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت امام شافعیؒ کی رنگا رنگ مجلس کی دلکش فضائیں ہیں، اور دور کسی کونے میں یہ گنہ گار بھی بیٹھا کچھ فائدہ اٹھا رہا ہے۔

میں فخر و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس تصنیف کو اپنے محترم والدین اور مادر علمی جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے نام کرتا ہوں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

عبدالسبحان ناخدا ندوی
ناخدا نشیمن؛ گنگولی (کرناٹک)
۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

ولادت اور بچپن کے حالات

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عہد

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں آنکھ کھولی، وہ علم وثقافت کی تاریخ کا ممتاز ترین دور تھا، علمی لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک طرف حجاز میں امام مالکؒ (۱) کا طوطی بول رہا تھا، مدینۃ الرسول (ﷺ) میں عالم اسلام کے کونے کونے سے لوگ کھنچ کھنچ کر آپ کے پاس آتے اور آپ کی شہرۂ آفاق کتاب 'موطأ مالک' سے فیض یاب ہو کر جاتے، جہاں ایک طرف احادیث رسول سے قلب ونگاہ کو منور کیا جاتا تو دوسری طرف فقہی معاملات کو احادیث رسول کی روشنی میں حل کرنے کا ایک خاص ذوق بھی پیدا کیا جاتا، دوسری جانب سرزمین عراق میں امام ابوحنیفہؒ (۲) اور آپ کے مایہ ناز شاگردوں کے ذریعہ فقہ اسلامی کی تدوین اپنی تکمیل کی طرف گامزن تھی، جدید مسائل کو کتاب وسنت اور قیاس کی روشنی میں حل کیا جارہا تھا،

(۱) مالك بن أنس بن مالك ابن أبي عامر، أبو عبد الله، الأصبحي المدني، شيخ الإسلام، إمام دار الهجرة، ائمۂ اربعہ میں دوسرے امام، علم حجاز کے وارث وامین، علمی وجاہت اور عظمت میں یکتائے روزگار (۹۳-۱۷۹ھ) سير أعلام النبلاء ۴۸/۸

(۲) أبو حنيفة نعمان بن ثابت بن زوطي التيمي الكوفي، ائمۂ اربعہ میں پہلے امام، شان تفقہ میں بے مثال، رأس الفقہاء، آپ کی فقہ عالم اسلام میں سب سے زیادہ پھلی پھولی اور عام ہوئی، مشہور محدث حضرت عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں: ''لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہ ہیں'' (۸۰-۱۵۰ھ) سير أعلام النبلاء ۳۲۵/۶

امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہو چکی تھی، لیکن آپ کے شاگرد پوری دل جمعی کے ساتھ اپنے محترم و محبوب استاذ کے لگائے ہوئے باغ کو سیراب کر رہے تھے۔

حجاز و عراق-علم کے دو بنیادی مرکز

علوم کے یہ دو بنیادی مرکز تھے جہاں سے علم و حکمت کے چشمے اُبل رہے تھے، اور ایک جہاں کو سیراب کر رہے تھے، ان کے علاوہ کچھ اور مراکز علم تھے جہاں سے ہزاروں تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھا رہے تھے، حجاز کا دوسرا بہت بڑا مرکز مکہ مکرمہ تھا جہاں امام وقت حضرت سفیان بن عیینہؒ (۱) نے حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسند سجا رکھی تھی، اور علم حجاز کو پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سنبھال رکھا تھا، سرزمین شام میں امام اوزاعیؒ (۲) کی گونج تھی، جو جامع الحدیث والفقہ بن کر اس پورے خطہ کی علمی قیادت فرمارہے تھے، ان ہی مراکز میں ایک مرکز مصر بھی تھا، جہاں کی علمی حکمرانی امام لیث بن سعدؒ (۳) کے ہاتھ میں تھی، اس طرح کل عالم اسلام میں حدیث و فقہ کا چرچا تھا، بنیادی طور پر دو بڑے مرکز تسلیم کیے جا چکے تھے، ایک حجاز جہاں علم حدیث کی بہار اپنے شباب پر تھی، دوسری طرف عراق تھا، جہاں علم فقہ کی گلکاریاں تھیں، مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ علمی شگفتگی اور ذہن و دماغ کی زرخیزی کا پُر بہار دور تھا، جس کے اثرات بعد کی تمام صدیوں پر پڑے، اور آج تک اس دور کے کارنامے پوری امت کے لیے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔

---

(۱) سفیان بن عیینة بن أبي عمران میمون، الهلالي الکوفي المکي، شیخ الاسلام، حافظ عصر، امام وقت، علوم حجاز کے امین (۱۰۷-۱۹۸ھ) امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: لولا سفیان و مالك لذهب علم الحجاز، (سفیان و مالک نہ ہوتے تو حجاز کا علم رخصت ہو جاتا) سیر أعلام النبلاء ۴۵۴/۸

(۲) عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعي، سرزمین شام کے قابل فخر فرزند، امام عصر، عظیم محدث وفقیہ، مجتہد مطلق، (۸۸-۱۵۷ھ)

(۳) لیث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، مصر و اطراف مصر کے سب سے بڑے عالم، امام وقت، حافظ حدیث، مجتہد مطلق (۹۴-۱۷۵ھ) امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اللیث أفقه من مالك، إلا أن أصحابه لم یقوموا به (لیث مالک سے بڑے فقیہ ہیں، لیکن آپ کے شاگرد آپ کے علم کو سنبھال نہ سکے) سیر أعلام النبلاء ۱۳۶/۸

سیاست وتمدن

سیاسی اعتبار سے دیکھیں تو یہ وہ دور تھا جب عباسی خلافت کے کھونٹے گڑ چکے تھے، اور لگ بھگ پورا عالم اسلام ان کے زیر نگیں تھا، یہی وہ نازک دور بھی تھا جب مختلف تہذیبیں اسلامی تہذیب میں ضم ہورہی تھیں، طرح طرح کے عقائد اور رجحانات نومسلم قوموں کے ذریعہ مسلمانوں میں درآرہے تھے، یونانی وعجمی فلسفہ عربی میں منتقل ہورہا تھا، متعدد غیرعربی کتابیں عباسی خلفاء کی سرپرستی میں ترجمہ کے ذریعہ عربی قالب میں ڈھل رہی تھیں۔

عباسی خلفاء ایرانیوں کی مدد سے حکومت پر قابض ہوئے تھے، اس لیے فارسی ثقافت اور تہذیب اب برابری کی سطح پر عربیت سے آنکھیں ملارہی تھی، چونکہ خوشحالی کا دور دورہ تھا اور عملی ذمہ داریوں کا بوجھ بہت کم ہوگیا تھا، اس کی وجہ سے ذہنی وعقلی معرکوں کا دروازہ بھی چوپٹ کھل چکا تھا، مناظرہ بازی قومی مزاج کا ایک حصہ بنتی جارہی تھی، عقائد اور کلامی مسائل جگہ جگہ زیر بحث لائے جارہے تھے، زبان وادب کے معرکے بھی برپا تھے، دارالخلافہ بغداد اور اس کے اطراف میں عقلی استدلال کا بازار گرم تھا، اس وقت ایک ایسی قادرالکلام شخصیت کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس کی جارہی تھی جو علم حدیث سے مکمل واقفیت کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کے کمالات سے بھی آراستہ ہو، اعلیٰ درجہ کی دینی بصیرت کے ساتھ ذہانت وفطانت میں بھی یکتائے روزگار ہو، غضب کی استدلالی قوت رکھتے ہوئے سنت رسول کے لیے آخری درجہ کی حمیت رکھتی ہو، حجاز وعراق کے علوم کی جامع ہو، امام اشافعیؒ کی ذات میں اللہ رب العزت نے وہ تمام کمالات رکھ دیے تھے جو تجدید واحیائے دین کے لیے ضروری تھے، حضرات محدثین اور فقہاء دونوں کو جس شخصیت کا انتظار تھا، آپ کی شکل میں وہ مبارک شخصیت نمودار ہوئی اور سارے عالم پر چھا گئی۔

ولادت، نام ونسب اور ابتدائی تعلیم

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے:

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس (۱) بن العباس (۲) بن عثمان (۳) بن شافع (۴) بن السائب (۵) ابن عبید (۶) بن عبد یزید (۷) بن ہاشم بن (۸) المطلب (۹) بن عبد مناف بن قصی۔ عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا نسب ایک ہو جاتا ہے۔

تمام اہل انساب کا اتفاق ہے کہ آپ قرشی الاصل ہیں، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پردادا ہاشم کے ایک بھائی مطلب بھی تھے، آپ ان ہی کی نسل سے ہیں، بنو ہاشم اور بنو مطلب ہمیشہ ایک دوسرے سے وابستہ رہے، زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں ان کی حیثیت ایک جان دو قالب کی تھی، حالانکہ ہاشم کے دو بھائی اور بھی تھے، ایک عبد شمس جن کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، دوسرے نوفل جن کی اولاد میں حضرت جبیر بن مطعم ہیں، لیکن ہاشم اور مطلب ہمیشہ ایک دوسرے سے اس طرح جڑے رہے کہ قریش میں یہ دونوں بھائی

---

(۱) آپ کے والد، یمن کے علاقہ 'قبالة' میں رہتے تھے، وہاں سے مدینہ آئے، پھر فلسطین کے مشہور عسقلان چلے گئے، اسی کا ایک حصہ 'غزة' تھا، جہاں امام شافعیؒ کی پیدائش ہوئی، امام شافعیؒ کی عمر دو سال بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ (توالی التاسیس: ۵۰)

(۲) آپ کے دادا، آپ کے بارے میں کہیں معلومات نہیں ملتی ہیں۔

(۳) آپ کے پردادا، عباسی خلافت کے بانی ابو العباس سفاح کے زمانے تک رہے ہیں، ابو العباس سفاح نے جب ذوی القربیٰ کے حصہ سے بنو مطلب کو خارج کرنا چاہا تو آپ نے پوری بات واضح کی، جس سے سفاح نے اپنا فیصلہ واپس لیا۔ (توالی التاسیس: ۴۸)

(۴) آپ صحابی رسول ہیں، بہت بچپن میں آپ نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تھا۔

(۵) امام شافعی کے جد خامس، بدر میں مشرکین کی طرف سے بنی ہاشم کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا، جنگ بدر میں قید ہوئے، اپنا فدیہ ادا کیا، پھر مشرف بہ اسلام ہوئے، اور صحابی رسول ہونے کی سعادت حاصل کی، کہا جاتا ہے کہ آپ صورت شکل میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ مشابہ تھے۔

(۶) آپ کے جد سادس، بعض حضرات نے عبید بن عبد یزید کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے: الإصابة ۳۸۵/٤، ذکر من اسمه عبد الرحمن)

(۷) آپ کے جد سابع، آپ کی والدہ شفاء بنت ہاشم بن عبد مناف تھی، کہا جاتا ہے کہ آپ کو بھی شرف صحابیت حاصل تھا، (توالی التاسیس: ۴۷)۔

(۸) یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پردادا ہاشم نہیں ہیں، بلکہ آپ کے دادا عبد المطلب کے چچازاد بھائی ہاشم ہیں۔

(۹) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پردادا ہاشم بن عبد مناف کے بھائی۔

اوران کی اولاد لگ بھگ ایک ہی سمجھی جاتی تھی۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ذوی القربی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار) میں بنو ہاشم کے شانہ بشانہ بنومطلب کو بھی شامل فرمایا تھا، اس پر حضرت عثمان اور حضرت جبیر بن مطعم نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا تھا کہ آں جناب نے بنومطلب کو بنو ہاشم کے ساتھ رکھا ہے، اس لحاظ سے تو (۱) بنوعبد شمس اور بنونوفل بھی وہی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے کہ یہ بھی ہاشم کے بھائی ہیں، جس طرح مُطلب بھائی ہیں۔ اس کے جواب میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: 'إنما بنو هاشم و بنو المطلب شيء واحد هكذا'، و شبك بين أصابعه، (بنو ہاشم اور بنومطلب تو بالکل ایک ہیں) راوی کہتے ہیں کہ (آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر دیں اور بتایا کہ اس طرح دونوں ایک ہیں) (۲) ایک اور روایت میں اس کا اضافہ ہے: لانفترق في الجاهلية و الإسلام، (۳) (ہم نہ جاہلیت میں الگ تھے، نہ اسلام میں ہمیں الگ کر کے دیکھا جا سکتا ہے)۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس مبارک ارشاد کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرد خاندان ہیں، ائمۂ اربعہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ موہوب شرف حاصل تھا، خود آپ کا مسلک بھی یہی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر زکاۃ جو حرام ہے، اس سے مراد بنو ہاشم اور بنومطلب ہیں۔ (۴)

والدہ محترمہ

آپ کی والدہ محترمہ کا تعلق بنو ازد سے تھا، یہ یمن کا خالص عربی قبیلہ تھا، حضرات

(۱) حضرت عثمان عبد شمس کی اولاد میں اور حضرت جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں تھے، مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

(۲) صحيح البخاري، باب غزوة خيبر، رقم الباب ۳۸، ۱۲۴/۱۴، باب مناقب قريش رقم ۲، ۲۲۵/۱۲، (المكتبة الشاملة) مسند الشافعي، كتاب قسم الفيء: ۳۲۴/۱

(۳) أبوداود، كتاب الخراج، باب في مواضع قسم الخمس، رقم الحديث: ۲۹۸۰

(۴) اسنى المطالب، ۳۹۹/۱

مؤرخین نے آنحضرت (ﷺ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: الأزد جرثومة العرب ،(۱) (قبیلہ ازد عرب کی اصل جڑ ہے)۔

بعض مؤرخین نے آپ کی والدہ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ذریت قرار دیا ہے، اور ماں کی طرف سے سلسلۂ نسب یوں بتایا ہے: أم الشافعي فاطمة بنت عبيد الله بن الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب۔(۲)

پیدائش

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی، اور وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی، اکثر مؤرخین نے آپ کی جائے پیدائش فلسطین کا شہر غزہ بتائی ہے، جبکہ بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی ولادت یمن میں ہوئی تھی، لیکن صحیح وہی ہے جو مشہور ہے، یعنی آپ کی پیدائش فلسطین کے شہر غزۃ میں ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ کی والدہ آپ کو اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ لے آئیں، جہاں آپ پروان چڑھے۔(۳)

بچپن

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ کے مبارک ماحول میں پلے بڑھے، حرم کی آغوش میں پرورش پائی، دو چیزوں کا شوق بچپن ہی سے تھا، ایک تیر اندازی کا، دوسرا تحصیل علم کا، ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد عمرو بن سواد (۴) سے فرمانے لگے: دو چیزوں میں میرا شوق انتہا کو پہنچا ہوا تھا، ایک تیر اندازی دوسرا طلب علم، تیر اندازی میں میری مہارت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ دس میں پورے دس نشانے میرے صحیح لگتے تھے، علم کے سلسلہ میں خاموش رہے، اس پر عمرو بن سواد نے کہا: علم میں تو آپ اپنی تیر اندازی سے بھی کہیں زیادہ فائق ہیں۔(۵)

(۱) المنتظم ۱۰/۱۳۵، تاریخ بغداد ۲/۵۸، تاریخ دمشق ۵۴/۲۲۳۔

(۲) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۲۳۔ (۳) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۲۷، توالی التاسیس: ص ۵۱

(۴) عمرو بن سوّاد بن الاسود بن عمرو، القرشي العامري أبو محمد المصري، امام شافعیؒ کے شاگرد، امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کے شیخ، ثقہ محدث، وفات ۲۴۵ھ (تہذیب الکمال: ۲۲/۵۸-۵۷)

(۵) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۲۸، تاریخ بغداد: ۲/۵۹، حلیۃ الاولیاء: ۹/۸۶۔

والدہ کی فکر

آپ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے، دو سال سے بھی کم عمر تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ماں کو بڑی فکر ہوئی کہ کہیں پرائے ماحول میں رہ کر بچہ اپنے نسبی و خاندانی شرافت ہی کو فراموش نہ کر دے، اس لیے آپ کو اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ لے آئیں، تاکہ وہاں آپ پروان چڑھیں، اور اپنے خاندان کی اعلیٰ صفات کے حامل بنیں، یہ نہایت دانشمندانہ فیصلہ تھا بلکہ توفیق الٰہی تھی کہ آپ کا بچپن بلد امین میں گزرا، یہ وہ مقدس جگہ تھی جہاں حج کے لیے دنیا بھر سے لوگ آیا کرتے تھے، مسجد حرام میں اپنے وقت کے جلیل القدر علماء کے درس ہوا کرتے تھے، بچپن ہی سے آپ ان حلقوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے، مرکز اسلام سے آپ کی وطنی و خاندانی نسبت، پھر اپنے وقت کے نہایت مشہور ترین علماء کی صحبت، اس پر مزید آپ کی علمی پیاس نے نہایت قلیل مدت میں آپ کو فضل و کمال کے بلند مقام پر پہنچا دیا، عالم اسلام میں اور جو علمی مراکز تھے، وہاں جانے کا شوق پیدا کیا، خاص طور پر اپنے وقت کے سب سے بڑے اسلامی مرکز یعنی مدینہ منورہ جا کر اپنے زمانے کے سب سے مشہور اور بہت بڑے عالم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی شدید خواہش پیدا کی، جو نہایت کم عمری ہی میں بتوفیق خداوندی پوری ہوئی۔

عالم اسلام کے ان دو عظیم شہروں کے عظیم علماء سے فیض صحبت نے ہر قسم کی مرعوبیت ختم کر دی تھی، خاندانی عظمت، نسبی شرافت، خداداد ذہانت، بے مثال علمی وسعت، علمائے حرمین کے فیض صحبت اور علو ہمت نے آپ کو وہ علمی جاہ و جلال عطا فرمایا تھا کہ جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں کے علمی ماحول پر چھا گئے، چاہے وہ عراق ہو یا مصر، حجاز تو خود آپ کا اپنا ہی تھا، اس لحاظ سے علم و فضل کے ان تینوں مراکز پر آپ کی شخصیت ایسی چھا گئی کہ اساطین علم حدیث ہوں یا سلاطین علم فقہ، دونوں کے آپ محبوب بنے، ائمۂ حدیث اور ائمۂ فقہ کے درمیان جو ایک خلیج سی بنتی جا رہی تھی، آپ کی مبارک ذات تھی جس نے اس خلیج کو پاٹ دیا اور یہ طبقات آپس میں جڑنے لگے، یہ آپ کا تجدیدی کارنامہ ہے جس پر کم لوگوں کی نگاہ گئی ہے، بجا طور پر آپ دونوں طبقات کی طرف سے تشکر و امتنان کے مستحق ہیں۔

تعلیم کی ابتدا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے غربت میں آنکھ کھولی، تحصیل علم کا بے پناہ شوق ہونے کے باوجود وسائل بہت کم تھے، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے، آپ نے وسائل کی کمی کو علم کی راہ میں رکاوٹ بننے نہ دیا، اس زمانہ کے عام شرفاء کی طرح آپ کی تعلیم کی ابتدا بھی حفظ قرآن سے ہوئی، سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ فرما چکے تھے، (۱) چونکہ غریب تھے، والدہ کے پاس بھی کوئی مال نہ تھا جس کے ذریعہ آپ کے استاذ کی کچھ خدمت کی جاتی، اس لیے اس کی یہ تدبیر سوچی گئی کہ استاذ کی غیر موجودگی میں آپ بقیہ طلبہ کی نگرانی کریں اور خاص توجہ کریں، گویا یہ مالی عوض کا بدل تھا، جس کے ذریعہ آپ اپنے اولین استاذ کے لیے راحت کا ذریعہ بن گئے، قدرت کی طرف سے یہ ایک انوکھا انتظام تھا، جس کی وجہ سے آپ میں بچپن ہی سے دوسروں کی رعایت اور خیر خواہی کا جذبہ پوری طاقت سے بیدار ہوا۔ تکمیل حفظ کے بعد اب باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا، کم عمری ہی میں آپ نے مسجد حرام جانا شروع کر دیا، جہاں اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء کے دروس ہوا کرتے تھے، ایک طرف حضرت سفیان بن عیینہ کا درس حدیث ہوتا، دوسری طرف فقیہ مکہ حضرت مسلم بن خالد زنجیؒ (۲) کا درس فقہ بھی ہوتا تھا، ان دو نمایاں حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سارے علماء تھے جن کے درس میں جانے کا سلسلہ بچپن ہی سے رہا۔

علمی مشاغل

حفظ قرآن کے بعد اس کا شوق پیدا ہوا کہ رسول اللہ (ﷺ) کی مبارک احادیث یاد کی جائیں، اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب 'موطا' ہر جگہ عام ہو چکی تھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دس سال کی عمر میں پوری موطأ یاد کر لی تھی۔ (۳) مکہ مکرمہ میں آپ کا

(۱) توالی التاسیس: ۵۴ (۲) ابو خالد مسلم بن خالد المخزومی الزنجی، (۱۰۰-۱۸۰ھ) فقیہ مکہ، امام شافعی کے خاص استاذ فقہ، عبادت گزار، صائم الدہر شخص تھے، سیاہ فام لوگوں کو زنجی کہا جاتا ہے، لیکن آپ گورے چٹے تھے، کھجور سے رغبت کی وجہ زنجی کہلائے، اس لیے کہ کھجور کا رنگ اکثر سیاہ ہوتا ہے۔ سیر أعلام النبلاء: ۱۷۶/۸۔ (۳) توالی التاسیس: ۵۴

گھر شعب الخیف (۱) میں تھا، وہیں سے آپ مسجد حرام میں آیا کرتے تھے، ابتدا میں کاغذ قلم کچھ نہیں تھا، شاید اس کی بھی سہولت نہ رہی ہوگی، جو سنتے یاد کرتے جاتے، بعد میں اس کا خیال آیا کہ تمام باتیں اگر لکھ کر محفوظ کر لی جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا، کاغذ میسر نہ تھا، اس لیے جہاں کہیں ہڈیاں ملتیں ان پر لکھ کر محفوظ کر لیتے، جب لکھی ہوئی چیزیں بہت ہو جاتیں تو ایک بہت بڑے مٹکے میں ان کو جمع کر دیتے، اس طرح کئی مٹکے جمع ہو گئے تھے۔ (۲) فرماتے ہیں: فلما ختمت القرآن دخلت المسجد، فكنت أجالس العلماء و أحفظ الحديث أو المسألة ۔ (۳) (جب میں نے قرآن کریم مکمل کیا تو مسجد حرام میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا، میں علماء کی مجالس میں بیٹھتا تھا، اور احادث و مسائل یاد کرتا تھا) سات سال کی عمر سے لگ بھگ پندرہ سال کی عمر تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس دوران آپ نے اپنے تمام اساتذہ کا مکمل اعتماد حاصل کر لیا، آپ کے استاد فقہ امام مسلم بن خالد زنجیؒ تو آپ سے اس قدر متاثر تھے کہ صرف پندرہ سال کی عمر میں آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی، استاذ کی نظر میں شاگرد سعید کی یہ حیثیت ہو چکی تھی کہ وہ فتوی دے، فرمانے لگے: أفت يا أبا عبد الله! فقد آن لك أن تفتي، (۴) (ابو عبداللہ! فتوی دینا شروع کرو، تمہاری فتوی دینے کی حیثیت ہو چکی ہے۔)

اس زمانہ کا سرسری جائزہ لیا جائے تو کہیں یہ نہیں ملتا ہے کہ کسی استاذ نے اپنے شاگرد کو صرف پندرہ سال کی عمر میں فتوی دینے کے لائق سمجھا ہو، یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں فتویٰ دینے کے لائق بننا انتہائی باکمال ہونے کی علامت تھی، اور مکہ مکرمہ ایسا شہر تھا جہاں بڑے بڑے فقہاء و محدثین رہا کرتے تھے، اس لیے یہ انتہائی غیر معمولی بات تھی کہ ایک پندرہ سالہ نوجوان کو وہاں کا فقیہ فقہ و فتاوی میں اس مقام کے لائق سمجھے۔

---

(۱) شُعب گھاٹی کو کہتے ہیں، خیف منیٰ سے قریب ایک جگہ کا نام ہے، یہیں شاید امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر تھا، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کئی میل طے کر کے آپ مسجد حرام میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا کرتے تھے۔

(۲) توالی التاسیس: ۵٤، آداب الشافعي و مناقبه: ۲۰، حلية الاولياء: ۸۲/۹۔

(۳) آداب الشافعي: ۲۰ (۴) آداب الشافعي: ۳۱

تاریخ عرب، ادب وشاعری کے میدان میں

نوعمری کے اس دور میں جب ایک طرف فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی جارہی تھی، تو دوسری طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خواہش ہوئی کہ صحیح اور فصیح عربی زبان پر پورا عبور حاصل کیا جائے، تاکہ کتاب وسنت کو صحیح طور پر سمجھا جائے، قبیلہ ہذیل (۱) اپنی فصاحت میں مشہور ومعروف تھا، چونکہ اس قبیلہ کی ایک شاخ مکہ کے جنوب مشرق کے اطراف میں آباد تھی، اس لیے امام شافعیؒ کے لیے یہ سہولت تھی کہ جب چاہیں وہاں جائیں اور کئی کئی دن بلکہ ہفتوں قیام کریں، اس لیے سالہا سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ قبیلہ ہذیل اور دوسرے قبائل عرب میں تشریف لے جاتے اور عربی ادب وتاریخ، ثقافت وتہذیب اور شعر وشاعری سے بھرپور واقفیت حاصل کرتے، مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہی یہ اسفار مسلسل ہوتے رہے اور آپ نے عربی زبان، تاریخ اور شاعری پر بھی عبور حاصل کرلیا، خود فرماتے ہیں: كنت أطلب الشعر و أنا صغير و أكتب، (۲) بعض تاریخی روایات میں آپ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ تقریباً ۲۰ سال تک آپ نے شعر وادب کے لیے عربی قبائل چھان مارے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیس سال کی عمر تک یہ سلسلہ رہا، یا یہ کہ بیس سال تک یہ سلسلہ جاری رہا، یعنی دوسرے علوم کی تحصیل کے ساتھ اس سے بھی دلچسپی رہی، یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ بیس سال تک آپ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر صرف قبائل عرب میں قیام فرمایا ہو، تمام حالات پر غور کرنے سے یہی بات عقلی طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں تحصیل علم کے دوران کیے جانے والے قریبی اسفار تھے، تحصیل علم آپ کے لیے نہایت مرغوب ترین چیز بن گئی تھی، آپ کے بعض قریبی رشتہ داروں نے یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ سیکھنے کا سلسلہ منقطع کرکے مال ودولت کے حصول کے لیے کوششیں کی جائیں، لیکن آپ نے اسے قبول نہیں

---

(۱) ہُذَیل: عرب کا مشہور قبیلہ جس کی فصاحت مسلم تھی، یہ قبیلہ شمال وجنوب دو حصوں میں منقسم تھا، اس کا شمالی علاقہ مکہ کے اطراف میں تھا خاص طور پر مکہ کے جنوب مشرق میں اس قبیلہ کا ایک حصہ آباد تھا۔

(۲) ترجمہ (بچپن ہی میں مجھے پڑھنا لکھنا آ گیا تھا، اور اسی وقت سے میں نے شاعری بھی حاصل کرنا شروع کی تھی (حلية الاولياء: ۸۳/۹)

کیا، فرماتے ہیں: جعلت لذتي في العلم و طلبه حتی رزق الله منه ما رزق، (۱) (میرے لیے علم اور تحصیل علم میں لذت رکھ دی گئی، یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اسی کے ذریعہ مجھے بے پناہ نوازا۔)

بچپن میں فصیح عربی اور شعروشاعری کا جوذوق پیدا ہوا، اور آپ نے شروع میں زبان و شاعری کے لیے جو شوقیہ اسفار کیے، اسی کو آپ نے بعد میں کتاب وسنت کا صحیح فہم حاصل کرنے کا ایک بنیادی ذریعہ بنایا، اور بعد کے اسفار صرف اسی غرض سے ہونے لگے، آپ کے نواسے فرماتے ہیں: ''خالص عربی زبان پر مکمل عبور حاصل کرنے کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لگ بھگ بیس سال خرچ فرمائے، ہم نے اس سلسلہ میں جب دریافت کیا تو فرمانے لگے: ''ماأردت بهذا إلا الاستعانة على الفقه''، (اس سے میری غرض یہ تھی کہ دین کی سمجھ میں (یعنی کتاب وسنت کو سمجھنے میں) اور زیادہ مدد حاصل ہو) خود فرماتے ہیں: 'میں نے عرب کے قبائل کے قبائل چھان مارے، ان کی زبان اور اشعار کو پورے طور پر حاصل کرلیا'۔ اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عرب کی تاریخ، ادب وثقافت، شعروشاعری اور واقعات و حوادث کو اپنا موضوع بناتے تو اپنے زمانے کے سب سے عظیم مؤرخ بنتے۔

قدرت کی طرف سے ہر طرح کی صلاحیتوں سے مالا مال اس نابغۂ روزگار ہستی کے لیے کوئی چیز مشکل نہ تھی، لیکن اللہ رب العزت نے نہایت عظیم کام کے لیے آپ کو پیدا کیا تھا، اور وہی کام آپ سے لیا گیا، ورنہ کبھی کبھی قبیلہ ھذیل کے اشعار سنانے پر آتے تو خوب سناتے، چونکہ آپ کی جلالت شان سے یہ چیز فروتر تھی، اس لیے یہ فرماتے: اصحاب حدیث کو یہ نہ بتانا کہیں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (۲)

پاکیزہ بچپن

آپ کا بچپن اور لڑکپن کتنا پاک وصاف تھا، اس کی گواہی آپ کے ابتدائی دور کے تمام

(۱) توالی التاسیس: ۵۳

(۲) تاریخ دمشق: ۲۲۲/۵۴-۲۲۱

اساتذہ نے دی ہے، امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ (۱) فرماتے ہیں: كان ابن عيينة و مسلم بن خالد و سعيد (۲) بن سالم و عبد المجيد (۳) بن عبد العزيز و شيوخ أهل مكة يصفون الشافعي و يعرفونه من صغره مقدما عندهم بالذكاء و العقل و الصيانة، لم يعرف له صبوة۔ (۴) (سفیان بن عیینہ ہوں یا مسلم بن خالد، سعید بن سالم ہوں یا عبدالمجید بن عبدالعزیز، سب آپ کو سراہتے تھے، بچپن کی عمر ہی سے سب آپ کو خوب جانتے تھے، آپ ان تمام کے نزدیک عقل وذہانت اور شرافت واخلاق میں بہت فائق مانے جاتے تھے، اخلاق وکردار کی کمزوری سے آپ پاک وصاف تھے۔)

(۱) حمیدی، عبداللہ بن زبیر بن عیسی، چھٹی پشت پر حمید بن زہیر کی نسبت سے حمیدی مشہور ہوئے، امام شافعی کے مشہور شاگرد اور امام بخاری کے نہایت مشہور استاذ، صحیح بخاری کی پہلی روایت آپ ہی کی سند سے ہے، فقہ وحدیث کے جامع حرم مکی کے شیخ، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک آپ مرتبہ امامت پر فائز ہیں۔ وفات: ۲۱۹یا ۲۲۰ھ۔

(۲) سعید بن سالم القداح ابو عثمان المکی، مکہ کے بڑے عالم، حضرت سفیان بن عیینہ تک نے آپ سے روایت کی ہے، حالانکہ آپ حضرت سفیان بن عیینہ سے چھوٹے ہیں، امام شافعی کے استاذ، وفات: ۹۵ھ

(۳) شیخ حرم، حافظ حدیث، عبادت وخشوع میں اپنی مثال آپ، وفات: ۲۰۶ھ (صحیح قول کے مطابق)

سير أعلام النبلاء: ٩/ ٤٣٤

(۴) توالی التاسیس: ٦٧۔
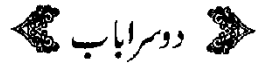
امام مالکؒ کی خدمت میں

پہلا علمی طویل سفر

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے وقت امام شافعیؒ کی عمر کیا تھی، اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں: ابن عساکرؒ (۱) نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ تیرہ سال کی عمر میں امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (۲)۔ امام ذہبیؒ (۳) نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا ہے، اور اپنا اندازہ یہ بتایا ہے کہ غالباً اس وقت آپ کی عمر ۲۳ سال کی ہو چکی تھی (۴) البتہ حافظ ابن حجرؒ (۵) نے ان روایات کا تذکرہ کیا ہے جن میں آپ کی عمر ۱۳ سال بتائی گئی ہے۔ (۶)

---

(۱) أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله الشافعي الدمشقي. ابن عساکر کے نام سے مشہور ہوئے، محدث شام اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ حدیث، تاریخ دمشق کے مصنف، جو تقریباً ۳۹ جلدوں پر مشتمل ہے۔ (۴۹۹-۵۷۱) (۲) تاریخ دمشق، ۲۴۰/۵۴ (۳) الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان أبو عبد الله شمس الدين الذهبي تركماني الأصل. مؤرخ اسلام، حافظ حدیث، محدث کبیر، شیخ الجرح والتعدیل۔ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: "إمام الوجود حفظا وذهب العصر معنى ولفظا." (حفظ کے لحاظ سے دنیا کے امام، نام بھی ذہبی تھا اور حقیقت میں بھی اپنے زمانہ کا کھرا سونا تھے) وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی۔ (۴) سير أعلام النبلاء، ۱۲/۱۰

(۵) ابن حجر، حافظ أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد العسقلاني المصري. (۷۷۳-۸۵۲) خاتمۃ الحفاظ، بے مثال محدث، محقق، ماہر علم الرجال، بخاری کی بے نظیر شرح فتح الباری کے مصنف۔ اللہ نے آپ کی کتابوں کو بڑی مقبولیت بخشی، کوئی عالم دین آپ کی تصنیفات سے بالخصوص فتح الباری سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ (۶) توالي التأسيس ۵۵-۵۶

غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت تقریباً سترہ اٹھارہ سال کی ہوگی، اس لیے کہ قبیلۂ ہذیل میں مدت اقامت سترہ سال کی تھی، یہ روایت بھی امام ابن عساکر نے بیان کی ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: "ثم إني خرجت من مكة فلزمت هذيلا في البادية أتعلم كلامها وآخذ طبعها، وكانت أفصح العرب فبقيت فيهم سبع عشرة سنة ارتحل برحلتهم وأنزل بنزولهم." (۱) (پھر میں مکہ سے نکلا اور قبیلہ ہذیل سے وابستہ ہوگیا جو عرب کے دیہات میں مقیم تھا، میں ان کی بول چال سیکھتا تھا اور ان کی طبیعت کا جائزہ لیتا تھا، یہ عرب کا فصیح ترین قبیلہ تھا، میں ان میں سترہ سال تک رہا، ان ہی کے ساتھ میرے اسفار ہوتے اور جہاں وہ پڑاؤ کرتے وہاں میں بھی مقیم ہوتا تھا۔)

یہاں سترہ سال سے مراد امام شافعی کی عمر ہوگی، اس لیے کہ مکہ کی تعلیم کے بعد اگر سترہ سال قیام مانا جائے تو اس وقت تک امام شافعی کی عمر تقریباً ۳۰-۳۲ سال ہوگی، پھر امام مالکؒ کے یہاں سفر کرنے کا امکان ہی نہیں ہے، اس لیے کہ ۱۷۹ھ میں امام مالک وفات پاگئے تھے، اس وقت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۲۹ سال تھی، امام مالک کے یہاں آپ کی حاضری قبیلہ ہذیل میں قیام کے بعد ہوئی تھی۔

بہر حال بچپن کی مکمل تعلیم مکہ مکرمہ میں حاصل کرنے کے بعد کچھ مدت تک امام شافعیؒ ان مقامات میں رہے جہاں قبیلہ ہذیل آباد تھا، یہ قبیلہ اپنی فصاحت اور زبان آوری میں نہایت مشہور تھا، زبان و ادب، شعر و شاعری اور قدیم قبائل عرب کی تاریخ و ثقافت سے یہیں آپ کو مکمل واقفیت حاصل ہوئی، جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان علوم میں (جو عربوں کے لیے سب سے زیادہ پر لطف اور نہایت درجہ دلچسپی کا باعث تھے) آپ کی دھوم مچ گئی، عربوں کی جنگیں، گزری ہوئی تاریخ، قبائل کی خصوصیات، شعر و شاعری، نسبی سلسلے، گویا عرب کی پوری تاریخ و ثقافت کے آپ حافظ ہوگئے تھے، زبان و بیان کی فصاحت اور ادبی ذوق کی بلندیوں نے اس میں چار چاند لگادیئے تھے، اس وقت بتوزبیر میں سے کسی نے آپ سے کہا:

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۳۱-۲۳۲

''ابو عبد اللہ! (یہ امام شافعی کی کنیت ہے) اتنی پیاری زبان، ایسی اعلیٰ درجہ کی فصاحت، یہ خداداد ذہانت، میرا دل دکھتا ہے جب میں آپ کو ان کاموں میں مشغول دیکھتا ہوں، آپ کے شایان شان تو تفقہ فی الدین ہے، یہ میدان آپ کا منتظر ہے، زمانہ آپ کے قدموں پر ہوگا، اس وقت امام مالکؒ حیات ہیں، وہاں جا کر اپنی پیاس بجھایئے۔''(۱)

مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف

سچے دل سے نکلی ہوئی بات اثر کر گئی، اور مدینۃ الرسول کی طرف قدم خود بخود اٹھ گئے، جہاں اپنے وقت کے امام، امام دار الہجرۃ مالک بن انسؒ حدیث وفقہ کے علم سے ایک جہاں کو سیراب کر رہے تھے، امام شافعیؒ نے مناسب سمجھا کہ حاضری ایسے انداز سے ہو کہ امام مالکؒ انس محسوس کریں اور مہربانی کے ساتھ پوری توجہ فرمائیں، اس کے لیے سب سے بہترین طریقہ یہ تھا کہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب موطأ کو اچھی طرح یاد کر لیا جائے، اس لیے مکہ ہی کے ایک شخص سے یہ کتاب عاریۃً لی اور صرف نو دنوں میں پوری موطأ یاد کر لی۔(۲)

دوسری طرف والی مکہ سے ایک خط مدینہ کے گورنر کے نام لیا تا کہ اس کے توسط سے امام مالکؒ کی خدمت میں حاضری ہو۔(۳) وجہ یہی تھی کہ امام صاحب کی پوری توجہ حاصل رہے، امام مالکؒ کو اللہ رب العزت نے بڑا وقار اور دبدبہ عطا فرمایا تھا، خود والی مدینہ بھی حاضری دیتے ہوئے ڈرتا تھا کہ کہیں کوئی بے ادبی سرزد نہ ہو، بہر حال امام شافعیؒ والی مدینہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امیر مدینہ نے امیر مکہ کا سفارشی خط پیش کیا، خط پڑھا تو فرمانے لگے(۴) سبحان اللہ! کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم بھی اب سفارشی خطوط کے ذریعہ حاصل کیا جائے گا؟ ادھر امیر مدینہ کی بولتی بند تھی، اس وقت امام شافعیؒ آگے بڑھے اور

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۳۲ (۲) بچپن میں چونکہ موطأ یاد کر لی تھی، اب دوبارہ تجدید کی ہوگی، یا بچپن میں کسی کے درس میں سن کر یاد کی ہوگی اور اس وقت پورا نسخہ من وعن حفظ کیا ہوگا۔

(۳) ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسلم بن خالد زنجی سے بھی سفارشی خط لکھوایا تھا۔(توالی التأسیس ص/۵۵)

(۴) ایک روایت یہ ہے کہ خط پڑھ کر پھینک دیا۔(توالی التأسیس ص/۵۵)

کہا، اللہ تعالیٰ جناب عالی کو رشد و ہدایت پر قائم رکھے، میرا تعلق بنو مطلب سے ہے، میرے خاص حالات یہ ہیں، جناب والا کی خدمت میں حاضری کا شوق تھا، جس کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا، امام شافعیؒ کا بیان ہے: جب میں نے اپنی بات کہی تو مجھے غور سے دیکھا، خود آپ کی نگاہ سے ہی فہم و فراست ٹپک رہی تھی، پوچھا: کیا نام ہے؟ عرض کیا محمد! فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو، گناہوں سے دور رہو، آئندہ تمہاری بڑی حیثیت ہوگی، تمہاری درخواست بخوشی منظور، کل درس میں آنا اور اپنے ساتھ کسی پڑھنے والے کو بھی لانا، میں نے عرض کیا، حضرت! میں خود براہ راست پڑھ لوں گا، دوسرے دن حاضر خدمت ہوا، کتاب ہاتھ میں تھی، بس پڑھنا شروع کیا، امام صاحب کا رعب اس قدر تھا کہ کچھ دیر پڑھ کر رک جاتا، ادھر امام صاحبؒ کو میرا لب ولہجہ، اعراب کی صحت اور پڑھنے کا انداز اس قدر پسند آیا کہ بار بار فرماتے بس پڑھتے جاؤ، اور پڑھو اور پڑھو، چند ہی دنوں میں پوری موطأ ختم کی۔ (۱)

اس طرح امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کا مکمل اعتماد حاصل کیا، آپ سے دعائیں لیں، شاگرد کا دل استاذ کی عظمت سے بھر گیا، جس میں محبت کی چاشنی بھی تھی، استاذ کے دل میں اس سعید شاگرد کی محبت گھر کر گئی جس کے ساتھ یک گونہ فخر اور بھرپور اعتماد بھی تھا، پہلی ملاقات ہی میں امام مالکؒ کا یہ فرمانا "سيكون لك شأن من الشأن" اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتا ہے، ورنہ اس وقت امام شافعیؒ کی عمر ہی کیا تھی، بس یہی اٹھارہ بیس سال۔

ایک مرتبہ جب موطأ کا درس جاری تھا اس وقت پڑھنے کے دوران امام مالکؒ نے فرمایا (شاید آپ کے تفقہ فی الدین کی صلاحیت کو بھانپ کر): "يا ابن أخي تفقه تعل، تفقه يرفعك الله بالعلم في الدنيا والآخرة، واعلم يا ابن أخي ان العلم لا يحتمل الدنس، وفقك الله، ارشدك الله، سددك الله." (۲) (میرے عزیز! دین کی سمجھ پیدا کرو، شان تفقہ پیدا کرو، تم بہت بلند ہو جاؤ گے، اللہ تمہیں علم کے ذریعہ دنیا و آخرت میں بہت اونچا اٹھائے گا، یاد رکھو بیٹے! علم کسی قسم کی آلودگی کو برداشت نہیں کرتا، اللہ کی طرف سے تمہیں ہمیشہ توفیق ملتی رہے، اللہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے اور پورے طور پر درست رکھے۔)

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۲ (۲) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۵

ایک دفعہ امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا: "ما يأتيني قرشي أفهم من هذا الفتى." (۱) (میرے پاس قبیلہ قریش کا کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو اس نوجوان سے بڑھ کر سمجھدار ہو)۔

مدینہ کے شب و روز

امام شافعیؒ نے چند ہی دنوں میں موطأ مکمل فرمالی، لیکن واپسی کا ارادہ نہیں فرمایا، امام مالکؒ کے گرویدہ ہوگئے، آپ کی فطری سعادت مندی کو یہاں جلا ملی، علم کے ساتھ آداب علم سے بھی پورے طور پر آراستہ ہوئے، علم حدیث کے ساتھ ساتھ علم فقہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور امام مالکؒ کی وفات (۱۷۹ھ) تک مدینہ ہی میں آپ کا قیام رہا، اپنے محبوب استاذ کے در پر ایک بار آئے تو پھر وہیں کے ہو رہے، آپ فرماتے ہیں: "ثم أقمت بالمدينة إلى أن توفي مالك بن أنس." (۲) (امام مالکؒ کی وفات تک میرا قیام مدینہ ہی میں رہا۔) یہ لگ بھگ دس بارہ سال کی مدت تھی جو آپ نے مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضاؤں میں بسر کی، اہل مدینہ سے طبعی و فطری محبت جن میں سب سے نمایاں امام مالکؒ کی ذات تھی، آہستہ آہستہ شرعی محبت میں ڈھلنے لگی، اور اہل مدینہ کے علم پر اعتماد بڑھنے لگا، امام مالکؒ کے علاوہ مدینہ میں اور جتنے مشائخ تھے سب سے بھرپور علم حاصل کیا، اس طرح مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ کے علم و فضل کے بھی امین بنے۔

زبیر بن بکارؒ (۳) اپنے چچا مصعب الزبیریؒ (۴) کے حوالہ سے امام شافعیؒ کے بارے میں کہتے ہیں: "فما ترك عند مالك بن أنس من العلم إلا قلّ، ولا عند شيخ من مشائخ المدينة إلا جمعه." (۵) (امام مالک کے پاس جو علم تھا سب حاصل کیا، تھوڑا بہت چھوٹ گیا ہو تو ہو، مشائخ مدینہ میں سے جس کسی کے پاس جو بھی علم تھا سب سمیٹ لیا)۔ اس طرح مدینہ منورہ کے اپنے قیام کو انتہائی بابرکت بنایا، حرم مکی کے ساتھ ساتھ حرم مدنی کی بھی دولت سمیٹی۔

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۴۴/۵۴ (۲) ایضا ۲۳۲/۵۴ (۳) زبیر بن بکار، انساب کے ماہر، احوال عرب کے بڑے عالم، مکہ کے قاضی (متوفی ۲۵۶ھ) (۴) مصعب بن عبداللہ الزبیری، تاریخ عرب کے واقف کار، ماہر انساب، باذوق عالم دین، فصیح و بلیغ۔ (متوفی ۲۳۶ھ)

(۵) الامام الشافعی / ۷٤

امام مالکؒ کی باوقار زندگی آپ کے لیے مشعل راہ بنی، فرماتے ہیں: "ما أعلم انی أخذت شيئا من الحديث أو القرآن أو النحو أو غير ذلك من الأشياء مما كنت استفيده إلا استعلمت فيه الأدب، و كان ذلك طبعي، إلى أن قدمت المدينة، فرأيت من مالك ما رأيت من هيبته و اجلاله العلم فازددت من ذلك حتى ربما كنت أكون في مجلسه فأصفح الورقة تصفحا رقيقا هيبة له لئلا يسمع وقعها." (۱) (میں نے قرآن، حدیث، نحو، یا جو بھی علم حاصل کیا، مجھے یاد نہیں میں نے کسی علم میں ادب ملحوظ نہ رکھا ہو، ادب واحترام تو میری فطرت تھی، یہاں تک کہ میرا مدینہ آنا ہوا، وہاں میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی باوقار شان دیکھی، اور علم کے احترام کی کیفیت دیکھی تو میری کیفیت میں بھی اور اضافہ ہوا، بسا اوقات میں آپ کی مجلس میں ہوتا تو ورق بھی بہت آہستگی سے الٹتا تاکہ آپ تک اس کی آواز نہ پہنچے، یہ آپ کی عظمت شان کا اثر تھا۔)

امام مالکؒ چونکہ اہل مدینہ کے عمل کو حجت تسلیم کرتے تھے، امام شافعیؒ بھی اہل مدینہ کے عمل کو بہت وقعت دیتے تھے، اور اس کا وزن تسلیم کرتے تھے، شروع میں یہ کیفیت بہت زیادہ تھی، بعد میں یہ کیفیت اس درجہ نہ رہی، لیکن اہل مدینہ کا مقام آپ کے نزدیک سب سے بلند ہی رہا، اپنے شاگرد یونس (۲) بن عبدالاعلی سے فرمایا: "ما أريد إلا نصحك، ما وجدت عليه متقدمي أهل المدينة فلا يدخل قلبك شك أنه الحق." (۳) (میں تمہیں سچی نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اہل مدینہ میں پرانے لوگ جس بات پر قائم نظر آئیں تم یقینی طور پر سمجھ لینا کہ یہ حق ہے۔)

یہی جذبہ حمیت تک پہنچ گیا تو یہاں تک فرمایا: "كل حديث جاء من العراق وليس له أصل في الحجاز فلا تقبله وإن كان صحيحا، ما أريد إلا نصحك." (۴) (یونس بن عبدالاعلی سے فرمایا: جو حدیث عراق سے آئے اور اس کی کوئی اصل حجاز میں نہ ہو

---

(۱) توالی التأسیس/۱۱۹ (۲) یونس بن عبدالاعلی الصدفی المصری، امام وقت، حافظ حدیث، متعدد نامور محدثین کے شیخ، رجال حدیث پر نظر رکھنے والے، امام شافعی کے شاگرد۔ (۱۷۰-۲۶۴) (۳) آداب الشافعی/ ۱۵۰ (۴) سير أعلام النبلاء، ۲۴/۱۰

(یعنی اہل حجاز اسے پہچانتے ہی نہ ہوں) تو اسے قبول نہ کرنا، بھلے وہ (ظاہری طور پر) صحیح ہی نظر آئے۔)

امام بیہقیؒ (۱) نے اس کی توجیہ یہ بیان کی کہ اس زمانہ میں بعض عراقی راوی ایسے بھی تھے جو بہت تدلیس کیا کرتے تھے، اسی طرح بالکل انجان روایتیں بھی وہاں سے ظاہر ہو رہی تھیں۔(۲) اس لیے امام شافعیؒ نے احتیاطاً یہ بات فرمائی، بعد میں حدیث کی چھان بین کا عمل بغیر کسی علاقائی تفریق کے بہت باریک بینی سے ہونے لگا تو آپ نے اپنے قول سے رجوع فرمایا، اور امام احمد بن حنبلؒ (۳) سے صاف صاف یہ بات ارشاد فرمائی: "أنتم أعلم بالأخبار الصحاح منا، فإذا كان خبر صحيح فاعلمني حتى اذهب إليه كوفياً كان أو بصرياً أو شامياً." (۴) (تم لوگ ہم سے بڑھ کر صحیح احادیث کو جانتے ہو، اگر کوئی صحیح حدیث ملے تو مجھے ضرور بتانا تاکہ میں اسے اپناؤں، چاہے اس کی سند کوفی ہو یا بصری یا پھر شامی ہو (حدیث صحیح ہونا کافی ہے۔)

بہر کیف امام شافعی اہل مدینہ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے، اور علمی امور میں اگر کوئی حدیث نہ ملتی تو اہل مدینہ پر نسبتاً زیادہ اعتماد فرماتے تھے، مدینہ منورہ میں گزرے ہوئے یہ ماہ و سال آپ کے ذہن میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے، یک گونہ فخر کے ساتھ اپنی نسبت حجاز کی طرف فرماتے رہے، امام مالکؒ کی وفات ہوئی تو وہاں کی علمی مجلس سونی ہوگئی اور آپ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔

---

(۱) علامہ زماں، حافظ حدیث، فقیہ، شیخ الاسلام ابوبکر احمد بن الحسين البيهقي الشافعي، (۳۸۴-۴۵۸) اللہ نے آپ کے علم میں بڑی برکت عطا فرمائی، آپ کی مشہور کتاب السنن الکبری للبیہقی اس برکت کی بین مثال ہے، جس کی روایات کی تعداد ہی ۲۲ ہزار کے قریب ہے، آپ کی اور کتابیں بھی بڑی مقبول ہوئیں۔

(۲) سير أعلام النبلاء، ۱۰/ ۲٤ حاشية /۷

(۳) احمد بن محمد بن حنبل الذهلي الشيباني البغدادي، مرجع انام، امام المسلمین، اہل سنت کی پہچان، محدث جلیل، فقیہ کبیر، ائمہ اربعہ میں چوتھے امام۔ (۱۶۱-۲۴۱)

(۴) سير أعلام النبلاء، ۱۰/ ۳۳

یمن کا سفر اور سرکاری ذمہ داری

امام مالکؒ اور اہل مدینہ سے بھرپور علم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے وطن مکہ مکرمہ تشریف لائے، طبیعت میں غیرت وخودداری بہت تھی، علم کو کسی بھی حیثیت سے متاع دنیا بنانا آپ کو قبول نہ تھا، کسی کا احسان قبول کرنا بھی گوارا نہ تھا، دوبارہ پھر فقر وفاقہ کی نوبت آگئی، فرماتے ہیں: "فإنه كان بي من الفقر والفاقة ما الله به عليم." (۱) (میں فقر وفاقہ کے جس دور سے گزر رہا تھا بس اللہ ہی جانتا ہے)۔ اپنا واقعہ کچھ یوں بیان کیا ہے:

''یمن کا والی (یا قاضی) مکہ مکرمہ آیا، میرے گھر کی حالت نہایت خستہ تھی، رشتہ داروں نے اصرار کیا کہ میں اس سے ملاقات کروں اور یمن چلا جاؤں، شاید وہاں کوئی باعزت روزگار نصیب ہو، اس طرح میرا یمن پہنچنا ہوا، وہاں بعض ریاستی ذمہ داریاں میرے حوالہ کی گئیں، جو میں نے پوری دیانت داری کے ساتھ مکمل کیں، امیر کا اعتماد اور بڑھا تو مزید ذمہ داریوں کا بوجھ لادا گیا، جو بحسن وخوبی انجام کو پہنچائی گئیں، بس ہر طرف میری قابلیت، لیاقت اور دیانت کا چرچا ہوا، خود مکہ مکرمہ میں بھی اسی کی گونج تھی، جب میں مکہ مکرمہ واپس ہوا تو وہاں کے عالم ابن ابی یحییٰ (۲) سے ملاقات ہوئی، جنھوں نے میری اس سرکاری ذمہ داری کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، اور کہنے لگے تم لوگ ایسا کرتے ہو، یہ کرتے ہو، وہ کرتے ہو، میں آپ کی مجلس سے چلا آیا اور حضرت سفیان بن عیینہؒ کی مجلس میں حاضر ہوا، آپ نے مجھ سے فرمایا: ''شافعی! تمہاری ذمہ داری کی مجھے خبر ہے، جس بہترین انداز سے تم نے اپنی ذمہ داری پوری کی مجھے سب معلوم ہے، اس میدان میں تمہاری نیک نامی سے بھی میں واقف ہوں، تم اس پر اللہ کا شکر ادا کرو، اور اپنے آپ کو علم کے لیے وقف کردو، اس سے تمہیں کہیں زیادہ نفع ہوگا، اور اللہ تمہیں بہت اونچا اٹھائے گا۔''

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے جس انداز سے اپنی بات بیان کی وہ ابن ابی یحییٰؒ کے

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۳۶ (۲) غالباً ابراهيم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی ہوں گے، مشہور شخصیت، محدث وفقیہ، محدثین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک مختلف فیہ، امام شافعی نے آپ سے روایات لی ہیں، پیدائش تقریباً ۱۰۰ھ اور وفات ۱۸۴ھ (سير الاعلام ۸/ ٤٥٠)

انداز سے بہت اچھا تھا، میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا۔(۱)

اندازہ یہی ہے کہ یہیں سے پھر امام شافعیؒ کو اپنی حقیقی قدر و قیمت کا احساس ہوا، وقت کے بہت بڑے محدث کی زبان سے نکلے ہوئے یہ کلمات نہایت پر اثر ثابت ہوئے، جوہر شناس استاذ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ امام شافعی اگر علم دین کے لیے اپنے آپ کو پورے طور پر وقف کر دیں گے تو پھر پورے عالم اسلام میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہوگا، آپ نے پھر وہ حکومتی میدان ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جو ہنگامی حالات کے تحت آپ کو اختیار کرنا پڑا تھا، اس میں بھی آپ نے عدل وانصاف، امانت و دیانت، اور خدمت خلق کی ایک روشن مثال قائم فرمائی، اور یہ ثابت کیا کہ اللہ کے سچے وفادار بندے جس میدان میں جاتے ہیں وہاں کے اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں، صدق واخلاص کے دیئے ان سے روشن ہوتے ہیں، اپنے بعد آنے والوں کے لیے وہ ایک جگمگاتی راہ چھوڑ جاتے ہیں۔

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۲۹/۵۴

عراق کا علمی وانقلابی سفر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جس کے توسط سے یمن تشریف لے گئے تھے وہ یمن کا سرکاری قاضی تھا(۱) جسے بعض مؤرخین نے یمن کا والی بتایا ہے، ورنہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق اس وقت یمن کا گورنر ایک اور شخص تھا جو بڑا ظالم تھا، ہوسکتا ہے مکہ میں آپ کی آمد گھر والوں سے ملاقات کے لیے ہوئی ہو، پھر حضرت سفیان بن عیینہ کی بات سن کر آپ نے سرکاری منصب چھوڑنے کا ارادہ کیا ہو، اور اسی نیت سے یمن آئے ہوں کہ تمام ادھورے کاموں کو نمٹا کر اچھے انداز سے اس میدان کو چھوڑ دیا جائے، لیکن اللہ کی طرف سے ایک آزمائش مقدر تھی، جس کا سامنا آپ کو کرنا پڑا، اور اسی کے نتیجہ میں عالم اسلام کے دوسرے سب سے بڑے علمی مرکز یعنی عراق آپ کا پہنچنا ہوا۔

یمن کا گورنر نہایت ظالم شخص تھا، آپ اپنے قیام یمن کے دوران اسے ظلم سے روکتے تھے بسا اوقات اپنے ہاتھ سے بھی روکنے کی کوشش کی نوبت آئی تھی، گورنر کو آپ کا وجود گوارا نہ تھا، لیکن آپ کی شخصیت کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ براہ راست کاروائی کرنے سے ڈرتا تھا، لیکن موقعہ کی تلاش میں رہتا تھا، بالآخر ایک موقعہ اسے مل ہی گیا۔

یمن میں بعض آل علی نے بغاوت برپا کرنے کا منصوبہ بنایا، گورنر نے ان کی شکائیت خلیفہ ہارون رشید سے کی، لگے ہاتھوں آپ کے بارے میں بھی غلط سلط اطلاعات پہنچائیں کہ جب تک یہ یمن میں رہیں گے یہاں کے حالات درست نہیں ہوسکتے، ہارون رشید نے

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۳۶

تمام کو پابہ زنجیر لانے کا حکم جاری کیا، اس طرح امام شافعیؒ کو بے قصور گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا گیا۔ (۱-۲)

ہارون رشید کے دربار میں

یمن سے پابہ زنجیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہارون رشید (۳) کے دربار میں پہنچائے گئے، یہ ۱۸۴ھ کی بات ہے، گویا قدرت کی طرف سے آپ کو عراق کی سرزمین پر زبردستی پہنچایا گیا، ہارون رشید کے دربار میں آپ کو لایا گیا، آپ نے خلیفہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا، اپنی بے گناہی بتائی، آپ کے انداز بیان سے خلیفہ ہارون رشید بہت متأثر ہوا، جو مجلس آپ کو قتل کرنے کے لیے منعقد کی گئی تھی وہی مجلس ماحول بدل جانے کی وجہ سے اچانک علمی مجلس بن گئی۔ (۴) خلیفہ نے پوچھا آپ علم قرآن سے واقف ہیں، آپ نے کہا قرآن کا کون سا علم معلوم کرنا چاہتے ہیں، حفظ قرآن اور تجوید وقرأت سے متعلق پوچھ رہے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں قرآن کریم کا مکمل حافظ ہوں، کہاں وقف ہوگا کہاں سے ابتدا کی جائے گی، مکی آیات کتنی ہیں اور کون کون سی، مدنی آیات کون سی ہیں، جو معلوم کرنا چاہیں معلوم کر سکتے ہیں، علوم قرآن سے متعلق اگر دریافت کر رہے ہیں تو عام، خاص، ناسخ، منسوخ جو چاہیں معلوم کر لیں۔ بھرے دربار میں خلیفۃ المسلمین اور اپنے وقت کے چیدہ وچنیدہ علماء

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۳۳

(۲) واضح رہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یمن جانے کا واقعہ تاریخ میں مختلف طرح سے بیان کیا گیا ہے، اسی طرح یمن سے بغداد پہنچنے کے واقعہ میں بھی مؤرخین کا انداز مختلف نظر آتا ہے، ہم نے دونوں طرح کے واقعات کو جمع کر کے ایک تسلسل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۳) ابو جعفر ہارون بن مہدی بن منصور العباسی الهاشمی (۱۴۸-۱۹۳) عباسی خلفاء میں سب سے مشہور وطاقتور خلیفہ، افسانوی شہرت کا حامل، اس کے دور حکومت میں مملکت کو خوب وسعت وترقی حاصل ہوئی، حکومت کی جڑیں اور مضبوط ہوئیں۔

(۴) اس سلسلہ میں بھی مختلف روایات ہیں، بعض روایات میں یہ ہے کہ امام محمد بن الحسن نے ہارون رشید کو اس کا مشورہ دیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے، یہ من گھڑت روایت ہے، جس کی تصدیق عقلی طور پر ممکن ہی نہیں، مسلکی تعصب کو ہوا دینے کے لیے شاید گھڑی گئی ہو۔

کے سامنے یہ پر اعتماد جواب آپ کی علمی وسعت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

خلیفہ نے علم فلکیات کے بارے میں پوچھا جو اس زمانہ کا جدید عصری علم تھا، آپ نے کہا اس سلسلہ میں جو دریافت کرنا چاہیں کریں جواب مل جائے گا، عربی قبائل کے نسبی سلسلوں کے بارے میں دریافت کیا گیا، آپ نے کہا مجھے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگوں کے نسب نامے معلوم ہیں، خلیفہ اس انداز ہی سے اتنا متاثر ہوا کہ کہنے لگا، مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، کہاں تو قیدی بنا کر لائے گئے تھے اور کہاں یہ کیفیت کہ اسی مجلس میں آپ سے وعظ و نصیحت کی درخواست کی جارہی ہے، آپ نے کچھ کلمات نصیحت فرمائے، جن کو سن کر خلیفہ کے آنسو نکل پڑے، اسی وقت پچاس ہزار درہم خدمت میں پیش کیے، اپنے سامنے گھوڑے پر سوار کرایا اور نہایت عزت کے ساتھ آپ دربار سے باہر آئے، دربار سے باہر آتے آتے خلیفہ کے دربانوں اور چوکیداروں میں وہ پوری رقم تقسیم فرمادی، اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ (۱)

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کو خود رقم کی ضرورت تھی، لیکن عربی سخاوت اور خاندان بنی ہاشم و بنی مطلب کی فطری فیاضی کو کون روک سکتا ہے۔

فقیہ عراق امام محمدؒ

یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سفر تھا، جو بغداد اور اس کے اطراف میں ہوا، یہیں آپ کی ملاقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد اور علمی جانشین امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (۲) سے ہوئی، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بن الحسن اور امام شافعی کے درمیان پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ تعلقات ضرور رہے ہوں گے، ہوسکتا ہے کہ امام شافعی کے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران جو دس بارہ سال پر مشتمل ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ منورہ آنا ہوا ہو، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام مالک سے موطا کا درس لیا ہے، اور تقریباً ساڑھے تین سال کی مدت مدینہ منورہ

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۳۳/۵۴

(۲) محمد بن الحسن بن فرقد ابو عبداللہ الشیبانی الکوفی (وفات ۱۸۹ھ) فقہ حنفی کے ایک بنیادی ستون، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جانشین، آپ کے بعد سرزمین عراق کے سب سے بڑے فقیہ، امام اوزاعی و امام مالک جیسے فخر روزگار اساتذہ کے شاگرد، امام شافعی جیسی عبقری شخصیت کے استاذ۔ (سیر اعلام النبوۃ ۱۳۴/۹)

میں بسر فرمائی ہے،(۱) ہمارے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب پہلی دفعہ ہارون رشید کے دربار میں امام شافعی کو لایا گیا اس وقت خود امام محمد بن الحسن دربار میں موجود تھے اور جس ہستی کو امام شافعی کی اس حالت پر سب سے زیادہ غم ہو رہا تھا وہ امام محمد بن الحسن تھے، راوی کے الفاظ یہ ہیں: "وكان الرشيد بالرقة فحملوا من بغداد إليه وادخلوا عليه ومعه قاضيه محمد بن الحسن الشيباني وكان صديقا للشافعي وأحد الذين جالسوه في العلم وأخذوا عنه، فلما بلغه أن الشافعي في القوم الذين أخذوا من قريش بالحجاز واتهموا بالطعن على الرشيد والسعي عليه اغتم لذلك غما شديدا." (ہارون رشید "رقہ" میں تھا، ان گرفتار شدگان کو بغداد سے رقہ پہنچایا گیا، اور ہارون رشید کے دربار میں پیش کیا گیا، وہاں ہارون رشید کے قاضی محمد بن الحسن شیبانی بھی تھے، آپ امام شافعی کے دوست تھے اور ان لوگوں میں تھے جن کے ساتھ آپ کی علمی مجلسیں ہوا کرتی تھیں، جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ امام شافعی بھی گرفتار شدگان میں شامل ہیں، اور ہارون رشید کو مطعون کرنے میں شریک ہیں تو (امام شافعی پر اس طرح کا الزام سن کر) آپ کو بے حد غم ہوا)

اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان منقول ہے: "وكان سبب خلاصي لما أراد الله عز وجل منه." (منشاء الٰہی کے مطابق آپ یعنی امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ میری رہائی کا سبب بنے)۔(۲)

مکہ اور مدینہ کی طرح عراق میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فقہی لحاظ سے وہاں کی سب سے بڑی علمی شخصیت کی رفاقت نصیب ہوئی، دوران قیام آپ نے امام محمد بن الحسن سے خوب علمی فائدہ بھی اٹھایا، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت عزیز رکھتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ آپ کا بڑا اکرام بھی فرماتے تھے۔

ایک دفعہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پچاس دینار مرحمت فرمائے جو ایک بڑی رقم تھی، اور یہ فرمایا شرمائیں نہیں لے لیں، اس کے جواب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے آپ سے تعلقات کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ میں آپ سے کوئی چیز لینے

(۱) الانتقاء ۱/۲۵ (۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: الانتقاء لابن عبدالبر ۱/۹۷ (المکتبة الشاملہ)

میں ہچکچاؤں، پھر اپنی مروت وشرافت سے متعلق یہ بات کہی: اگر ٹھنڈا پانی بھی میری مروت و شرافت پر اثر انداز ہو تو میں ٹھنڈا پانی بھی نہ پیوں ہمیشہ گرم پانی ہی پیتا رہوں، آپ سے خاص تعلق کی وجہ ہی سے میں نے آپ کا یہ احسان قبول کیا ہے۔(۱) اس پہلے سفر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے زیادہ امام محمد بن الحسن ہی سے استفادہ فرمایا۔

امام ابوعبید(۲) فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی کو امام محمد بن الحسن کے پاس دیکھا، آپ نے امام شافعی کو پچاس دینار مرحمت فرمائے اس سے قبل پچاس درہم بھی آپ عنایت فرما چکے تھے، پھر یہ فرمایا اگر آپ علم کی خواہش رکھتے ہیں تو پھر یہیں رہ جایئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پھر آپ سے وابستہ ہو گئے۔(۳)

خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی کتابوں کے لیے ساٹھ دینار خرچ فرمائے ہیں، یہ بھی فرمایا: "كتبت عن محمد بن الحسن وقر بعير" (۴)(میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اونٹ پر لادی جانے والی کتابوں کے بقدر لکھا ہے)۔

اللہ رب العزت کی طرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ خاص فضل رہا ہے کہ علمی مراکز میں آپ کو ان شخصیات سے فیض اٹھانے کا موقع ملا جو اپنے وقت کی بہت بڑی ہستیاں تھیں، مکہ میں حضرت سفیان بن عیینہ جیسی شخصیت ملی، جن سے بڑا کوئی عالم مکہ و اطراف میں نہیں تھا، مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سالہا سال رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، پھر عراق میں امام محمد بن الحسن جیسی افقہ ہستی کی رفاقت نصیب ہوئی، عراق کا یہ پہلا سفر تحصیل علم کے تعلق سے نہایت مفید ثابت ہوا، گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آپ کی شان اجتہاد کی تکمیل کا آخری مرحلہ تھا، امام محمد بن الحسن جیسی صاحب بصیرت شخصیت کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہ نوجوان علم وفضل کے جس مقام پر پہنچ رہا ہے وہ انتہائی غیر معمولی مقام ہے، اسی لیے آپ خود بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت اکرام فرماتے

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۴۰ (۲) ابوعبید قاسم بن سلام بن عبداللہ (۱۵۷-۲۲۴) امام لغت، محدث وفقیہ، مختلف کتابوں کے مصنف (سیر ۱۰/۴۹۰)

(۳) تاریخ دمشق ۵۴/۲۴۰ (۴) ایضا

تھے، بڑی سے بڑی شخصیت یہاں تک کہ دارالخلافہ بھی جانا ہوتا تو آپ کے لیے وہ مصروفیت بھی ترک کردیتے۔

ابوحسان (۱) الحسن بن عثمان الزیادی کہتے ہیں: میں امام محمد بن الحسن کے گھر کی دہلیز پر تھا، آپ دارالخلافہ جانے کے لیے گھر سے نکلے اور سواری پر بیٹھ گئے، اچانک امام شافعی پر نظر پڑ گئی، فوراً سواری سے اتر پڑے اور اپنے غلام سے کہا جاؤ اور ہماری طرف سے معذرت کرو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہم خود کسی اور وقت حاضر ہوتے ہیں (آپ تشریف لے جائیں) آپ نے فرمایا نہیں، امام شافعی کا ہاتھ پکڑا اور گھر میں داخل ہوگئے، اس واقعہ کو بیان کرکے حضرت ابوحسان کہتے ہیں کہ امام محمد بن الحسن نے امام شافعی کی ہم نشینی کو دربار خلافت پر بھی ترجیح دی۔ (۲)

ابوحسان یہ بھی فرماتے تھے: "ما رأيت محمدا يعظم أحدا اعظام الشافعي." (۳) (میں نے امام محمد بن الحسن کو کسی کے ساتھ امام شافعی جیسا اکرام کرتے ہوئے نہیں دیکھا)۔ دوسری طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ آپ کو یاد رکھتے تھے، علمی اختلافات کے باوجود کوئی آپ کی شخصیت کو نشانہ بناتا تو آپ کی طرف سے دفاع فرماتے، ایک شخص نے آپ کے سامنے امام محمد کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے فرمایا: "مه لقد تلمظت بمضغة طالما لفظها الكرام." (۴) (چپ رہو، تم تو وہ گوشت کھا رہے ہو جسے اللہ کے شریف بندوں نے ہمیشہ پھینک دیا ہے)۔ آپ کی عظمت شان کا اعتراف کرتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم يزل محمد بن الحسن عندي عظيما جليلا." (۵) (امام محمد میرے نزدیک ہمیشہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت رہے)۔

آپ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جان پہچان عراق سے شروع نہیں ہوئی، بلکہ بہت پہلے حجاز میں ہو چکی تھی، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی کے بغداد لائے جانے کے

---

(۱) ابو حسان الحسن بن عثمان الزيادي البغدادي (۱۶۰-۲۴۲) قاضی بغداد، مؤرخ عصر، علامۂ وقت۔ (۲) توالي التاسيس / ۱۳۲ (۳) صفة الصفوة ۲/۲۵۳
(۴) صفة الصفوة ۲/۲۵۳ (۵) توالي التأسيس / ۱۳۱

واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے: "والذی تحرر لنا بالطرق الصحیحة أن قدوم الشافعی بغداد أول ما قدم کان سنة أربع وثمانین (ومأة) وکان أبویوسف قد مات قبل ذلك بسنتین، وأنه لقی محمد بن الحسن فی تلك القدمة، وکان یعرفه قبل ذلك من الحجاز وأخذ منه ولازمه." (۱) (صحیح طرق سے جو بات ہمیں معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بغداد میں سب سے پہلی تشریف آوری ۱۸۴ھ میں ہوئی، آپ کی آمد سے دو سال قبل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے، اس پہلے سفر میں آپ کی ملاقات امام محمد سے ہوئی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی واقفیت بہت پہلے حجاز ہی سے تھی، آپ نے امام محمد سے علم حاصل کیا اور آپ ہی سے وابستہ بھی رہے)۔

سفر عراق کے ثمرات

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سفر اضطراری طور پر ہوا تھا، لیکن آپ نے اس سفر سے خوب فائدہ اٹھایا، تحصیل علم میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا، اپنے اندر اجتہادی شان پیدا کی، علماء عراق کی تصنیفات کا بغور مطالعہ کیا، بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ان کی پوری فقہ کو از اول تا آخر اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا، جہاں کوئی چیز کھٹکی وہاں مجتہدانہ شان کے ساتھ اپنا موقف واضح کیا، خود ہی فرماتے ہیں: "أنفقت علی کتب محمد بن الحسن ستین دینارا ثم تدبرتها فوضعت إلی جنب کل مسئلة حدیثا یعنی ردّا علیه." (۲) (میں نے امام محمد بن الحسن کی کتابوں کے لیے ساٹھ دینار خرچ کیے، پھر ان کا بھرپور جائزہ لیا پھر ہر (قابل اختلاف) مسئلہ کے پہلو میں احادیث لکھ دیں، یعنی وہ حدیثیں جن سے ان مسائل کی تردید ہوتی ہے)

اس پہلے سفر میں آپ کا کوئی مستقل حلقہ نہیں لگتا تھا، پھر بھی کہیں اگر حدیث نبی کی خلاف ورزی معلوم ہوتی تو وہاں ضرور اپنا موقف واضح فرماتے، اور وہاں کے علماء کی اس حیثیت سے ذہن سازی کرتے، آپ خوب جانتے تھے کہ بغداد دار الخلافہ ہے، یہاں کا ہر

(۱) توالی التأسیس / ۱۳۱ (۲) توالی التأسیس / ۱۴۵

عمل عالم اسلام پر اپنا اثر رکھتا ہے، اس لیے یہاں اگر کوئی کمی نظر آئے تو اسے دور کرنے کی پوری طاقت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے، وہ کوشش اس پہلے سفر ہی سے آپ نے شروع فرمادی تھی، آپ کا دوسرا سفر عراق کا خاص اسی غرض ہی سے تھا، اسی دوسرے سفر میں آپ نے وہاں ایک علمی انقلاب برپا کیا جس کا تذکرہ ہم آگے کریں گے۔

اس پہلے سفر میں بھی کبھی کبھی آپ کا حلقہ لگا کرتا تھا، حالانکہ اس وقت آپ کی عمر ۳۴-۳۵ سال سے زیادہ نہ تھی، پھر بھی بغداد جیسے علمی مرکز میں تحصیل علم کے دوران ایک نوجوان کا حلقہ لگنا ہی غیر معمولی بات تھی، مشہور محدث وفقیہ امام ابوثورؒ (۱) کہتے ہیں: ''میں امام محمد بن الحسن کا شاگرد تھا، جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے یہاں آئے تو میں (آپ کو معمولی سمجھ کر) تفریح لینے کی غرض سے آپ کی مجلس میں آیا، اور ایک خاص مسئلہ دریافت کیا، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ یہ پوچھا تم نماز میں رفع یدین کس طرح کرتے ہو؟ میں نے رفع یدین کر کے دکھایا، آپ نے فرمایا بالکل غلط، پھر حضرت سفیان بن عیینہ کے واسطے سے حدیث بیان کی جس میں رفع یدین کی پوری کیفیت بیان کی گئی تھی، میرے دل پر اس کا خاص اثر پڑا، اور اسی دن سے آپ کی مجلس میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور امام محمد کی مجلس میں جانے کا سلسلہ کچھ کم ہونے لگا، خود امام محمد بن الحسن نے مجھ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو میں نے پوری تفصیل بیان کی، بہر حال امام شافعی کی خدمت میں حاضری دیتے ایک مہینہ گزر گیا تو اس وقت آپ نے مجھے اس سوال کا بھرپور جواب مرحمت فرمایا جو میں نے آپ سے تفریح لینے کی غرض سے پوچھا تھا، آپ نے جواب دے کر یہ بھی فرمایا: میں پہلے دن ہی تمہیں جواب دے سکتا تھا لیکن اس دن تمہارا ارادہ الجھنے اور کٹ حجتی کرنے کا تھا، اس لیے خاموش رہا۔'' (۲)

دوسری طرف اہل حجاز سے متعلق اہل عراق میں ایک غیر محسوس قسم کا جو احساس برتری

---

(۱) ابوثور ابراهیم بن خالد الکلبی البغدادی، حافظ حدیث، فقیہ عراق، مجتہد عصر، ابوحاتم کہتے ہیں: علم وفضل، تفقہ وپرہیزگاری میں دنیا کے اماموں میں ایک تھے، پیدائش تقریباً ۱۷۰ھ وفات ۲۴۰ھ

(۲) معجم الادباء ۱۷/۳۰۲ توالی التاسیس /۱۱۴

پایا جاتا تھا آپ نے خود ان کے مرکز میں پہنچ کر وہ احساس ختم کر دیا تاکہ یہ دونوں طبقات ایک دوسرے سے قریب آئیں۔(۱)

ہارون رشید کا تاثر

اس پہلے سفر میں خلافت ہارون رشید کی تھی، جو عباسی دور کا سب سے بڑا اور نہایت طاقتور خلیفہ تھا، پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ خلیفہ آپ سے کس قدر متأثر ہوا، اسی طرح کی اور روایتیں بھی مؤرخین نے نقل کی ہیں (۲) جن کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، خلیفہ نے آپ کے سامنے عہدہ قضا کی پیشکش کی تھی، لیکن آپ نے معذرت فرمائی، اور اسے قبول نہیں کیا (۳) آپ کی زاہدانہ پاکیزہ زندگی سے خلیفہ ہارون رشید بے حد متأثر تھا۔ مامون رشید(۴) کا یہ بیان اس کے لیے کافی ہے: "لقد خص الله تعالىٰ محمد بن إدريس الشافعي بالورع والفصاحة والأدب والصلاح والديانة، لقد سمعت أبي هارون يتوسل إلى الله به والشافعي حي يرزق." (۵) (اللہ تعالیٰ نے محمد بن ادریس الشافعی کو پرہیزگاری، ادب، فصاحت اور صلاح و دینداری سے آراستہ کر رکھا تھا، میرے باپ ہارون رشید آپ کی زندگی ہی میں آپ کے توسل سے دعا کرتے تھے)۔

خود مامون نے بھی اپنے والد کی زندگی ہی میں آپ کو بہت قریب کرنا چاہا تھا لیکن آپ

(۱) یہ احساسِ برتری اس حد تک تھا کہ مشہور عراقی فقیہ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ جب حج سے واپس آئے تو اہل کوفہ سے فرمانے لگے: "ابشروا يا اهل الكوفة فإني قدمت علىٰ اهل الحجاز فرأيت عطاءً و طاؤساً و مجاهداً فصبيانكم بل صبيان صبيانكم أفقه منهم" (کوفہ والو خوش ہو جاؤ میرا اہل حجاز کے پاس بھی جانا ہوا، عطاء، طاؤس اور مجاہد سب کو دیکھا، بس تمہارے بچوں کی طرح ہیں بلکہ تمہارے بچوں کے بچے ان سے بڑے فقیہ ہیں) (سیر اعلام النبلاء: ۲۳۵/۵)

(۲) دیکھئے تاریخ دمشق ۲۳۸-۲۳۶/۵۴ (۳) توالی التاسیس/۱۵۱

(۴) المامون ابو العباس عبداللہ بن ہارون الرشید (۱۷۰-۲۱۸) مشہور عباسی خلیفہ، جس کا دور غیر عربی علوم و معارف کی ترقی کے لیے یاد رکھا جائے گا، شیعیت کی طرف مائل تھا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دشمنی میں بدنام ہوا، عقلیت پسندی میں حد سے بڑھا ہوا، فتنۂ خلق قرآن کی سرپرستی میں پیش پیش (سیر الاعلام ۲۷۲/۱۰) (۵) تاریخ دمشق ۲۶۱/۵۴

نے دربار خلافت سے دور رہنا ہی پسند فرمایا۔ دربار خلافت کے مشہور قاضی یحییٰ بن اکثم (۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پہلے سفر عراق کے بارے میں فرماتے ہیں: جب ہم امام محمد بن الحسن کے پاس ہوا کرتے تھے اسی زمانہ میں امام شافعی یہاں آئے تھے، آپ کے کئی علمی مباحثے امام محمد سے ہوئے، قبیلہ قریش کی خداداد عقل و ذہانت اور فہم و فراست آپ کو حاصل تھی، بہت صاف عقل و فہم رکھنے والے اعلیٰ درجہ کی دماغی قوتوں کے مالک تھے، صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں نہایت تیز تھے، اگر احادیث سے اور زیادہ اشتغال رکھتے تو امت محمدیہ کے لیے کسی اور فقیہ کی ضرورت ہی نہ رہتی (۲) مشہور خلیفہ مامون کا کہنا ہے: "میں نے محمد بن ادریس کا ہر معاملہ میں امتحان لیا تو آپ کو درجہ کمال پر پایا۔" (۳)

یوں آپ کا یہ پہلا سفر عراق مکمل ہوا، اور وہاں کے علماء میں اپنا انفرادی مقام پیدا کر کے ایک شان اجتہادی لے کر آپ دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔

---

(۱) یحییٰ بن اکثم بن محمد التمیمی المروزی البغدادی، فقیہ، دربار مامون کے مشہور قاضی، وفات ۲۴۲ھ عمر تقریباً ۸۳ سال (۲) تاریخ دمشق ۲۴۵/۵۴ (۳) تاریخ دمشق ۲۴۵/۵۴
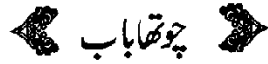
امام شافعی کی اجتہادی شان

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۴ھ میں عراق لے جائے گئے، اندازہ یہی ہے کہ چند سال آپ نے عراق میں قیام فرمایا ہوگا، اور ۱۸۹ھ سے پہلے ہی مکہ واپس تشریف لائے ہوں گے، اس لیے کہ ۱۸۹ھ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی تھی، اور آپ کے وہاں قیام کے دوران امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا ہے، مکہ میں مجتہدانہ شان کے ساتھ آپ کی واپسی ہوئی، جس شخصیت کو صرف پندرہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے کی اجازت مل چکی ہو، اب ۳۷ یا ۳۸ سال کی عمر میں وہ اپنی خداداد ذہانت اور وسعت علم کی وجہ سے کس قدر بلند مقام تک پہنچ چکا ہوگا، فقہ حجاز اور فقہ عراق کو جمع کرنے کے بعد اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی شدت سے اس کا احساس ہوا کہ دونوں طرف کچھ نہ کچھ کمیاں ہیں، جن کو دور کیا جائے تو عالم اسلام علم حدیث اور علم فقہ کے لحاظ سے ایک معتدل راہ پر گامزن ہوسکتا ہے، حجاز میں حدیث پر بہت زیادہ زور تھا، اس قدر کہ اس کے فقہی پہلو کی طرف کما حقہ توجہ نہیں ہو پا رہی تھی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما چکے تھے۔ اسی طرح عراق میں فقہی پہلوؤں پر توجہ بہت زیادہ تھی، اس کے مقابلہ میں احادیث سے اشتغال کم تھا، ان دونوں مراکز کے اثرات پورے عالم اسلام پر پڑ رہے تھے، حجاز مرکز اسلام تھا، اور عراق مرکز خلافت تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کا محور یہی دو مراکز رہے ہیں، ہاں عمر کے آخری دور میں تیسرے مرکز مصر پر بھی بھرپور توجہ فرمائی، جبکہ عراق وحجاز کے تعلق سے کچھ اطمینان ہوا، مکہ مکرمہ میں قیام کی یہ مدت لگ بھگ پانچ چھ سال پر محیط رہی، اس مدت کے دوران

بالخصوص زمانہ حج میں جو حضرات آتے وہ آپ سے خوب فیض اٹھاتے، ان حضرات میں بھی خاص طوور پر عراق و بغداد سے آنے والے حضرات پر آپ کی خوب توجہ رہتی، ممکن حد تک ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ فرماتے، اور حدیث و فقہ کو جمع کرنے کے اصول ان کو بتاتے۔

ابوالولید (۱) بن ابی الجارود رحمہ اللہ کہتے ہیں، ہم اور ہمارے مکہ مکرمہ کے احباب آپس میں کہا کرتے تھے، امام شافعی نے ابن جریج (۲) رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں (یعنی علوم) چار لوگوں سے حاصل کی ہیں، مسلم بن خالد اور سعید بن سالم، یہ دونوں فقیہ ہیں۔

اسی طرح عبدالمجید بن عبدالعزیز اور عبداللہ (۳) بن الحارث مخزومی سے یہ دونوں بڑے پختہ علم والے تھے، مدینہ میں فقہ کی قیادت امام مالکؒ کے ہاتھ میں تھی، آپ نے امام مالکؒ سے علم حاصل کیا اور مدتوں آپ ان سے وابستہ رہے، عراق میں فقہ کی حکمرانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی، آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے وہ علوم براہ راست ان سے سن کر حاصل کیے، اس طرح اصحاب الرائے اور اصحاب الحدیث کے علوم کے آپ حامل بنے، آپ نے ان میں غور فرمایا، اصول مرتب فرمائے، قواعد ترتیب دیئے، موافق اور مخالف دونوں نے آپ کا اعتراف کیا، آپ کی شہرت عام ہوتی گئی، اور جگہ جگہ چرچا ہونے لگا، آپ نہایت بلند حیثیت کے مالک بنے، یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ گئیے جو سب کو معلوم ہے۔ (۴) آپ کے بتائے ہوئے اصولوں سے جس ہستی نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا وہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ بغداد کے بلکہ عراق کے سب سے بڑے محدث تھے، اور آپ ہی کو سب سے بڑھ کر ان اصولوں کی ضرورت پیش آتی تھی۔

---

(۱) موسی بن ابی الجارود ابوالولید المکی، فقیہ امام شافعی کے شاگرد، امام ترمذی نے آپ سے روایت لی ہے۔ (تقریب التھذیب/۵۷۹)

(۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج القرشی الاموی (سیر الاعلام ۶/۳۲۵) علامۂ وقت، حافظ حدیث، شیخ الحرم، حضرت عطاء کے جانشین، امام ابوحنیفہ کے بالکل ہم عمر۔ (۸۰-۱۵۰)

(۳) عبداللہ بن الحارث بن عبدالملک المخزومی، ابو محمد المکی، ثقہ۔ (تقریب/۳۳۴)

(۴) توالی التاسیس/۷۲-۷۳

ابن ابی حاتم (۱) فرماتے ہیں: میں نے محمد (۲) بن الفضل فراء کو اپنے والد کے حوالہ سے یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے، میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ حج پر گیا اور ایک جگہ قیام کیا، ایک دن صبح تڑکے امام احمد روانہ ہوئے، میں آپ کے بعد گیا اور پوری مسجد (مسجد حرام) چھان ماری، امام احمد کہیں نہیں تھے، نہ حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں نہ کہیں اور، بہت تلاش کے بعد دیکھا تو امام احمد ایک اعرابی کے ساتھ بیٹھے ہیں، میں نے کہا: ابوعبداللہ! سفیان بن عیینہ کو چھوڑ کر آپ یہاں ان کے پاس بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا: خاموش رہو، اگر کوئی حدیث عالی سند کے ساتھ نہ ملے تو کیا ہوا، وہی حدیث کچھ واسطوں کے اضافہ سے مل ہی جائے گی، لیکن اس شخصیت کی ذہانت سے اگر تم نے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر یہ نعمت کہیں نہیں ملے گی، میں نے اس نوجوان سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کی سمجھ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ آپ نے کہا: محمد بن ادریس الشافعی۔ (۳)

امام احمد بن حنبلؒ حج کے زمانہ میں اپنے اور ساتھیوں کو بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آتے، امام اسحاق بن راہویہ (۴) فرماتے ہیں: مکہ میں میری ملاقات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، تو فرمایا، اسحاق آؤ، میں تمہیں ایک ایسی شخصیت دکھاتا ہوں کہ اس طرح کی کوئی شخصیت تمہاری آنکھوں نے نہیں دیکھی ہوگی، پھر مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آئے۔

مسجد حرام میں حلقہ

آپ کا حلقہ سب سے نمایاں حلقہ تھا (۵)، جہاں حدیث، تفسیر اور فقہ کے مسائل حل

(۱) ابومحمد عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی الحنظلی الغطفانی (سیر۱۳/۲۶۳) علامہ زماں، حافظ حدیث، ماہر رجال، زاہد کبیر۔ (۲۴۱-۳۲۷)

(۲) محمد بن الفضل بن نظیف الفراء المصری (سیر۱۷/۴۷۶) عالم کبیر، محدث، طویل عمر پائی، ستر سال تک ایک ہی مسجد میں امامت فرمائی۔ (۳۴۱-۴۳۱)

(۳) توالی التاسیس/۸۴ (۴) اسحاق بن ابراهیم بن مخلد التمیمی الحنظلی، امام وقت، سید الحفاظ، مشہور محدث وفقیہ، مجتہد مطلق، امام احمد بن حنبل کے گہرے دوست۔ (۱۶۱-۲۳۸)

(۵) معجم الادباء ۱۷/۳۱۶

کیے جاتے تھے، عبداللہ (۱) بن محمد ہارون الفریابی کہتے ہیں: میں نے مکہ میں ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا جہاں ایک شخصیت تشریف فرما تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا: یہ محمد بن ادریس شافعی ہیں، اس وقت آپ فرما رہے تھے، جو پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھو، میں تمہیں کتاب اللہ کی کسی آیت یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے جواب دوں گا یا صحابی کے قول سے، میں نے دل ہی میں کہا: یہ شخص تو بہت بڑی جرأت دکھا رہا ہے، میں نے سوال کیا: حالت احرام میں کوئی بھڑ کو مار دے تو کیا مسئلہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا." (الحشر، آیت/۷) (رسول تمہیں جو دیں وہ لے لو، اور جس سے وہ منع کریں باز آجاؤ)۔ پھر حضرت سفیان بن عیینہ کی سند سے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد ان دو حضرات کی پیروی کرنا، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) پھر حضرت سفیان بن عیینہ کی سند سے یہ بات فرمائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محرم کو اس کا حکم دیا تھا (یعنی اجازت) کہ وہ بھڑ کو مار سکتا ہے۔ (۲)

حضرت سفیان بن عیینہ کا تاثر

آپ کی اس اجتہادی شان سے خود آپ کے شیخ سفیان بن عیینہ بھی بہت متاثر تھے، اور پہلے کے مقابلہ میں اور زیادہ آپ کا لحاظ کرنے لگے تھے۔ سفیان بن محمد کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کو حضرت ابن عیینہ (۳) کے پاس دیکھا، اس وقت کسی نے ایک اختلافی مسئلہ چھیڑتے ہوئے کہا: یہاں کچھ ایسے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو فلاں مسئلہ میں فلاں رائے رکھتے ہیں، اشارہ امام شافعی کی طرف تھا، حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا جو اس طرح کی رائے رکھتا ہو مجھے پسند نہیں کہ وہ میری مجلس میں آئے، اس وقت امام شافعی رحمہ اللہ نے

---

(۱) شاید یہ عبیداللہ بن محمد بن ہارون الفریابی ہوں، حضرت سفیان بن عیینہ کے شاگرد، بیت المقدس کو اپنا وطن بنایا۔ الجرح والتعدیل ۵/۳۹۷ (۲) معجم الادباء ۱۷/۳۱۶

(۳) سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الھلالی الکوفی المکی (۱۰۷-۱۹۸) شیخ الاسلام، حافظ عصر، امام وقت، علوم حجاز کے امین۔ (سیر ۸/۴۵۴)

فرمایا: ابومحمد! (یہ حضرت سفیان کی کنیت ہے) یہ آپ کا حق نہیں ہے، اس کا تعلق اہل نظر یعنی اہل فقہ سے ہے، اس پر حضرت سفیان بن عیینہ خاموش ہو گئے، اس کے بعد میں نے حضرت سفیان بن عیینہ کو امام شافعی کی تعظیم وتکریم کرتے ہی دیکھا۔(۱) جب کوئی بات تفسیر اور فتویٰ سے متعلق آتی تو حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ فرماتے اور یہ کہتے: ان سے پوچھو۔(۲)

حضرت سفیان بن عیینہ کے آپ پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ خود اتنے بڑے جلیل القدر محدث ہونے کے باوجود بسا اوقات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائش کرتے کہ حدیث کے فقہی پہلو پر روشنی ڈالیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب تشریح فرماتے تو بڑی مسرت کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان بن عیینہ نے یہ روایت بیان کی کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ رات کے وقت اپنی زوجہ حضرت صفیہ کے پاس تھے تو قریب سے ایک شخص کا گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری بیوی صفیہ ہے، اس نے کہا: یا رسول اللہ! سبحان اللہ! (یعنی یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے ذہن میں کوئی بدگمانی آئے) آپ نے فرمایا: شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔(۳) یہ حدیث بیان کر کے حضرت سفیانؒ نے امام شافعیؒ سے فرمایا کہ اس حدیث کے فقہی پہلو پر کچھ بیان فرمائیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یہ بات فرمائی: یہ تو ممکن نہیں کہ لوگ (یعنی صحابہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شک کریں، اگر ایسا ہو تو صرف شک کرنے ہی پر لوگ کافر ہو جائیں گے، اس حدیث میں دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو تلقین ہے کہ جب ایسا کوئی معاملہ درپیش ہو جس میں کسی کو غلط فہمی ہو سکتی ہو تو اس وقت صاف بات بتا کر اپنی پوزیشن واضح کی جائے، تاکہ کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو، یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ میں کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شک کر سکتا ہو، ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ آپ اس دنیا میں اللہ کے امین تھے۔ حضرت سفیان یہ تشریح سن کر بے ساختہ بول اٹھے: ابوعبداللہ! اللہ تمہیں جزائے

(۱) توالي التاسيس /٧٦ (۲) توالي التاسيس /٧٦ (۳) صحيح البخاري ٣/٦٥

خیر دے، تمہاری طرف سے جو بھی تشریح ہوتی ہے، وہ ہمیں بہت اچھی لگتی ہے۔(۱)

اسی طرح مشہور روایت "اقروا الطیر فی وکناتھا" (۲) (یعنی پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو، ان کو وہاں سے نہ اڑاؤ)۔ حضرت سفیان بن عیینہ یہ سمجھتے تھے کہ اس میں دراصل رات کے وقت شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے، جب پرندے اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں، آپ نے کسی وقت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائش کی کہ اس حدیث کی تشریح کی جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اصل میں عربوں کی عادت یہ تھی کہ سفر شروع کرنا ہوتا تو پرندوں کو اپنے گھونسلوں سے اڑاتے، اگر پرندہ دائنی طرف کو جاتا تو سفر کو مبارک خیال کرتے اور سفر کے لیے نکل پڑتے، اگر بائیں طرف جاتا تو بدشگونی لیتے اور سفر کا ارادہ ملتوی کرتے، اس حدیث میں درحقیقت عقیدہ کی کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ سرے سے ایسا کام ہی نہ کرو۔ بعد میں حضرت سفیان بن عیینہ بھی یہی تشریح فرمانے لگے، اور اپنی پہلی تشریح سے رجوع فرمالیا۔(۳)

اس سے ایک طرف حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے صدق اخلاص کا پتہ چلتا ہے، دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقام تھا، حالانکہ دونوں کی عمر میں تقریباً ۴۳ سال کا فرق تھا۔

واضح رہے کہ مقام اجتہاد پر پہنچنے کے بعد بھی آپ کا معاملہ اپنے اساتذہ کے ساتھ اسی طرح سعادت مندی کا رہا، جس طرح بچپن میں ہوا کرتا تھا، حضرت سفیان بن عیینہ کے فضل وکمال اور آپ کے تمام اہل حجاز پر علمی احسانات کا ہمیشہ آپ کا تذکرہ فرماتے رہے، ایک دفعہ یہ بات فرمائی: "لولا مالك و سفیان لذهب علم الحجاز" (اگر مالک وسفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو پھر حجاز کا علم رخصت ہو جاتا)۔(۴) یہ بھی فرمایا: میں نے حضرت سفیان بن عیینہ سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا کہ فتوی دینے کی بھرپور صلاحیت کے باوجود اس سے احتیاط

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۴۷/۵۴ (۲) أبو داؤد، رقم/۲۸۳۵، کتاب الضحایا، باب من العقیقة، ولفظه: اقروا الطیر علی مکناتها. (صحیح)

(۳) تاریخ دمشق ۲۴۷/۵۴ (۴) آداب الشافعی ومناقبه /۱۵۷

برتتے ہیں، اس کا بھی آپ کو اعتراف تھا کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے بڑھ کر میں نے حدیث کی بہترین تشریح کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔(۱)

الرسالہ کی تصنیف

شاید یہی زمانہ ہوگا جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر کتاب الرسالہ تصنیف فرمائی، عام طور سے مؤرخین نے یہی لکھا ہے کہ یہ کتاب بغداد میں تصنیف کی گئی تھی، لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں لکھی گئی ہوگی، پھر بغداد بھیج دی گئی ہوگی۔

اصل میں مشہور محدث حضرت عبدالرحمٰن (۲) بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے یہ فرمائش کی تھی کہ کوئی ایسی بنیادی کتاب تصنیف کریں جس میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو سمجھنے کے لیے اصول بیان کیے جائیں، یعنی ایک ایسی کتاب جس میں قرآن کریم کے مطالب کو سمجھنے کے اصول، طرح طرح کی احادیث کو سمجھنے کے بنیادی اصول معلوم ہوں، اجماع کے حجت ہونے کو واضح کیا جائے، کتاب وسنت میں ناسخ منسوخ کیا بنیادیں ہیں وہ معلوم ہوں، اسی طرح ناسخ ومنسوخ کا تفصیلی تعارف ہو، یعنی خالص بنیادی اور اصولی مباحث پر مبنی کتاب ہو(۳)۔

اس فرمائش کی تکمیل کرتے ہوئے آپ نے اپنی بے نظیر کتاب الرسالہ تصنیف فرمائی، اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سامنے فقہی اصول مدوّن کرکے پیش فرمائے، آپ کے بعد اصول فقہ پر جس مسلک کے فقہاء نے جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ آپ کی فراہم کردہ بنیاد سے ماخوذ ہے، اختلافات ضرور پائے جاتے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل بنیاد آپ کی فراہم کردہ ہے، اس لحاظ سے تمام مسالک کے فقہاء پر آپ کا احسان ہے کہ راستے آپ نے ہموار کیے اور کتاب وسنت کو سمجھنے کے اصول مدوّن فرما کر پیش کیے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ اس کتاب کو دیکھ کر میری حیرت کی کوئی حد نہ

---

(۱) آداب الشافعی ومناقبہ /۱۵۸

(۲) عبدالرحمن بن مهدی بن حسان العنبری البصری (۱۳۵-۱۹۸) سید الحفاظ، نہایت بلند پایہ محدث، نقد احادیث میں کامل دسترس رکھنے والے۔ (سیر ۹/۱۹۲) (۳) تاریخ دمشق ۲۶۱/۵۴

رہی، عقل ودانائی، شان تفقہ اور نصح وخیر خواہی سے بھرپور شخصیت کے روپ میں آپ مجھے نظر آئے، میں تو ہر نماز کے بعد امام شافعی کے لیے ضرور دعا کرتا ہوں۔(۱)

حضرت یحییٰ (۲) بن سعید القطان کے سامنے یہ کتاب پیش ہوئی تو کہنے لگے، میں نے امام شافعی سے بڑھ کر عقل وفقہ میں کسی کو فائق نہیں دیکھا، میں آپ کے لیے الگ سے خصوصی طور پر دعا کرتا ہوں۔(۳) اللہ نے جو علم آپ پر کھولا ہے، اور صحیح راستہ کی جو توفیق آپ کو نصیب ہوئی ہے اس بناء پر میں ہر نماز میں-یا روزانہ- آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔

خیال ہوتا ہے کہ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ کتاب دیکھی ہوگی، اور آپ کا یہ مشہور جملہ:"إن تكلم أصحاب الحديث يوما فبلسان الشافعي" (۴) (اگر اصحاب حدیث کسی دن گفتگو کریں گے تو امام شافعی کی زبان سے کریں گے)۔ شاید اسی تصنیف کو دیکھنے کے بعد کہا گیا ہوگا۔ واللہ اعلم

الرسالہ میں کتاب وسنت کو سمجھنے کے جو اصول فراہم کیے گئے ہیں ان کا ایک ہلکا سا نمونہ پیش کیا جاتا ہے، ورنہ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر ایک پوری کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

۱:- اصل بنیاد قرآن ہے، پھر سنت ہے، پھر کتاب وسنت پر قیاس ہے۔

۲:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح متصل روایت مل جائے تو اسے سنت کہا جائے گا۔

۳:- اجماع: یعنی دین کی وہ چیزیں جو نسل در نسل چلی آرہی ہیں جس پر سب کا اتفاق ہے وہ خبر واحد (یعنی وہ حدیث جو راویوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے) سے بڑھ کر ہے۔

۴:- حدیث کا ظاہری مفہوم لیا جائے گا، اگر حدیث کے کئی مطالب ہوسکتے ہوں تو اس مطلب کو ترجیح دی جائے گی جو دوسری احادیث کے ظاہری مفہوم سے مشابہ ہو۔

۵:- جب کئی احادیث جمع ہوجائیں (اور باہم ٹکراؤ ہو) تو جس حدیث کی سند سب

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۶۱/۵۴ (۲) يحيىٰ بن سعيد بن فروخ القطان التميمي البصري (۱۲۰-۱۹۸) امیر المؤمنین فی الحدیث، حدیث میں مرتبہ امامت پر فائز، علم رجال میں انتہائی فائق۔(سیر ۱۷۵/۹)

(۳) توالي التأسيس / ۷۷ (۴) توالي التأسيس / ۷۷

سے زیادہ صحیح ہے اسے اختیار کیا جائے گا۔

۶:- ایک اصل کو دوسری اصل پر قیاس نہیں کیا جائے گا (بلکہ ہر ایک کو بنیادی حیثیت دی جائے گی)۔

۷:- کسی خاص معاملہ کو بنیاد بنا کر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

۸:- کتاب وسنت سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو کیوں؟ کیسے؟ نہیں کہا جائے گا (بلکہ چپ چاپ تسلیم کیا جائے گا) ہاں قیاس سے کوئی چیز ثابت کی جارہی ہو تو پھر کیوں اور کیسے کا سوال صحیح ہوگا۔ اگر قیاس اصل کے بالکل مطابق ہو تو وہ استدلال کے قابل ہو جائے گا۔

۹:- (اگر حدیث نہ ہو) اور صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو دیکھا جائے گا کہ کتاب وسنت سے زیادہ قریب کون سا قول ہے، پھر اسے اختیار کیا جائے گا۔(۱)

اس بے نظیر کتاب کو امت نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور کتاب وسنت کا صحیح فہم حاصل کرنے کے لیے اس کتاب یا اسے بنیاد بنا کر لکھی جانے والی کتابوں کا وزن ہر دور میں تسلیم کیا گیا۔

مکہ مکرمہ میں قیام کے اس دور میں آپ نے کتاب وسنت کے ذخائر پر غور کر کے اور علم حجاز وعراق کو سامنے رکھ کر یہ معتدل اصول وضع فرمائے، اور محدثین وفقہاء دونوں کے لیے آسانیاں فراہم کیں، مکہ آنے والے اور آپ سے استفادہ کرنے والے ہر شخص کے سامنے پہلے کتاب وسنت کی اہمیت واضح کی پھر ان سے فائدہ اٹھانے کے طریقے بیان کیے۔

اس ناحیہ سے غور کیا جائے تو امام شافعیؒ ''مجتهد المجتهدين'' نظر آتے ہیں، جنھوں نے خود اہل اجتہاد کے سامنے طریقہ اجتہاد کو اصولوں کی شکل میں پیش فرمایا، مکہ کا یہ دور اس عظیم الشان نظریاتی کارنامے کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا، آپ کی یہ تصنیف سرزمین عراق میں بالخصوص ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: آداب الشافعی ومناقبہ (قول الشافعی فی أصول العلم) (ص/۱۷۷-۱۸۱)

عراق کا دوسرا اہم سفر اور اس کے وسیع اثرات

سفر کا مقصد

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فقہ حدیث کو عالم اسلام میں جاری وساری دیکھنا چاہتے تھے، اس کے لیے آپ نے ایک مرتبہ پھر بغداد کو اپنا مستقر بنایا، بغداد دارالخلافہ تھا جہاں سے نکلی ہوئی علمی باتیں عالم اسلام پر اپنا گہرا اثر چھوڑتی تھیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو مرکز بنا کر سارے عالم اسلام میں ایک معتدل طرزِ فکر قائم کرنا چاہتے تھے، اپنے پہلے سفر میں آپ نے اس کی کوششیں شروع فرما دی تھیں، اسی طرح دوسرے سفر سے قبل مکہ مکرمہ میں آپ کا جو قیام رہا، اس میں بھی عراق سے آنے والے حضرات پر توجہ فرماتے تھے امام احمد بن حنبلؒ اور عبدالرحمٰن بن مہدی یحیٰی بن سعید القطانؒ جیسے جلیل القدر محدثین سب عراق کے تھے، امام اسحاق بن راہویہ کا بھی بغداد میں رہنا ہوا تھا، آپ کی تصنیف الرسالۃ حضرت عبدالرحمٰن مہدی تک عراق میں پہنچ چکی تھی، آپ کی شدید خواہش یہ تھی کہ محدثین فقہی میدان میں آئیں، اور فقہاء احادیث سے اور زیادہ وابستہ ہو جائیں، تاکہ قرب و یگانگت بڑھے اور دونوں کے درمیان ایک صحیح سوچ پروان چڑھے ایک دوسرے کے رفیق بنیں، فریق نہ بنیں، پہلی مرتبہ جس طرح تنِ تنہا آنا ہوا تھا، دوبارہ بھی اسی طرح تشریف لائے، حکومت وقت سے مدد لینا نہ پہلے پسند تھا نہ اب گوارا نہ ہوا، کوئی سیاسی یا منصبی طاقت بھی نہ تھی، بس ایک اندرونی جذبہ تھا جو آپ کو کھائے جا رہا تھا کہ حدیثِ رسول کو اپنے اصلی مقام پر رکھا جائے اور دیکھا جائے اسی کو محور بنا کر ممکن حد تک تمام مسائل کا استنباط کیا

جائے، اسی جذبہ نے وہ کام کیا جو طاقت وقوت کے بل بوتے پر ممکن نہ تھا۔

جذبۂ دروں

اصحاب الرائے کے شیخ ابو موسیٰ الضریر (۱) سے ابن الفرات (۲) نے پوچھا، دو اشخاص کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، جواب مرحمت فرمائیں، کہا: پوچھیے، ابن الفرات نے کہا یحییٰ بن اکثم بہت بڑے عالم تھے، بادشاہ وقت مامون کے انتہائی معتمد علیہ بھی تھے، مامون آپ کو بڑی اونچی حیثیت دیتا تھا، اپنے خاص کمرے تک میں آپ کو بلایا کرتا تھا علم میں بھی فائق تھے، فصاحت بھی خوب تھی، کتابیں بھی تصنیف کیں، لیکن کیا بات ہے کہ دو آدمی بھی اس کی بات ماننے والے نظر نہیں آتے۔ دوسری طرف شافعی ہیں تنِ تنہا عراق آئے، بادشاہ سے راہ ورسم پیدا نہیں کی، آپ نے جو بھی کتابیں تصنیف کیں وہ ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، شہرت بڑھتی ہی جا رہی ہے، آپ کی باتوں سے اتفاق رکھنے والوں کی تعداد میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، آپ بتائیے ایسا کیوں ہوا؟ ابو موسیٰ الضریر کچھ دیر سر جھکا کر سوچتے رہے، پھر کہا: "أقول انّ الشافعي أراد الله بعلمه فرفعه الله" (۳) (شافعی اپنے علم سے محض اللہ کی خوشنودی چاہتے تھے اس لیے اللہ نے آپ کو بہت اونچا اٹھایا)۔

خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے: "يقولون انما اخالفهم للدنيا، وكيف يكون ذلك والدنيا معهم وانما يريد الانسان الدنيا لبطنه وفرجه، وقد منعت ما الذّ من المطاعم، ولا سبيل الى النكاح، يعني لما كان من البواسير، ولكن لست أخالف الا من خالف سنة رسول ﷺ" (۴) (لوگ کہتے ہیں کہ میں دنیا داری کے لیے ان کی مخالفت کرتا ہوں، ایسا کیسے ممکن ہے، دنیا تو ان کے پاس ہے، ویسے بھی دنیا پیٹ کے لیے اور خواہشاتِ نفسانی کے لیے چاہی جاتی ہے، میرا حال یہ ہے کہ لذیذ

---

(۱) عبداللہ بن عبدالعزیز ابوالقاسم نحوی ابو موسیٰ الضریر کے نام سے مشہور، بغداد کے رہنے والے تھے، جو مصر میں آ بسے، عباسی خلیفہ مہتدی کے بچوں کے اتالیق۔

(۲) عباسی خلافت کا مشہور وزیر، ابوالحسن علی بن ابی جعفر محمد بن موسیٰ، عباسی خلیفہ مقتدر کا وزیر، حساب میں ماہر، ۳۱۲ھ میں قتل کیا گیا۔ (سیر ـ ١٤/٤٧٤)

(۳) توالی التأسیس ١٤٩ـ١٤٨

(۴) توالی التأسیس، ١٤٩

کھانے میرے لیے ممنوع ہیں، اور شادی کی بھی گنجائش نظر نہیں آرہی ہے، (آپ کو بواسیر کا شدید مرض لاحق تھا) میں تو بس اس کی مخالفت کرتا ہوں جو سنتِ رسول کی مخالفت کرتا ہے)

عراق کے حالات

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق تشریف لائے، اس وقت فقیہِ عراق امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہو چکی تھی، آپ کی ذات فقہ وحدیث کی جامع تھی، بعد والوں میں وہ بات نہ رہی، فروعی مسائل میں اپنے اساتذہ کی آراء پر اعتماد حد سے زیادہ ہونے لگا تھا، آپ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو آپ کو بہت افسوس ہوا، ہر جگہ قال أصحابنا (ہمارے حضرات نے فرمایا) کی گونج تھی، آپ ایک ایک حلقہ میں تشریف لے گئے اور قال اللّٰہ اور قال رسول اللّٰہ کی صدا لگائی اور وہاں کی علمی زندگی میں انقلاب برپا کیا، سارے حلقے ایک آپ کے حلقے میں ضم ہوتے چلے گئے،(۱) بغداد کی چیدہ وچنیدہ شخصیات آپ کے اردگرد جمع ہونے لگیں، اور جگہ جگہ قال اللّٰہ اور قال رسول اللّٰہ کی صدائیں گونجنے لگیں، فقہاء ومحدثین دونوں طبقات آپ کی مبارک ذات پر جمع ہونے لگے، باہمی دوریاں قربتوں میں بدلنے لگیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہوسکتی ہے فرماتے ہیں، ما زلنا نلعن اصحاب الرأی ویلعنوننا حتّٰی جاء الشافعی فمزج بیننا،(۲) ہم اصحاب الرأی پر لعنت کرتے تھے اور وہ ہم پر لعنت کرتے تھے، یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ہمارے درمیان یگانگت پیدا کی، خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی شخصیت فقہ وحدیث کا حسین ترین امتزاج تھی، آپ محدثین وفقہاء کو اسی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے، اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے، ایک طرف امام ابوثور اور حسین بن علی الکرابیسی میں ذوقِ حدیث پیدا فرمایا، دوسری طرف محدثین کے جمِّ غفیر کو تفقہ واستدلال کے راستے بتلائے، حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے چوٹی کے محدثین آپ کے گرویدہ ہوگئے، سب سے بڑھ کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدثِ جلیل آپ سے وابستہ ہو کر فقہ میں درجہ کمال تک پہنچے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی سچی بات فرمائی ہے: کان الفقہاء اطباء والمحدثون

(۱) تاریخ دمشق ۱۵/۳۴۳ (۲) ترتیب المدارک ۱/۹۵

صیادلة،فجاء محمد ابن ادریس الشافعي طبیباً صیدلانیاً، ماقلت العیون مثله (۱) (فقہاء طبیب ہیں اور محدثین دواؤں کا ذخیرہ محفوظ رکھنے والے عطار ہیں، پھر محمد بن ادریس شافعی آئے جو عطار وطبیب دونوں تھے، آنکھوں نے آپ جیسا کہاں دیکھا ہوگا؟!) یہی کام آپ نے فرمایا، محدثین کو فقیہ بنایا اور فقہاء کو احادیث کی مبارک وادی میں لے آئے، وہی بغداد جو اصحابِ رائے کا مرکز تھا آپ کی تربیت سے وہیں ایک اور فقہی مکتبِ فکر وجود میں آیا، جسے ہم فقہ حنبلی کہتے ہیں، سچ کہیں تو فقہ حنبلی بلاشبہ فقہ شافعی کا امتداد اور تسلسل ہے، امام احمد ابن حنبلؒ کی فقہ کو امام شافعی کی فقہ سے وہی نسبت ہے جو امام ابو یوسف وامام محمد کی فقہ کو امام ابو حنیفہ کی فقہ سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

دارالخلافہ بغداد میں ایسی انقلابی تبدیلی لانے کے بعد یا یوں کہ لیں کہ عراق میں فقہ الحدیث کا ایک مرکز قائم فرما کر آپ واپس تشریف لے گئے جس کے سربراہ آپ کے عزیز و محبوب ومحترم شاگرد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تھے خود ہی فرماتے ہیں: خرجت من بغداد وما خلفت فیها أفقه ولا أورع ولا أزهد ولا أعلم من أحمد. (میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں کے سب سے بڑے فقیہ پرہیز گار اور سب سے بڑے عالم وزاہد امام احمد بن حنبل تھے۔) (۲)

اہلِ عراق کی محبت

خود عراق والے بھی آپ کو یاد کرتے تھے، جن میں ہر فن سے تعلق رکھنے والے حضرات تھے سب آپ کے کمالات کے معترف تھے، آپ کے مشہور شاگرد امام بویطی رحمۃ اللہ علیہ (۳) فرماتے ہیں: ما عرفنا قدر الشافعي حتّٰی رأیت اهل العراق یذکرونه ویصفونه بوصف ما نحسن نصفه، فقد کان حذاق العراق بالفقه والنظر، وکل صنف من

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۶۸ (۲) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۹۵

(۳) ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ المصری البویطی، امام شافعی کے خاص شاگرد، امام ذہبی نے آپ کا ذکر الامام العلامہ سید الفقہاء کے القاب سے فرمایا ہے، زاهد ربانی، علم فقہ اور ذکرِ الٰہی میں اپنی مثال آپ، وفات ۲۳۱ھ

اهل الحديث واهل العربية والنظار يقولون انهم لم يرو مثل الشافعي. (۱) (ہم امام شافعیؒ کے مقام سے واقف نہیں تھے یہاں تک کے میں نے اہلِ عراق کو دیکھا وہ سب آپ کا تذکرہ کرتے تھے، آپ کو یاد کرتے تھے آپ کی تعریف کرتے تھے، اتنے اچھے انداز سے آپ کی خوبیاں بیان کرتے تھے کہ ہم اگر بیان کریں تو اتنے اچھے انداز سے بیان نہ کر سکیں عراق کے بڑے بڑے ماہرینِ فقہ، گہری نظر رکھنے والے حضرات ہر قسم کے لوگ چاہے اصحاب حدیث ہوں یا ماہرینِ عربیت یا علم میں گہری بصیرت رکھنے والے حضرات سب یہی کہتے تھے کہ ہم نے امام شافعی جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔)

عراق پر آپ کے اثرات

جن باکمال حضرات نے آپ سے کسب فیض کیا اور آپ کے اثرات جن پر بہت زیادہ پڑے ان میں سرِ فہرست امام احمد بن حنبل ہیں، ہم امام شافعی اور فقہاء ثلاثہ کے باب میں آپ کا تفصیلاً تذکرہ کریں گے، یہاں آپ کا ایک خاص جملہ نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ آپ کے نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کیا حیثیت ہے، ایک مرتبہ اپنے شاگردوں سے فرمانے لگے؛ هذالذی ترونه او عامته منی هو عن الشافعی وأنا ادعو الله للشافعی واستغفرله (۲) (تم لوگ میرے یہ جو کمالات دیکھ رہے ہو یہ سب یا ان کی بڑا حصہ دراصل امام شافعی کی طرف سے مجھے حاصل ہوا ہے، میں امام شافعی کے لیے دعائیں کرتا ہوں اور اللہ سے آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔)

ان ہی باکمال حضرات میں ابوثور بھی ہیں ابن عبدالبر (۳) لکھتے ہیں، وكان يذهب الى مذهب اهل العراق وصحب الشافعي وأخذ عنه سمع منه كتبه وهو اكثر ميلاً الى الشافعي؛ (۴) (آپ اہلِ عراق کے مسلک کو اختیار کرتے تھے، امام شافعی کی

---

(۱) تهذيب الأسماء واللغات، ۱/۸۱ (۲) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ۱/۷۶ (۳) شیخ الاسلام، علامہ زماں، حافظِ اندلس ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی القرطبی المالکی، ابن عبدالبر کے نام سے مشہور، آپ کی کتابوں کو بڑی مقبولیت اور شہرت نصیب ہوئی، لمبی عمر پائی لگ بھگ ۹۵ سال عمر ہوئی ۳۶۸/۴۶۳ (سیر ۵۲۴/۱۳) (۴) الانتقاء ۱/۱۰۷

صحبت اٹھائی، علم حاصل کیا، آپ کی تصنیفات کی سماعت کی، بہت زیادہ میلان امام شافعی کی طرف رکھنے لگے۔)

اسی طرح ابوعبید قاسم بن سلام بھی تھے امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں: في جلالته و نبل قدره و معرفته باللغة صحب أصحاب الشافعي و كتب كتبه و كان بغدادي الأصل وله اختيار، (۱) (بڑی عظیم المرتبت باکمال شخصیت تھے، لغت عرب سے اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھتے تھے، امام شافعی کی صحبت میں رہے آپ کی کتابیں اپنے لیے لکھیں اپنی طرف سے انتخاب کر کے مسائل لیا کرتے تھے۔)

ابوالحسن الکرابیسی کا شمار عراق کے انتہائی باکمال لوگوں میں ہوتا تھا، ابن عبدالبر فرماتے ہیں: كان عالما مصنفاً متقناً و كان نظاراً جدلياً و كان فيه كبر عظيم و كان يذهب الى مذهب اهل العراق فلما قدم الشافعي و جالسه و سمع كتبه انتقل الى مذهبه۔ (۲) (بڑے عالم پختہ کار مصنف تھے مناظرے میں فائق اور بحث و مباحثے میں طاق تھے، آپ میں زبردست احساسِ برتری پایا جاتا تھا، اہل عراق کے مسلک کو اختیار کرتے تھے امام شافعی کی آمد ہوئی اور آپ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوا، آپ کی کتابیں سنیں تو آپ کا مسلک اختیار کرلیا۔)

امام اسحاق ابن راہویہ گرچہ مجتہد ہیں، لیکن آپ نے بھی امام شافعی سے بہت استفادہ کیا ہے، آپ کی کتابوں کا جائزہ لے کر بہت حد تک آپ کے مسلک کو اختیار کیا ہے، اس معاملہ میں آپ کا حال لگ بھگ وہی ہے جو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں: و كان من جلة العلماء و اصحاب الحديث الحفاظ، له كتب كثيرة و مصنفات في الفقه و لم يتحقق بالشافعي الا انه كتب كتبه و صحبه و له اختيار كاختيار أبي ثور۔ (۳) (آپ جلیل القدر عالم تھے، حفاظ حدیث میں تھے، آپ کی کئی کتابیں و تصنیفات ہیں جو فقہ سے تعلق رکھتی ہیں، آپ کو شافعی تو نہیں کہا جا سکتا لیکن آپ نے امام شافعی کی کتابوں کو استفادے کے لیے لکھا ہے، اور امام شافعی کی صحبت میں بھی رہے، ابوثور کی طرح آپ بھی مسائل کا انتخاب کرتے تھے) (یعنی امام شافعی کے پورے تابع نہ تھے) عراق کے باکمال

(۱) الانتقاء ۱/۱۰۷ (۲) الانتقاء ۱/۱۰٦ (۳) الانتقاء ۱/۱۰۸

لوگوں میں ایک نمایاں نام زعفرانی کا ہے، امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں: کان یذھب الی مذھب اھل العراق فترکه و تفقه للشافعي و کان نبیلاً ثقةً مأموناً ، قرأ علی الشافعي الکتاب کله ۔(۱) (آپ اہل عراق کے مسلک پر عمل کرتے تھے پھر اسے چھوڑ دیا اور امام شافعیؒ کی فقہ کو اپنا لیا، بڑے باکمال شخص تھے، ثقہ تھے، ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ و دور تھے، براہ راست امام شافعیؒ کے سامنے آپ کی تمام کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عراق میں اپنے علمی کارنامے بھی چھوڑ گئے، اور جیتی جاگتی و زندہ و تابندہ یادگاریں بھی چھوڑیں، جنھوں نے آپ کے بعد آپ کے مشن کو جاری رکھا، بعد کے زمانے میں فقہاء محدثین بڑی تعداد میں پیدا ہوتے رہے، اس باب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ہمیشہ ناقابل فراموش رہے گا، اہل بغداد نے آپ کو ناصر الحدیث کا جو لقب عطا فرمایا وہ اپنے اندر گہری معنویت رکھتا ہے، اس کا ایک تاریخی پس منظر بھی ہے، کچھ باتیں اس باب میں بیان کی گئیں کچھ اور آئندہ امام شافعی اور علم حدیث کے عنوان سے آئیں گی۔

سفر عراق کے ثمرات امام نوویؒ کے الفاظ میں

امام نوویؒ (۲) نے اس سفر کے گہرے اور دوررس اثرات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"فلما اشتهرت جلالة الشافعي رحمة الله عليه في العراق و سار ذكره في الآفاق واذعن بفضله الموافقون والمخالفون ، واعترف به العلماء اجمعون وعظمت عند الخلائق وولاة الأمور مرتبته ،واستقرت عندهم جلالته و امامته وأظهر من بيان القواعد ومهمات الأصول ما لم يعرف لمن عداه و امتحن في مواطن كثيرة مما لا يحصیٰ من المسائل فكان جوابه فيها من الصواب والسداد بالمحل الأعلیٰ والمقام الأسنیٰ ،عكف عليه للاستفادة منه الصغار و الكبار والأئمة الأخيار اهل الحديث والفقه وغيرهم، ورجع كثير منهم عن مذاهب كانو عليها،

(۱) الانتقاء ۱/۱۰۵

(۲) محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف الحورانی النووی الشافعی، فقہاء شوافع کے سب سے ممتاز فقیہ، شافعی ثانی کہلانے کے اصل حقدار، محدثِ جلیل، فقیہ نبیل، زاہد وقت عابد زمانہ، بعد والوں کے لیے مثالی نمونہ۔ اللہ نے آپ کو آپ کی تمام تصنیفات کو ہر دور میں بڑی مقبولیت نصیب فرمائی، ۶۳۱۔۶۷۶ (سیر أعلام النبلاء ۔۱۷/۳۲۱)

الیٰ مذهبه وتمسکو بطریقته، کأبی ثور وخلائق من الأئمة ،وترك کثیر منهم الأخذ من شیوخهم وکبار الأئمة لا نقطاعهم الی الشافعی حین رأوا عنده مالا یجدون عند غیره ،وبارك الله الکریم له ولهم فی تلك العلوم الباهرة والمحاسن المتظاهرة والخیرات المتکاثرة ، ولله الحمد علیٰ ذلك وعلیٰ سائر نعمه التی لا تحصیٰ". (۱)

(جب عراق میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان خوب نمایاں ہوئی، عالم اسلام کے گوشے گوشے میں آپ کا چرچہ ہونے لگا ،اور آپ کے فضل وکمال کا اعتراف موافق مخالف سب نے کیا، تمام علماء نے آپ کی حیثیت کو مان لیا، عام لوگوں اور اصحاب اقتدار دونوں کو آپ کے مقام ومرتبہ کی عظمت معلوم ہوئی ،آپ کی امامت وجلالت شأن کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا، جب آپ نے بنیادی قواعد اور اہم ترین اصول واضح کئے ، جو آپ کے علاوہ کسی اور سے واضح نہیں کئے جا سکے، اسی طرح مختلف مواقع پر آپ کا امتحان لیا گیا، طرح طرح کے سوالات پوچھے گئے اور آپ نے ہمیشہ نہایت درست جواب دئے ،اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر جواب جو ہو سکتے تھے وہ آپ نے مرحمت فرمائے، جب لوگوں نے آپ کے یہ کمالات دیکھے تو سب کے سب آپ سے فائدہ اٹھانے کے لیے ٹوٹ پڑے، چھوٹے بڑے سب یہاں تک کے فقہ وحدیث کے بڑے بڑے ائمہ نے بھی آپ سے وابستگی اختیار کی، بہت سارے ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے سابقہ مسلک سے رجوع کرلیا اور آپ کے طریقے کو اختیار کیا، جیسے امام ابوثور اور ان جیسے دوسرے حضرات، ایک بڑی تعداد ان حضرات کی بھی تھی جنکو امام شافعیؒ سے وابستگی کی بنیاد پر اپنے مشائخ وائمہ سے استفادہ چھوڑنا پڑا ،اس کی وجہ یہ ہیکہ یہ حضرات آپ کی شخصیت وعلوم میں وہ سب چیزیں پا رہے تھے جو دوسرے حضرات کے یہاں نہیں تھی، آپ کو اور آپ کے اصحاب کو وہ تمام علوم اللہ کی طرف سے مبارک ہوں جو نور سے معمور ہیں، وہ کمالات مبارک ہوں جو برستے ہی جا رہے ہیں، وہ انعامات مبارک ہوں جن میں خوب اضافہ ہو رہا ہے، اس عظیم نعمت پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر، اللہ کی تمام نعمتوں پر صرف اسی کا شکر وتعریف جو نعمتیں شمار میں نہیں آسکتی ہیں۔)

(۱) تهذیب الأسماء واللغات ، ۱/۶۹

مصر کا قیام اور علمی مشاغل

بغداد سے واپسی اور مصر کی تیاری

۱۹۵ھ میں آپ کا بغداد جانا ہوا، اور تقریباً دو سال کے بعد ۱۹۷ھ میں آپ مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور تھوڑی مدت مکہ میں رہ کر ۱۹۸ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لے گئے، وہاں برائے نام قیام رہا، بعض حضرات مورخین نے ایک دو مہینہ قیام کا ذکر کیا ہے، اندازہ یہی ہے کہ اس سفر میں آپ کا ارادہ طویل قیام کا نہیں تھا، صرف حالات کا جائزہ لینا مقصود تھا، جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے شاگرد اس کام کو بہت اچھے طریقہ سے سنبھالے ہوئے ہیں تو اس وقت آپ نے عالم اسلام کے تیسرے بڑے مرکز یعنی مصر جانے کا ارادہ فرمایا۔

مصر جانے کی وجہ

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ہارون رشید کے زمانے میں امام شافعیؒ کا بغداد سے مصر جانا ہوا تھا۔ اس کا اعتبار کیا جائے تو آپ کا دو دفعہ مصر جانا متعین ہوتا ہے، (۱) اس لیے کہ ہارون رشید کا انتقال ۱۹۳ھ میں ہوا، اگر پہلے مصر جانا تسلیم کیا جائے تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت آپ نے حالات کا جائزہ لیا ہو اور اسی وقت سے ارادہ کرلیا ہو کہ مستقبل میں یہاں ضرور آنا ہے، تاکہ یہاں کے حالات کو بھی صحیح رخ پر ڈال دیا جائے، مصر کا پہلا سفر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو آپ کا ارادہ مصر جانے کا پہلے ہی سے تھا، وہ بھی ایک

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۲۰

مقصد ہی کے تحت، آپ کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان مرادیؒ (۱) کہتے ہیں امام شافعیؒ کے مصر آنے سے قبل ہی میں آپ سے وابستہ ہو چکا تھا، آپ نے ایک دفعہ مجھ سے مصر والوں کے بارے میں دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا، وہاں دو طبقہ ہیں، ایک طبقہ امام مالکؒ کے مسلک کی طرف مائل ہے، اسی کی حمایت کرتا ہے، دوسرا طبقہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی حمایت کرتا ہے، آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں انشاء اللہ مصر آؤں گا اور اہل مصر کے سامنے وہ چیز پیش کروں گا جس کے بعد ان کو دونوں میں سے کسی کے مسلک کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ (۲) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو کام آپ نے عراق میں فرمایا تھا اسی سلسلہ کو مصر میں بھی آگے بڑھانا چاہتے تھے، اسی کے لیے مصر کا سفر اختیار فرمایا، اس کا پہلے ہی سے شوق بھی تھا، اور ارادہ شاید یہی تھا کہ زندگی کے باقی ایام یہیں بسر کئے جائیں، کچھ اشعار بھی آپ نے کہے ہیں جن سے مصر جانے کا شوق معلوم ہوتا ہے، فرماتے ہیں ؎

وقد اصبحت نفسی تتوق الیٰ مصر   ومن دونها أرض المهامة والقفر
فوالله ما أدری ألـلفوز والغنی   أساق الیها ام أساق الی قبری

(دل مصر پہنچنے کے لیے بے چین ہے، اس سے پہلے صحراؤں کو بھی عبور کرنا ہے، واللہ مجھے نہیں معلوم، کامیابی اور بے نیازی کے لیے وہاں لے جایا جا رہا ہوں، یا اپنی قبر کی طرف کشاں کشاں پہونچایا جا رہا ہوں، راوی کہتے ہے کہ ان اشعار میں جو باتیں بیان کی ہیں دونوں باتیں پوری ہویں، کامیابی بھی حاصل ہوی، وہیں انتقال بھی ہوا) (۳)

سرزمین مصر میں

امام شافعیؒ ایک خاص مقصد لے کر مصر تشریف لائے تھے، عالم اسلام کے اس تیسرے مرکز میں بھی فقہ وحدیث کے درمیان مضبوط تعلق قائم کر کے اسے نافذ کرنا چاہتے تھے، اپنی ذاتی وجاہت کو عام کرنا نہ کبھی آپ کا مقصد رہا، نہ آپ کا ذہن کبھی اس طرف گیا، اللہ کی عطا

---

(۱) ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار ابو محمد المرادی المصری (۱۷۴-۲۷۰) امام شافعی کے شاگرد خاص محدث وفقیہ۔ امام شافعی کے علوم کو عام کرنے میں آپ کا کردار ہمیشہ ناقابل فراموش رہے گا۔
(۲) توالی التاسیس ۱۵۲   (۳) توالی التاسیس ۱۷۷

کی ہوئی علمی امانت کو عالم اسلام کے مراکز تک پہونچانے کو آپ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے، عراق میں آپ نے جو انقلاب برپا کیا تھا اور وہاں آپ کے شاگردوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی، جن میں امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوثورؒ، حسین الکرابسیؒ، امام اسحاق ابن راہویہؒ، امام زعفرانیؒ وغیرہ تھے جس کی گواہی خود امام ابوثور نے دی ہے، فرماتے ہیں: كنت انا واسحاق ابـن راهـويه وحسين الكرابسي وجماعة من العراقيين ،ما تركنا بدعتنا حتىٰ رأينا الشافعي (۱) (میں خود حضرت اسحاق بن راہویہ حسین الکرابسی اور اہل عراق کی ایک جماعت ہم نے اپنی نت نئی چیزیں نہیں چھوڑیں یہاں تک کے ہم نے امام شافعی کو دیکھ لیا، (یعنی آپ کے ذریعہ صحیح راستے پر آسانی سے چلنا ممکن ہوا)۔

مصر میں علمی انقلاب

یہی کام آپ مصر میں کرنا چاہتے تھے، امام احمد بن حنبل سے آپ نے وعدہ لیا تھا کہ وہ بھی مصر آئیں گے، اس کی وجہ شاید یہی ہو کہ وہاں بھی عراق کی طرح ایک خاص طرز فکر کی بنیاد ڈال سکیں، امام احمدؒ نے وعدہ بھی فرمایا تھا، لیکن کسی مجبوری کے بناء پر نہ آسکے۔ (۲)

حرملہ بن یحییٰ (۳) کہتے ہیں: سمعت الشافعي يقول وعدني احمد ان يقدم علىّ مصر، (۴) (امام احمد نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے پاس مصر آئیں گے) امام احمد خود تو نہ آسکے لیکن آپ بہت ترغیب دیتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھی جائیں، بالخصوص وہ کتابیں جو آپ نے مصر میں تألیف فرمائی ہیں، اور خود بھی اس کا اہتمام رکھتے تھے، ایک دفعہ آپ نے محمد بن مسلم بن وارہؒ سے کہا (۵) عليك بالكتب التي صنفها في مصر (۶) (تم امام شافعیؒ کی وہ کتابیں دیکھو جو آپ نے مصر میں تصنیف فرمائی ہیں) پھر

(۱) حلية الأولياء ۹/۱۱۰ (۲) حلية الأولياء ۹/۱۰۸ (۳) حرمله بن يحيىٰ بن عبدالله التجيبي المصري، (۱۶۶-۲۴۳) فقیہ محدث، امام مسلم کے شیخ، امام شافعی کے خاص شاگردوں میں ایک۔ (۴) حلية الأولياء ۹/۱۰۸ (۵) محمد بن مسلم بن عثمان ابوعبداللہ الراضی، ابن وارہ کے نام سے مشہور، امام نسائی کے استاد، حافظ حدیث جلیل القدر محدث، ثقہ، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ سرزمین رَی میں آپ کے زمانے میں آپکا کوئی ہمسر نہ تھا، پیدائش ۱۹۰ تقریباً، وفات ۲۷۰، سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۴۳ (۶) حلية الاولياء ۹/۱۰۴

فرمایا:فانه وضع هذه الكتب بالعراق ولم يحكمها ثم رجع الى مصر فأحكم ذلك۔ (امام شافعی نے عراق میں کتابیں لکھی تھی، لیکن یہاں پوری پختگی اور مضبوطی کے ساتھ وہ کتابیں نہیں لکھی تھیں، مصر میں انہی کتابوں کو دوبارہ دیکھا اور پوری مضبوطی و پختگی کے ساتھ ان کتابوں کو تحریر فرمایا۔)

سرزمین شام میں

مصر آتے ہوئے آپ کا گذر شام سے بھی ہوا، یقینی بات ہے کہ وہاں آپ نے امام اوزاعیؒ کے علوم کو کچھ نہ کچھ اخذ کیا ہوگا، آپ کے ایک شاگرد کہتے ہیں؛ خرجنا من بغداد مع الشافعي يريد مصر فدخلنا حرّان (۱) (ہم امام شافعیؒ کے ساتھ بغداد سے نکلے آپ کا ارادہ مصر جانے کا تھا ہم حران میں داخل ہوئے) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شام میں کچھ نہ کچھ آپ کا ٹھہرنا ہوا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہیں امام اوزاعیؒ کی فقہ پر مشتمل کتاب آپ نے لی ہو۔ عمرو بن خالد کہتے ہیں: امام شافعی میرے پاس آئے اور آپ نے مجھ سے موسیٰ ابن اعین (۲) کی کتاب لی۔ یہی وہ کتاب ہے جو امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے بعض مسائل کے ردّ میں لکھی تھی۔ پھر امام ابو یوسف نے امام اوزاعی پر رد لکھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا بھرپور جائزہ لے کر امام ابو یوسفؒ پر رد لکھا (۳) یہ کتاب "سير الأوزاعي" کے نام سے مشہور ہے، اور امام شافعیؒ کی کتابوں میں ایک خاص حیثیت رکھتی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف فرماتے ہوئے کہتے ہیں؛ لم يكن بالشام مثل الأوزاعي قطّ (۴) (سرزمین شام میں امام اوزاعی کی طرح کوئی نہ ہوا) اسی طرح مصر کے سب سے بڑے فقیہ حضرت لیث سے ملاقات نہ ہونے کا بھی آپ کو ہمیشہ افسوس رہا۔ (۵) لیکن مصر پہنچنے کے بعد آپ کے شاگرد یحییٰ بن حسان (۶) سے بہت کچھ اخذ کیا (۷) امام لیث

(۱) تاریخ دمشق ۲۲۰/۵۴ (۲) موسیٰ بن اعین ثقہ راوی امام ذھبی نے آپ کو الامام الحجۃ کے لقب سے یاد کیا ہے، شیخین نے آپ سے روایت لی ہے، امام لیث کے شاگرد، وفات ۱۷۷، سیر ۲۸۰/۸ (۳) توالی التأسیس ۱۵۳ (۴) حلية الاولياء ۱۱۵/۹ (۵) حلية الاولياء ۱۱۶/۹ (۶) یحییٰ بن حسان بن حیان ابو زکریا الکبری المصری (سیر ۱۲۸/۱۰) کئی نامور محدثین کے شیخ امام شافعی نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ امام مالک اور امام لیث کے شاگرد ۱۴۴۔۲۰۸ (۷) توالی التأسیس ۱۵۰

کے تمام فتاویٰ معلوم کیے، امام مالکؒ کے مسلک کو خود ہی جانتے تھے، مزید امام مالک کے شاگرد اشہبؒ کی کتابوں سے پورے مسلک کو اچھی طرح سمجھ لیا، (۱) فقہ حنفی کو تو خود ہی براہِ راست امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فرما چکے تھے، گویا مراکز اسلام کے تمام بنیادی فقہی مسالک کو اپنے سامنے رکھ کر آپ نے مصر میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع فرمایا (۲)

بحر بن نصر الخولانی (۳) فرماتے ہیں: قدم الشافعی من الحجاز فبقی مصر اربع سنین ووضع هذه الکتب و کان اقدم معه من الحجاز کتب ابن عیینه ،وخرج الی یحییٰ ابن حسان فکتب عنه ،واخذ کتباً من اشهب فیها مسائل ،و کان یضع الکتب بین یدیه ویصنف (۴) (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حجاز سے مصر تشریف لائے، یہاں چار سال رہے، اپنی کتابیں تصنیف فرمائیں، حجاز سے آپ سفیان ابن عیینہ کی کتابیں لے آئے تھے یہاں آپ یحییٰ ابن حسان کے پاس گئے، ان سے بہت کچھ حاصل کیا اور لکھا، (یعنی امام لیث کا مسلک) امام مالک کے شاگرد اشہب کی کتابوں کو بھی لیا جن میں بہت سارے مسائل تھے۔ آپ ان تمام کتابوں کو اپنے سامنے رکھ کر تصنیف وتالیف کا کام فرماتے تھے۔)

مصر میں آپ کے شاگرد

عراق کی طرح مصر میں بھی اللہ نے آپ کو باکمال شاگرد عطا فرمائے، جنہوں نے آپ کے علم کو مدون کیا اور پوری دیانت داری کے ساتھ اسے عام کیا۔ یہ آپ کے شاگرد ہی نہ تھے، بلکہ ان کی حیثیت لگ بھگ بیٹوں کی سی ہو گئی تھی۔ جس والہانہ انداز میں مصر کے علماء نے آپ کے لیے اپنے دل کے دروازے کھولے وہ شافعیت کی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد حضرت ربیع فرماتے ہیں:

کان الشافعی حسن الوجه حسن الخلق محبباً الیٰ کل من کان بمصر فی وقته فی الفقهاء والنبلاء والأمراء، کلهم یجل الشافعی ویعظمه۔ (۵)

---

(۱) توالی التاسیس ۱۵۰ (۲) توالی التاسیس ۱۵۱۔۱۵۰ (۳) بحر بن نصر بن سابق ابو عبد اللہ الخولانی المصری (سیر ۱۲/۵۰۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، ثقہ محدث ۱۷۴۔۲۶۷

(۴) توالی التاسیس ۱۵۰ (۵) تهذیب الاسماء واللغات ۱/۸۴ تهذیب التهذیب ۱۱/۷

(امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے حسین وجمیل تھے، صاحب کردار تھے، اپنے زمانے میں تمام اہل مصر کے محبوب تھے، کیا فقہاء کیا امراء کیا اہل فضل وکمال حضرات سب آپ کی بڑی تعظیم کرتے بڑا احترام کرتے۔)

ہارون بن سعید الأیلی (۱) کہتے ہیں: ''ما رأیت مثل الشافعی قط ولقد قدم علینا مصر ،فقالوا قدم رجل من قریش فقیه ،فجئناه وهو یصلی ،فما رأینا احسن وجهاً منه ولا احسن صلاةً ،فافتتنّا به ، فلما قضی صلاته تکلم فما رأینا احسن منطقاً منه۔" (۲) (میں نے شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، آپ ہمارے پاس مصر تشریف لائے، لوگوں میں چرچا ہوا کہ قریش کے ایک شخص آئے ہیں، جو فقیہ ہیں، ہم آپ کے پاس آئے، آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے آپ سے زیادہ حسین چہرہ کسی کا نہیں دیکھا، آپ سے اچھی نماز بھی کسی کی نہیں دیکھی، بس ہم آپ کے گرویدہ ہو گئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے گفتگو فرمائی، آپ سے اچھی زبان بھی ہم نے کسی کی نہیں دیکھی) آپ کے ساتھ ایک جماعت صرف آپ کی محبت میں مصر چلی آئی۔ امام حمیدی فرماتے ہیں: لما خرج الشافعی من مکة الی مصر وفاتنا بنفسه خرجنا خلفه الیٰ مصر، (۳) (جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مکہ سے مصر تشریف لے گئے، اور ہم آپ کے وجود سے محروم ہو گئے تو ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے مصر چلے آئے۔)

یحییٰ بن حسان آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، فرماتے ہیں، میں نے شافعی جیسا نہیں دیکھا، آپ ایک مرتبہ مصر آئے اور کہنے لگے میں تو صرف امام شافعی کو سلام کرنے آیا ہوں (۴)

آپ کی مصر میں آمد نے علماء اسلام کا رخ مصر کی طرف موڑ دیا، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثم خرج الشافعی رحمه الله الیٰ مصر ۱۹۹ھ وصنف کتبه الجدیدة کلها بمصر وسار ذکره فی البلدان ،وقصده الناس من الشام والیمن والعراق وسائر النواحی والأقطار للتفقه علیه والروایة عنه وسماع کتبه منه

---

(۱) هارون بن سعید الأیلی السعدی نزیل مصر، ثقہ محدث، فقیہ (۱۷۰۔۲۵۳) (۲)، توالی التأسیس ۹۲۔۹۳، الانتقاء ۷۸/۱ (۳) الانتقاء ۸۹/۱ (۴) تهذیب الاسماء واللغات ۷۹/۱

وأخذها عنه ،وساد اهل مصر وغيرهم وابتكر كتباًلم يسبق اليها ،منها اصول الفقه ،وكتاب القسامة،وكتاب الجزية ،وكتاب قتال اهل البغي وغيرها۔(۱)

(پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹ھ میں مصر کے لیے رخت سفر باندھا، اپنی تمام جدید کتابیں مصر ہی میں تحریر فرمائیں، بڑے بڑے شہروں میں آپ کا چرچا ہونے لگا، شام، یمن، عراق عالم اسلام کے گوشے گوشے سے لوگ آپ کے پاس آنے لگے، تاکہ آپ سے فقہ کا علم سیکھیں، آپ سے روایت کریں، آپ کی کتابیں براہ راست آپ ہی سے سن کران کا علم آپ سے اخذ کریں، آپ نے اہل مصر اور دیگر حضرات کی قیادت فرمائی، ایسی شاہکار ر کتابیں تصنیف فرمائیں جس کی نظیر نہیں ملتی، جیسے اصول فقه، وكتاب القسامة، وكتاب الجزية، وكتاب قتال اهل البغي وغیرہ۔)

تصنیف وتالیف کی غرض

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بعض مسائل میں کھل کر اختلاف کرنے کی وجہ سے بعض مالکی حضرات نے آپ کے خلاف ایک محاذ بنالیا تھا، آپ کی کتابوں کے تعلق سے بھی آپ کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری، کسی کو خوش کرنے کی لیے آپ کے علمی کام نہیں ہوتے تھے، نہ لوگوں کے عام رجحان سے آپ کبھی متأثر ہوئے، تصنیفات سے اصل مقصود یہی تھا کہ اللہ کے بندوں تک صحیح بات پہنچے، مصر پہنچنے کے بعد جب آپ نے اپنی تصنیفات کا سلسلہ شروع فرمایا اور سابقہ کتابوں کی بھی از سرِ نو تدوین فرمائی تو حالات کے پیشِ نظر آپ کے ایک شاگرد امام بویطی بول اٹھے: انك تتعنّى في تأليف الكتب وتصنيفها ،والناس لا يلتفتون عليك ولا الىٰ تصنيفك ،فقال لي ان هذا هو الحق،والحق لا يضيع (۲) بویطی کہتے ہیں، میں نے کہا، آپ تو کتابوں کی تصنیف وتالیف میں بہت مشقت اٹھا رہے ہیں، لوگ آپ پر توجہ نہیں کریں گے نہ آپ کی تصنیفات کو خاطر میں لائیں گے، آپ نے مجھ سے فرمایا، میں یہ جو تصنیف کررہا ہوں وہ حق ہے اور حق کبھی ضائع نہیں ہوتا، جو بات آپ نے فرمائی وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی، عالم اسلام

(۱) تهذيب الاسماء واللغات ۱/۶۷ (۲) تاریخ دمشق ۲۹۰/۵۴

کے کونے کونے سے لوگ آئے اور آپ کی کتابوں کے ذریعہ علم کے سچے موتیوں سے اپنا دامن بھر گئے، آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، آپ کے شاگرد ربیع بن سلیمان المرادیؒ سے آپ کی کتابوں کی سماعت کے لیے ہر طرف سے لوگ آتے تھے، بسا اوقات آپ کے گھر کے دروازے کے پاس نوسو کے قریب سواریاں دیکھی گئیں، (۱) سب دور دراز سے محض امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں سننے کے لیے آئے تھے۔

مصر آنے کے بعد یا اس سے کچھ پہلے آپ کو بواسیر کا شدید مرض لاحق ہو گیا تھا، ایک دفعہ ایسے سخت بیمار ہوئے کہ مایوسی ہونے لگی، ان تمام چیزوں کے پیش نظر آپ اپنا کام جلد از جلد مکمل کرنا چاہتے تھے، تاکہ جس مقصد کے لیے مصر آنا ہوا تھا وہ مقصد بھرپور طریقے سے پورا ہو جائے تمام فقہی مکاتبِ فکر کا مکمل جائزہ لینے کہ بعد آپ نے جو تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع فرمایا تو آخر تک یہ سلسلہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ جاری رہا۔

مصر کی مصروفیات

امام ربیع فرماتے ہیں: أقام الشافعی ھھنا اربع سنین فأملی الفاً و خمسمأة ورقاً، وخرج کتاب الأم ألفی ورقة، و کتاب السنن، و اشیاء کثیرة، کلھا فی مدة اربع سنین۔ و کان علیلاً شدید العلة، وربما خرج الدم وھو راکب حتیٰ تمتلیٔ سراویلہ و خفہ، یعنی من البواسیر۔ (۲) (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں چار سال قیام فرمایا اور تقریباً ایک ہزار پانچ سو اوراق لکھوائے، دو ہزار اوراق پر مشتمل کتاب الأم لکھی، اس کے علاوہ کتاب السنن اور دوسری چیزیں بھی صرف چار سالہ مدت میں تحریر فرمائی، آپ سخت بیمار رہتے تھے، بسا اوقات سوار ہونے کی حالت میں خون نکلنا شروع ہوتا جس سے پائجامہ بلکہ موزے تک خون آلود ہو جاتے، یعنی بواسیر کی سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا) اس قدر سخت تکلیف کے باوجود کتابوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی کے ساتھ مختلف علوم وفنون کے درس کا سلسلہ بھی چلتا رہا، علمی مجالس کی اپنی بہاریں تھیں، جو آتا مسرور ہو کر جاتا، مجلس کی رنگا

(۱) تھذیب الأسماء واللغات ۱/۰۷ (۲) توالی التأسیس ۷۷ا

رنگی کی ایک اپنی الگ شان تھی، کرابیسی (۱) فرماتے تھے: ما رأيت مجلساً قط أنبل من مجلس الشافعي، كان يحضره اهل الحديث و اهل الفقه و اهل الشعر و كان يأتيه كبار اهل اللغة و الشعر فكل يتكلم منه۔ (۲) (میں نے امام شافعی کی مجلس سے زیادہ باغ و بہار مجلس کسی کی نہیں دیکھی، آپ کی مجلس میں حضرات محدثین فقہاء اور شعر و شاعری سے دلچسپی لینے والے ہر قسم کے لوگ آیا کرتے تھے، بڑے بڑے زبان و لغت کے ماہر بھی آتے تھے، ہر ایک سے آپ گفتگو فرماتے۔)

علمی مجالس

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی مجالس میں حضرت عبداللہ بن عباس کی مجلس کا رنگ جھلکتا تھا، چونکہ آپ مکہ مکرمہ میں پروان چڑھے اور خاندانی نسبت بھی آپ کی وہی تھی جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تھی، مکہ کی علمی نسبت بھی حضرت عبداللہ بن عباس تک پہونچتی ہے، اس لیے لاشعوری طور پر آپ حضرت عبداللہ بن عباس سے بہت متاثر تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ آپ کے پاس ہر طبقہ کے لوگ آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب و شاعری، ہر فن کے لیے خاص وقت تھا، اہلِ کمال اپنے اپنے وقت پر آتے اور سیراب ہو کر جاتے، بالکل یہی انداز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک علمی مجالس کا تھا، آپ کے مایہ ناز شاگرد ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں، فجر بعد امام شافعیؒ مسند درس پر تشریف فرما ہوتے، سب سے پہلے قرآن کا علم رکھنے والے حضرات آتے اور استفادہ کرتے، سورج طلوع ہونے کے بعد یہ حضرات تشریف لے جاتے، پھر حضرات محدثین کی آمد ہوتی، احادیث کے معانی و مطالب پر آپ سیر حاصل معلومات فراہم کرتے، سورج خوب بلند ہوتا تو یہ حضرات تشریف لے جاتے، اس کے بعد عمومی طور پر بحث و مباحثہ

---

(۱) ابو علی الحسین بن علی بن یزید البغدادی، سیر ۸۲/۱۲-۸۰ علامہ، مناظر، فقیہ بغداد، نہایت ذہین و فطین امام شافعی کے شاگرد، علم میں نہایت بلند مقام کے حامل، وفات ۲۴۸ھ

(۲) تهذيب الأسماء و اللغات ۸۱/۱

اور علمی مذاکرہ کا ماحول بن جاتا، دن چڑھے یہ عام لوگ بھی چلے جاتے، اخیر میں نحو وصرف، ادب و بلاغت اور شعر شاعری سے متعلق لوگ آتے اور خالص لغت وادب کی محفل جمتی، نصف النہار کے قریب یہ لوگ بھی واپس ہوتے، اسکے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ (۱)

علماءعصر کی حاضری

آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء حاضر ہوتے تھے اور آپ کی ذات سے فائدہ اٹھاتے تھے، حضرت ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں: اصحاب مالك يفخرون فيقولون، كان يحضر مجلس مالك نحو من ستين معمماً، والله لقد عددت في مجلس الشافعي ثلاثة مأة معممٍ سوىٰ من شذ عني۔ (۲) امام مالک کے شاگرد فخر یہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کے مجلس میں لگ بھگ ساٹھ بڑے بڑے علماء تشریف لاتے تھے، واللہ میں نے امام شافعی کے مجلس میں تین سو دستار بند علماء (۳) گنے ہیں، ہوسکتا ہے کہ مجھ سے کچھ اور چھوٹ بھی گئے ہوں، علم اور فضل کی چاہت رکھنے والا ہر طبقہ آپ کی مجلس سے سیراب ہو کر جاتا، کسی کو تشنگی کی شکایت نہ رہتی۔

محمد بن عبدالحکم فرماتے ہیں: كان اصحاب الحديث يجيئون اليه، ويعرضون عليه غوامض علم الحديث، وكان يوقفهم على أسرار لم يقفوا عليها، فيقومون وهم يتعجبون منه، واصحاب الفقه الموافقون والمخالفون لا يقومون الا وهم مذعنون له، واصحاب الأدب يعرضون عليه الشعرفيبين لهم معانيه، وكان يحفظ عشرة آلاف بيت لهذيل باعرابها ومعانيها، وكان من اعرف الناس بالتواريخ، وكان ملاك العمل اخلاص العمل لله۔ (۴)

اصحاب حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور علم حدیث کے پیچیدہ مباحث آپ کے سامنے پیش کرتے، آپ ان کو ایسی گہری باتیں بتاتے جو ان کو پہلے سے معلوم نہیں

---

(۱) توالی التأسیس ۱۰۵ (۲) تاریخ الاسلام للذھبی ۱۴/ ۳۲۵ (۳) اصل میں معمم کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب عمامہ پوش یا دستار بند حضرات کا ہے، اس زمانے میں بڑےِ علماء کی یہ خاص پہچان ہوا کرتی ہوگی۔ (۴) مرآۃ الجنان ۲/ ۱۹

ہوتیں، سب اصحاب حدیث تعجب کرتے ہوئے رخصت ہوتے، اصحاب فقہ میں موافق مخالف سب آتے، اور آپ کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوتے۔ اصحاب ادب آکر اشعار پیش کرتے، آپ اشعار کے معانی و مطالب کو خوب کھول کھول کر بیان فرماتے، صرف قبیلہ ہذیل کے دس ہزار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے، ان کے معانی و مطالب سے بھی آپ واقف تھے، اور ان اشعار کو بغیر کسی غلطی کے صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا جانتے تھے، آپ کا شمار ان حضرات میں ہوتا ہے جو تاریخ سے سب سے زیادہ واقف تھے، آپ کے اعمال کی اصل بنیاد اللہ کے لیے اپنے کام کو خالص کرنے کا جذبہ تھا۔

علمی ذوق

علمی ذوق آپ کی طبیعت میں رچ بس گیا تھا، گھر تشریف لاتے تو وہاں بھی علمی شگفتگی قائم رہتی، تاریخ کے دلچسپ واقعات بیان کرنے پر آتے تو معلوم ہوتا کہ ایک دریا رواں ہے جو شاید پایاب نہ ہو، آپ کے خاص شاگرد ربیع بن سلیمانؒ جو علمی مجالس ہی کے نہیں بلکہ گھر کے بھی ایک فرد کی حیثیت اختیار کر گئے تھے، فرماتے ہیں: وكان الشافعي اذا خلا في بيته كالسيل يهدر في ايام العرب۔ (۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے گھر میں تنہا ہوتے تو عرب کے گزرے ہوئے مشہور واقعات کو بیان کرنے کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا، لگتا تھا کہ ایک سیل رواں ہے بہا جا رہا ہے۔

زعفرانی (۲) جو عراق کے شاگرد ہیں وہ بھی آپ کے وسعت علم کو یوں بیان کرتے ہیں: ما رأيت احداً قط افصح و لا أعلم من الشافعي، وكان اعلم الناس و افصح الناس، وكان يقرأ عليه من كل الشعر فيعرفه، ما كان الا بحرا (۳) میں نے امام شافعی سے بڑھ کر کبھی کسی فصیح و بلیغ شخص کو نہیں دیکھا، نہ آپ سے بڑا کوئی عالم دیکھا، آپ لوگوں میں سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے فصیح شخص تھے، ہر طرح کے اشعار آپ

---

(۱) الانتقاء ۱/۹۲ (۲) ابو علی الحسن بن محمد بن الصباح البغدادی الزعفرانی، بغداد سے قریب ایک گاؤں زعفران کی طرف منسوب، ممتاز محدث اور فقیہ، امام شافعی کے ممتاز شاگرد، امام بخاری کے شیخ ۱۷۵۔۲۶۰ (۳) الانتقاء ۱/۹۲

کے سامنے پڑھے جاتے، آپ خوب پہچان جاتے، آپ کے کیا کہنے علم کا ایک سمندر تھے۔

صحیح علم کی ترغیب وتلقین

علمی مجالس کی اس رنگا رنگی اور شگفتگی کے باوجود اس کا بڑا خیال رکھتے کہ کوئی غلط علم کا شکار ہوکر اپنی راہ کھوٹی نہ کرے، علم صحیح اور علم نافع پر ہمیشہ زور دیتے اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کو اصل بنیاد بنانے کی ہمیشہ تاکید فرماتے، اپنے بعض اشعار میں علم کی حقیقت کس قدر خوبصورت انداز مین بیان فرمائی ہے:

کل العلوم سوی القرآن مشغلة　　الا الحدیث والا الفقه فی الدین

العلم ما کان فیه قال حدثنا (۱)　　وما سوی ذلك وسواس الشیاطین (۲)

(قرآن کے علم کے علاوہ ہر علم سوائے تفریح کے کچھ نہیں ہاں حدیث اور تفقہ فی الدین کی بات دوسری ہے، علم تو وہ ہے جس میں "قال حدثنا" کہا جائے، اس کے علاوہ باقی سب شیطانی خیالات ہیں)

اپنے شاگردوں پر اس سلسلہ میں کڑی نظر رکھتے تھے کہ کہیں وہ غلط علم کے ہاتھوں برباد نہ ہوجائیں، چونکہ آپ نے عراق میں اچھے اچھوں کو بھٹکتے ہوئے دیکھا تھا جو ذہانت وفطانت میں فائق تھے، لیکن علم کے غلط رخ نے ان کو ہمیشہ کے لیے ایک خطرناک راستے پر ڈال دیا جہاں سے وہ واپس نہ آسکے، اسلیے مصر میں آپ نے ہمیشہ اس کی کوشش فرمائی کہ صحیح علم کی ڈگر سے کوئی بھی ہٹنے نہ پائے، کسی میں ذرا بھی کمی یا کمزوری دیکھی آپ نے اسے درست کر دیا، آپ کے نہایت مشہور شاگرد بلکہ آپ کے علم کے امین امام مزنیؒ (۳) فرماتے ہیں؛

---

(۱) محدثین کرام سلسلہ سند کو بیان کرنے کے لیے قال حدثنا یا اس جیسے الفاظ استعمال فرماتے تھے، گویا امام شافعیؒ فرمارہے ہیں علم تو وہ ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے آیا ہے، باقی آپ (ﷺ) کی طرف سے آئے ہوئے علم سے ٹکرانے والی ہر چیز شیطانی وسوسہ ہے۔ (۲) البدایه والنهایه ۱۰/۲۵۴

(۳) ابو ابراهیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل المزنی المصری، (۱۷۵-۲۶۴) امام وقت فقیہ ملت ممتاز زاہد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی فائق شاگرد خود امام شافعی کے علم کو عام کرنے والے شاگرد ہیں امام شافعی فرماتے ہیں؛ المزنی ناصر مذهبی، مزنی میرے مسلک کے پشت پناہ ہیں۔

لـمـا وا فـي الشـافـعـي مـصـر ،قلت في نفسي ،ان كان احد يخرج ما في ضـميـرى وما تعلق به خاطرى من امر التوحيد فهو ، فصرت اليه وهو في مسجد مـصـر ،فـلـمـا جثـوت بين يديه قلت ،انه هجس في ضميرى مسألة في التوحيد ،فـعـلـمـت أن أحداً لا يعلم علمك ، فغضب ثم قال ،اتدرى أين أنت ،قلت نعم ، قـال ،هذ الموضع الـذى غـرق فيـه فـرعون ،ابلغك ان رسول الله صلّى الله عليه وسلـم أمـر بالسوال عن ذلك، فقلت لا، فقال هل تـكـلـم فيه الصحابة ،قلت لا، تـدرى كـم نجوم السمآء ،قلت لا، فكو كب منها تعرف جنسه،طلوعه، أفوله مم خـلـق قلت لا ،قال فشيئ تراه بعينك من الخلق لست تعرفه ،تتكلم في خالقه ،ثم سـألنى عن مسألة في الوضوء،فأخطأت فيها ،ففرعها علىٰ اربعة اوجه ،فلم اجب فـى شيئ منها ،فقال، شيئ تحتاج اليه في اليوم خمس مرات، تدع علمه، وتتكلف علم الخالق ،اذا هجس في ضميرك ذلك فارجع الى الله تعالى ،والى قوله والٰهكم الـه واحـد۔الآية والآية بعدها فاستدل بالمخلوق على الخالق ولا تتكلف علم ما لا يبلغه عقلك ،قال فتبت۔(۱)

(جب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ مصر تشریف لائے تو میں نے دل میں کہا اگر کوئی شخص میرے دل میں موجود خیال کو بلکہ میرے دل سے چپکی ہوئی خلش کو دور کرسکتا ہے تو صرف آپ ایسا کرسکتے ہیں، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مسجد میں تھے، جب میں با ادب آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا تو میں نے کہا میرے دل میں اللہ کی وحدانیت سے متعلق کچھ خیالات چپکے چپکے انگڑائیاں لے رہے ہیں، میں جانتا ہوں اس وقت کوئی آپ کی طرح علم رکھنے والا نہیں ہے، میری بات سنکر آپ ناراض ہوئے، فرمانے لگے کچھ معلوم بھی ہے کہ تم اس وقت کہاں ہو؟ میں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں فرعون غرق ہوا، (لہذا بہت احتیاط کرو) کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سلسلہ میں سوال کرنے کا کوئی حکم دیا ہو؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا صحابہ

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی ۱۴/۳۱۹۔۳۱۸

اکرام نے اس بارے میں کچھ گفتگو فرمائی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے دریافت فرمایا تمہیں معلوم ہے آسمان میں کتنے ستارے ہیں؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں، آپ نے کہا ان مین کوئی ایسا ستارہ جس کے طلوع وغروب سے تم واقف ہو، کیا تم یہ بتاسکتے ہو کہ وہ ستارہ کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا ہوں ۔آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کی پیدا کردہ جس چیز کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، اس کے بارے میں تم جب کچھ نہیں جانتے ہو تو پھر پیدا کرنے والے اللہ کے بارے میں کیسے زبان کھول سکتے ہو؟ پھر آپ نے وضو کا کوئی مسئلہ دریافت فرمایا، میں اس کا صحیح جواب نہ دے سکا، آپ نے اس بنیادی مسئلے سے چار مسائل اور مستنبط کیے اور مجھ سے سوال فرمایا مین کسی بھی چیز کا جواب نہ دے سکا، آپ نے فرمایا ایک ایسی چیز جس کی ضرورت تمہیں دن میں پانچ دفعہ پیش آتی ہے اسکے علم کا تمہیں کوئی اتہ پتہ نہیں لیکن اللہ کے بارے میں (اپنی عقل سے)مکمل معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے؟ تمہارے ذہن میں ایسا کوئی خیال آئے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرو اور قرآن کریم کی آیت والھکم الہ واحد اوراس کے بعد والی آیت ان فی خلق السماوات پر مکمل غور کرو، اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کہ ذریعہ اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرو، اس علم کے پیچھے نہ پڑو جہاں تک تمہاری پہنچ نہیں ہے، امام مزنیؒ فرماتے ہے کہ جب میں نے آپ کی بات سنی تو پھر توبہ کر لی)۔

مصر میں گزاری ہوئی پانچ چھ سالہ مدت میں آپ نے وہ کام انجام دیا جس کے لیے آپ مصر آئے تھے، اپنی تمام تصنیفات کا جائزہ لے کر ان کو از سر نو مرتب فرمایا، اپنی تدریس کے ذریعہ باکمال شاگردوں کی ایک جماعت تیار کی علمی مجالس کے ذریعہ مصر کے تمام علماء کے دل میں گھر کر گئے، جذبہ اخلاص سے ہرایک کو متاثر کیا، اتباع سنت کی حقیقی تڑپ پیدا کی آپ کے اس مبارک دور میں مصر سارے عالم اسلام کا سب سے بڑا مرکز بن گیا، چونکہ آپ خود مرکزی شان رکھتے تھے، اسلیے جہاں آپ کے قدم پڑے وہی عالم اسلام کا مرکز بن جاتا، آپ کے بعد ہزاروں لوگوں نے آپ کے شاگردوں سے فائدہ اٹھایا، آپ کی کتابوں سے مستفید ہونے والوں کی تعداد حدو شمار سے باہر ہے۔

قیام مصر کے ثمرات

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ قیام مصر کے ثمرات کو یوں بیان فرماتے ہیں:

نظر فی مذهب المتقدمین وأخذ من الأئمة المتبرزین وناظر الحذاق المتقنین ،فبحث مذاهبهم وسبرها وتحققها وخبرها فلخص منها طریقة جامعة للكتاب والسنة والاجماع والقیاس ،ولم یقتصر علىٰ بعض ذلك كما وقع لغیره، وتفرغ للاختیار والتكمیل والتنقیح مع كمال قوته وعلو همته ،وبراعته فی جمیع انواع الفنون واضطلاعه منها اشد اضطلاع، وهو المبرز فی الاستنباط فی الكتاب والسنة ، البارع فی معرفة الناسخ والمنسوخ والمجمل والمبین والخاص والعام وغیرها من تقاسیم الخطاب فلم یسبقه أحد الی فتح هذالباب ، لأنه اول من صنف فی اصول الفقه بلا اختلاف ولا ارتیاب ،وهو الذی لا یساوی بل لا یدانی فی معرفة كتاب الله وسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم ورد بعضها الی بعض وهو الامام الحجة فی لغة العرب ،فقد اشتغل فی العربیة عشرین سنة وبها یعرف الكتاب والسنة۔(۱)

(امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے گزرے ہوئے فقہاء کے مسلک پر خوب غور کیا، اپنے وقت کے نمایاں ائمہ سے علم حاصل کیا،علم میں رسوخ رکھنے والے ماہرین سے مناظرہ فرمایا، تمام ائمہ فقہاء کے مسالک کی چھان بین کی،ان کو کھنگالا خوب جائزہ لیا اور پوری پوری معلومات حاصل کیں پھران سے اصل مغز لیا،اورایک ایسا طریقہ اختیار فرمایا جو کتاب وسنت اجماع وقیاس سب کو سمیٹے ہوئے تھا،ایک جامع ترین مسلک کی بنیاد ڈالی،دوسرے حضرات کی طرح صرف بعض چیزوں پر اکتفاء نہیں فرمایا،گزرے ہوئے فقہاء کی آراء میں مناسب چیزیں اختیار فرمائیں،نقائص کو دور فرمایا اور ہر چیز کو اچھی طرح پرکھ کر خوب تحقیق وجستجو کے بعد ہی اسے لیا،آپ کی ذہنی صلاحیتیں کمال درجہ کی تھیں ہمت وحوصلہ بہت بلند تھا،ہر قسم کے علوم وفنون سے مالا مال تھے،انتہاء درجہ کا رسوخ وپختگی رکھتے تھے،کتاب وسنت سے استنباط

(۱) تهذیب الاسماء واللغات ۱/۱۷

کرنے میں آپ سب سے نمایاں تھے، ناسخ منسوخ مجمل مبین عام خاص وغیرہ جو شارع کے کلام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے تقسیم کی گئی ہے ان کی پہچان میں نہایت فائق تھے، آپ سے پہلے کسی نے اس دروازے کو کھولا نہیں تھا، سب سے پہلے فقہ کے اصول آپ ہی نے مرتب فرمائے، اس پر سب کا اتفاق ہے، کسی شک کی گنجائش ہی نہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو صحیح سمجھنے اور دونوں میں صحیح جوڑ پیدا کرنے میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا، بلکہ آپ کے قریب پہنچنے والا بھی شاید کوئی نہیں تھا، عربی زبان کے امام بلکہ اسمیں سند کا درجہ رکھتے تھے، آپ لگ بھگ بیس سال تک عربی زبان سے مکمل واقفیت حاصل کرنے میں مشغول رہے، کتاب و سنت کو سمجھنے کا بنیادی ذریعہ عربی زبان ہی ہے) (اس میں آپ سب پر فائق تھے۔)

مصر میں گزرے ہوئے شب و روز حالانکہ بہت زیادہ راحت و آرام کے نہ تھے لیکن جس مقصد کے لیے آپ کی تشریف آوری ہوئی وہ مقصد پورا فرمایا، رات و دن کے سکون کو چھوڑ دیا اور سخت مشقت کے باوجود تدریس، تصنیف اور تربیت کا کام جاری رکھا عبادت و تلاوت کا الگ معمول تھا جو کبھی نہ چھوٹا۔ امام ابومحمد حسین بن مروزی (۱) فرماتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر، فقہ اور ادب میں ایک سو تیرہ (۱۱۳) کتابیں لکھی ہیں۔ (۲)

حضرت ربیع فرماتے ہیں، نمت فی منزل الشافعی لیالی ،فلم یکن ینام فی اللیل الا یسیـــراً (۳) مجھے کئی راتیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں گزارنے کا اتفاق ہوا، آپ رات میں برائے نام سوتے تھے، بحر بن نصر فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے بڑھکر متقی و پرہیزگار اور قرآن کریم کو پرسوز بہترین آواز کے ساتھ پڑھنے والا آپ کے زمانے میں نہ کسی کو دیکھا نہ سنا۔ (۴)

علم و فضل کے تعلق سے آپ کی یہ بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہے: من أحب أن

(۱) ان سے مراد امام ابوعلی حسین بن محمد المروزی ہیں جو اپنے زمانے میں شوافع کے شیخ تھے، مشہور شافعی فقیہ ابوبکر القفال کے شاگرد ہیں وفات ۴۶۲ھ۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۸۵)

(۲) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۴۷ (۳) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۷۵

(۴) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۷۵

يفتح الله قلبه او ينوره فعليه بترك الكلام فيما لا يعنيه واجتناب المعاصی ،ويكون له خبئة (ای خلوة) فيما بينه وبين الله تعالیٰ من عمل ، وقلة الأكل وترك مخالطة السفهاء وبعض اهل العلم الذين ليس معهم انصاف ولا ادب۔(۱)

(جو اس کی چاہت رکھتا ہو کہ اللہ تعالی اس کے دل کو کھول دے اور منور کر دے وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے، گناہوں سے دور رہے، اللہ رب العزت اور اپنے درمیان کوئی پوشیدہ نیک عمل ضرور رکھے، کھانے پینے کا سلسلہ کچھ کم رکھے، نادان لوگوں کی صحبت سے دور رہے، ایسے پڑھے لکھے لوگوں سے بھی کم واسطہ رکھے جو بے انصاف یا بے ادب ہوں۔)

(۱) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۷۵

جوار رحمت میں

شام زندگی

جب آپ مصر تشریف لائے اسی وقت آپ کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ شاید یہ عمر کا آخری دور ہو، جو اشعار آپ نے اس سلسلہ میں کہے ہیں ان میں خود موت کا تذکرہ ہے، بدنی لحاظ سے آپ ویسے بھی ہٹے کٹے نہیں تھے، مصر تشریف لانے کے بعد صحت کچھ اچھی ہوئی لیکن بعد میں آہستہ آہستہ طبیعت گرنے لگی، اور مختلف قسم کے عوارض لاحق ہونے لگے، خاص طور سے بواسیر کا مرض بہت شدت سے حملہ آور ہوا، جس نے گویا آپ کی ساری طاقت نچوڑ لی تھی، آپ کے زمانہ مصر کے مشہور شاگرد یونس بن عبدالاعلی فرماتے ہیں:

ما شاهدت احداً لقی من السقم ما لقی الشافعی ، فدخلت علیه فقال ، اقرأ علی ما بعدا لعشرین والمأة من آل عمران ، فقرأت ولما قمت قال لا تغفل عنی فانی مکروب ، قال یونس عنی بقرأتی ما بعد العشرین والمأة ما لقی النبی صلی الله علیه و سلم واصحابه او نحوه ۔ (۱)

(جس طرح کے گوناگوں امراض کا سامنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا میں نے کسی اور کو اس طرح بیماریوں کا شکار ہوتا نہیں دیکھا، ایک دفعہ خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے سورہ آل عمران کی ایک سو بیس آیت کے بعد سے پڑھنا شروع کرو، میں نے وہاں سے پڑھا

---

(۱) تاریخ الاسلام ، للذهبی ۱۴/۳۴۰

جہاں سے پڑھنے کو کہا گیا، جب پڑھکر فارغ ہوا اور جانے لگا تو فرمانے لگے، (میں نے یونہی یہ فرمائش نہیں کی) میرے بارے میں تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اس وقت شدید کرب کا سامنا کر رہا ہوں، (۱) حضرت یونس خود فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کو سنکر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام کی قربانیوں کو یاد کرنا چاہتے تھے، تاکہ اس کے ذریعہ اپنا غم بھول جائیں)۔

یہ واقعہ ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ امام شافعیؒ بیماری پر صبر کرنے کے ساتھ ساتھ سلف صالح کی قربانیوں کو کس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، صحابہ کرام کی کتنی عظمت آپ کے دل میں تھی، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ساتھ کیسی سچی محبت فرماتے تھے، ان سب کے علاوہ قران کریم کا کتنا صاف ستھرا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، کہ اپنے غم کو بھلانے کے لیے بھی قران کریم کے مؤثر واقعات کا سہارا لیا، جن کا تعلق رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات اقدس اور حضرات صحابہ کرام کی شخصیات سے تھا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ صرف غم بھلانے کا بہانہ ہرگز نہیں تھا بلکہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرات صحابہ کرام کی قربانیوں کے مقابلہ میں اپنی تکلیف کو انتہائی معمولی قرار دینے کی ایک حسین ادا تھی، یہ ایک خراج عقیدت تھا جو آپ کی طرف سے حضرات سلف صالح کی خدمت میں پیش کیا گیا، امید ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کی اس ادا کو شرف قبولیت سے نوازا گیا ہو گا۔ اس سے قبل ہم ذکر کر چکے ہیں کہ بواسیر کے مرض نے آپ کو نڈھال کر دیا تھا، حضرت ربیع فرماتے ہیں و کان علیلاً شدید العلة (۲) آپ نہایت سخت بیمار رہے۔

مرض کی شدت

مختلف امراض سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ نے مصر میں دن گزارے، یہاں تک کہ آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی، آپ کے مشہور شاگرد امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) واضح رہے سورہ آل عمران کی ایک سو بیس آیات کے بعد پہلے غزوہ بدر کا مختصر ذکر ہے، پھر غزوہ احد کا تفصیلی تذکرہ ہے، جسمیں مسلمانوں کو بہت غم اٹھانے پڑے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اصحاب کرام کے غم کو یاد کر کے اپنا غم ہلکا کرنا چاہ رہے تھے۔ (۲) توالی التأسیس ۱۷۷

دخلت على الشافعي في مرضه الذي مات فيه فقلت له ،كيف أصبحت يا أستاذ ،فقال اصبحت من الدنيا راحلاً ولاخواني مفارقاً ولكأس المنية شارباً وعلى الله وارداً ولسوء عملي ملاقياً ،ما ادري روحي تصير الى الجنة فأهنئها او الى النار فأعزيها ،ثم بكى وأنشأ يقول:

ولما قسا قلبي وضاقت مذاهبي　　جعلت رجائي دون عفوك سلما

تعاظمت ذنبي فلما قرنته　　بعفوك ربي كان عفوك اعظما

فما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل　　تجود وتعفو منة وتكرما (۱)

(میں امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ مرض الوفات میں تھے،میں نے کہا استاذ عالی مقام کیسی صبح فرمائی؟ آپ نے فرمایا صبح اس حال میں کی کہ اس دنیا سے چل چلاؤ ہے،اپنے عزیز ساتھیوں کو الوداع کہنا پڑ رہا ہے،موت کا پیالہ نوش کرنے کے قریب پہنچ چکا ہوں اللہ کے دربار میں حاضری کا وقت آ گیا ہے اعمال کی خرابیوں کا سامنا ہے کچھ معلوم نہیں میری روح اللہ کی جنت تک پہنچے گی کہ اسے مبارکباد دوں یا جہنم کی طرف ہانکی جائے گی کہ اس پر ماتم کروں آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور دل کے جذبات ان اشعار میں ڈھل گئے:

''پروردگار جب دل سخت ہو گیا اور نکلنے کے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے تیری عفو و درگزر تک پہونچنے کے لیے اپنی نیک خواہشات کا سہارا لیا،اپنے گناہوں کو میں غیر معمولی سمجھتا ہوں،لیکن پروردگار تیری معافی کے ساتھ اپنے گناہوں کو جوڑ کر دیکھتا ہوں تو تیرے عفو و درگزر کو کہیں زیادہ وسیع و عظیم پاتا ہوں،تو ہمیشہ گناہوں کو معاف کرتا رہا ہے،برابر تیری طرف سے اکرام وعطا کی بارش ہوتی رہی ہے،اپنے فضل وکرم سے تو ہمیشہ درگزر کرتا رہا ہے۔'') (آج بھی کردے)

دینی حمیت

شدید بیماری میں بھی دینی حمیت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹا،جارودی کہتے ہیں کہ

(۱) توالی التاسیس ۱۷۸۔۱۷۷

امام شافعی ایک دفعہ مصر میں اتنے بیمار ہوے کہ مایوسی تک نوبت پہنچ گئی، پھر جب افاقہ ہوا تو سب نے راحت کی سانس لی، ہر شخص آ کر آپ سے پوچھتا میں کون ہوں؟ (تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ پورے طور پر ہوش وحواس میں ہیں) آپ ہر ایک کا نام بتاتے، اسی دوران مشہور متکلم حفص الفرد (۱) بھی آیا اور کہنے لگا ابوعبداللہ بتایئے میں کون ہوں؟ آپ نے فرمایا: أنت حفص الفرد لا حفظك الله ولا رعاك ولا كلأك الا أن تتوب مما أنت فيه، (تم حفص الفرد ہو اللہ تمہیں حفظ وامان سے محروم رکھے، تم سے اپنی توجہ اٹھا لے، الا یہ کہ تم اپنی خرافات سے توبہ کرلو۔) (۲)

وفات

سنہ دوسو چار ہجری (۲۰۴ھ) رجب کا آخری دن تھا، سورج غروب ہورہا تھا، دوسری طرف علم وفضل کا یہ آفتاب عالم تاب ایک عالم کو منور کرنے کے بعد غروب ہونے کے قریب تھا، جمعرات کا دن رخصت ہو چکا تھا، جمعہ کی شب شروع ہو رہی تھی، یہاں آپ کی روح دربار الٰہی میں حاضر ہونے کے لیے اذن الٰہی کی منتظر تھی، بس اجازت ملی اور یہ پاک وصاف روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ (۳) آپ کے عزیز ومحبوب شاگرد امام مزنیؒ نے آپ کو غسل دیا۔ (۴)

۳۰ رجب بروز جمعہ بعد نماز عصر امیر مصر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی (۵) اور دوسری صدی ہجری کی اس حسین ترین علمی بہار کو قبر کی آغوش میں دے دیا گیا۔

رحمه الله رحمة واسعة وجعله مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين

(۱) حفص الفرد امام شافعیؒ کے زمانے کا مشہور معتزلی متکلم، جو خلق قرآن کا قائل تھا، متعدد بار امام شافعی سے بحث کی اور منہ کی کھائی، امام ابو یوسف کا شاگرد بتایا گیا ہے، لیکن فقہ کو چھوڑ کر علم کلام مین جا پھنسا (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۲۔۱۱۵، تاریخ دمشق ۵۱/۳۸۳۔۳۸۲) (۲) تاریخ الاسلام للذھبی ۱۴/۳۴۰ (۳) توالی التاسیس ۱۸۰ (۴) واضح رہے کہ امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ اتنی بڑی علمی حیثیت رکھنے کے باوجود محض جذبۂ عبادت واخلاص کی وجہ سے موتیٰ کو غسل دیا کرتے تھے، خود ہی فرماتے ہیں: "تعانيت غسل الموتىٰ يرق قلبي فصار لي عادة" (میں نے دل پر جبر کر کے مرنے والوں کو نہلانے کا سلسلہ شروع کیا تھا، غرض یہ تھی کہ میرا دل نرم ہو جائے، بعد میں یہی میری عادت بن گئی) (۵) الانتقاء ۱/۱۰۲

والصديقين والشهداء والصالحين ،وحسن أولئك رفيقا۔

خلیفہ مامون رشید آپ سے بہت متاثر تھا، اور یہ چاہتا تھا کہ آپ دوبارہ بغداد تشریف لائیں، اور منصب قضاء کو قبول فرمائیں، انتقال سے تین دن قبل مامون کا قاصد آپ کے پاس آیا اور خلیفہ کا پیغام پیش کیا، طبعاً یہ آپ کو پسند نہیں تھا کہ کسی سرکاری منصب کو اختیار کریں، آپ نے اللہ سے دعا فرمائی کہ اگر یہ پیشکش میرے دین و دنیا اور آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے تو میرے لیے اسے مقدّر فرما، ورنہ مجھے اپنے پاس بلا لے، اس دعا کے ٹھیک تین دن بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، جبکہ مامون کا قاصد جواب کے انتظار میں وہیں مصر میں موجود تھا۔(۱)

۵۴ سال کی عمر ہی کتنی ہوتی ہے، لیکن اس قلیل مدت میں وہ کام اللہ تعالی نے آپ سے لیا جس کے لیے صدیاں درکار ہوتی ہیں، علم کا آفتاب رخصت ہوا، فقہ کا ماہتاب روپوش ہوا، علمی دنیا کو کتاب وسنت کو سمجھنے کے اصول عطا کرنے والا رب العزت کے دربار میں بلایا گیا، علم حدیث کا وہ مددگار جسے اپنے دور کے انتہائی اونچے لوگوں نے ''ناصر الحدیث'' کا لقب دیا تھا، عقلیت پسندوں کو سنت رسول کے قدموں پر نثار کر کے سنت کا علم حجاز، عراق اور مصر جیسے علمی مراکز میں بلند کر کے دنیا کو الوداع کہہ گیا، امام احمد بن حنبلؒ نے سنت کی راہ میں عملی استقامت کا جو بے نظیر نمونہ پیش کیا اسے کون بھلا سکتا ہے، اس کی پشت پر جو عقلی فکری اور نظری قوت کارفرما تھی وہ آپ کے سب سے عظیم ومحبوب استاذ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دین تھی، اپنے عظیم ومحبوب استاذ کے بارے میں آپ نے کیا کچھ نہیں فرمایا، لما قدم علينا الشافعي سرنا على المحجة البيضاء ،(۲)(شافعی کیا آئے کہ ایک روشن شاہراہ پر ہمارے قدم پڑ گئے) ما اعلم احداً اعظم منة على الاسلام في زمن الشافعي من الشافعي ،(۳)(مجھے معلوم نہیں کہ امام شافعی کے زمانے میں اہل اسلام پر سب سے بڑا احسان امام شافعی سے بڑھ کر بھی کسی کا تھا) امام احمد بن حنبلؒ ہی تھے جنہوں نے آپ کو دوسری صدی کا مجدد کہا(۴) اور تاریخ کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے یہ عبارت سجا دی گئی، الشافعي

---

(۱) توالی التأسیس ۱۸۲ (۲) تهذيب الاسماء واللغات ۱/۸۰

(۳) تهذيب الاسماء واللغات ۱/۸۰ (۴) توالی التأسیس ۴۸، ۴۷

مـجـدد الـقـرن الثانی ،(شافعی دوسری صدی کے مجدد ہیں) اپنے والدین سے بڑھ کر آپ امام شافعی کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔(۱)

امام شافعیؒ ہی تھے جنہوں نے اصحاب حدیث کے سامنے کھڑی کی ہوئی ساری رکاوٹیں دور کیں ،ایک ایک دیوار گرادی، خاموش زبانوں کو گویائی عطا کی ،وقت کے ذہین ترین لوگوں کے ذہن و دماغ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں دے دیا،فکری ونظری طور پر جس شخصیت نے حدیث رسول کو اس کے حقیقی اصلی عظیم الشان مقام تک پہونچایا وہ بلاشبہ آپ ہی کی ذات والا صفات تھی،''کتاب الام'' کی سطر سطر اس کی گواہ اور الرسالۃ کا حرف حرف اس پر شاہد۔

منامات وبشارات

انتقال کے بعد اللہ کے نیک بندوں نے خواب دیکھے جن سے آپ کا اللہ کے نزدیک مقبول ومحبوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔آپ کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان عزیزی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں جو بڑے نیک اور عبادت گزار شخص تھے،فرماتے ہیں ،جس رات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آج رات رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہو گیا،اور مجھ سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جنازہ عصر بعد اٹھایا جائے گا،صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ رات کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے اور جنازہ کی نماز جمعہ بعد ہوگی ، مجھے فوراً اپنا خواب یاد آ گیا،اور یہ بھی کہ خواب میں جنازہ عصر بعد اٹھانے کی بات کہی گئی تھی ،اسکے تھوڑی دیر کے بعد ہی امیر مصر کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ جنازہ کی نماز عصر بعد ہوگی،خواب میں جو کیفیت جنازے کی دیکھی تھی وہی کیفیت امام شافعی کے جنازے میں بھی نظر آئی (۲)۔

آپ اتباع نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جذبہ سے معمور تھے،اتباع نبی سے بھرپور آپ کی زندگی بسر ہوئی ،فکری وعلمی زندگی بھی ویسی ہی تھی اور عملی زندگی میں بھی اتباع سنت کا پورا نمونہ نظر آتا تھا،خواب میں اسی چیز کی طرف اشارہ تھا،خود آپ کے شاگرد حضرت ربیع نے بھی آپ کے انتقال سے کچھ پہلے خواب دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا،تعبیر دینے

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۶۸/۵۴ (۲) توالی التاسیس ۱۸۳-۱۸۲، الوافی بالوفیات ۱۲۴/۲

والے نے اس کی یہ تعبیر دی تھی کہ جلد ہی دنیا کا سب سے بڑا عالم رخصت ہو جائیگا، اس لیے کہ اللہ نے حضرت آدم کو تمام ناموں کا علم عطا فرمایا تھا، وعلّم آدم الأسماء کلها، آپ کی ذات سے علم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے بس چند ہی دن گذرے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رخصت ہو گئے۔ (۱) حضرت ربیع سے یہ بھی روایت ہے میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا ابوعبداللہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے کہا: اجلسنی علی کرسی من ذهب و نثر علیّ اللؤلو ألرطب (۲) (اللہ نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور آب دار موتی مجھ پر نچھاور کیے) دنیا کے کھوٹے بازاروں میں جس ہستی نے کھرا سونا پیش کیا اور بندگان خدا پر ہمیشہ کتاب وسنت کے آبدار موتی نچھاور کیے اس ہستی کے ساتھ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ خاص الخاص معاملہ تھا، خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا اور آپ کی پوری زندگی اسی خواب کی تعبیر بنی، فرماتے ہیں:

رأیت فی زمان الصبا بمکة رجلاً ذا هیئة یؤم الناس فی المسجد الحرام فلما فرغ اقبل علی الناس یعلمهم، قال فدنوت منه وقلت، علّمنی، فأخرج میزانا من کمه فأعطانیه وقال هذا لك، قال، وکان هناك معبر فعرضت علیه الرؤیا، فقال انك ستصیر اماماً فی العلم، وتکون علی السنة لأن امام المسجد الحرام افضل الأئمة کلهم، وامّا المیزان فانك تعلم حقیقة الشیئ فی نفسه۔ (۳)

(بچپن کا زمانہ تھا میں نے مکہ میں خواب دیکھا کہ ایک باوقار شخص مسجد حرام میں لوگوں کی امامت کررہے ہیں، نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہی شخص لوگوں کو تعلیم دینے لگے، میں ان سے قریب ہوا اور یہ گذارش کی کہ مجھے بھی کچھ سکھلائیے، انہوں نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکالی اور مجھے یہ کہتے ہوئے دی کہ یہ تمھارے لیے ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہاں ایک تعبیر دینے والے شخص موجود تھے، میں نے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، انہوں نے کہا کہ تم علم میں درجہ امامت پر فائز ہو گے، اور ہمیشہ رسول اللہ (ﷺ) کے طریقہ

(۱) المجموع ۱/۸ (۲) تاریخ بغداد ۲/۷۰ (۳) مرآۃ الجنان ۲/۱۸

پر قائم رہو گے، اس لیے کہ مسجد حرام کے امام تمام ائمہ سے افضل ہیں۔ (ان سے علم حاصل کرنا گویا درجہ امامت پر فائز ہونے اور صحیح راستے پر رہنے کی علامت ہے) میزان یعنی ترازو کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمیشہ ہر چیز کی اصل حقیقت جان لو گے، اور اس میں ٹھوکر نہیں کھاؤ گے)۔

اصول فقہ کا جو علم دنیا کو ملا وہ آپ کا عطا کردہ ہے، میزان نے اس چیز کی طرف اشارہ ہے اور جہاں تک امامت کا معاملہ ہے آپ کی امامت اظهر من الشمس ہے، آپ کی شان تو بہت بلند ہے، بعد والوں میں آپ کے بعض متبعین ایسے گزرے ہیں جنکا نام ہی امام الحرمین پڑ گیا، اور یہ لقب نام پر اس طرح غالب آ گیا کہ اصلی نام سے شخصیت کو جاننا دشوار ہو گیا (۱)

آپ کے استاذ حضرت وکیع بن الجراح (۲) کے فرزند حضرت سفیان (۳) فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے، اور افراتفری کا عالم ہے، اچانک میری ملاقات بھائی سے ہوئی میں نے پوچھا خیریت ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا گیا میں نے پوچھا والد محترم (امام وکیعؒ) کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ان کی مغفرت ہو گئی اور ان کو جنت میں داخل کرنے کا حکم دیا گیا، میں نے پھر پوچھا محمد بن ادریس (امام شافعی) کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے کہا: حشر الی الرحمن وفداً وألبس حلل الكرامة، وتوج بتاج البهاء (عزت کے ساتھ رحمان کے دربار میں لائے گئے اعزاز و اکرام کی پوشاک پہنائی گئی، حسن و جمال کا پرنور تاج آپ کے سر پر رکھا گیا)(۴)

کیا امام شافعیؒ شہید ہوئے؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) عبد الملك بن ابی محمد بن یوسف الجوینی النیسابوری الشافعی (۴۱۹-۴۷۸) امام الحرمین، شوافع کے شیخ، امام الائمہ، امام غزالی کے استاذ (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳)

(۲) وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی، حافظ حدیث، محدث عراق علم و عبادت کے جامع امام ذہبیؒ فرماتے ہیں؛ وکان من بحور العلم وأئمة الحفظ، ۱۲۹-۱۹۷ (سیر اعلام النبلاء ۸/۸۷)

(۳) سفیان بن وکیع بن الجراح، امام وکیع کے فرزند، کوفہ کے محدث، بڑے عالم، وفات ۲۴۷ھ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۲۷)

(۴) تاریخ الاسلام للذہبی ۳۴۱-۳۴۲

قد اشتهر أن سبب موت الشافعي أن فتيان بن ابی السمع المالكی المصری وقعت بينه وبين الشافعي مناظرة ، فبدرت من فتيان بادرة ،فرفعت الى أمير مصر ،فطلبه وعزره، فحقد ذلك، فلقی الشافعي ليلاً فضربه بمفتاح حديد فشجه فتمرض الشافعي منها الى أن مات ،ولم أر ذلك من وجه معتمد ـ (۱)

(یہ بات مشہور ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ فتیان بن ابی السمع مالکی مصری اور آپ کے درمیان ایک دفعہ مناظرہ ہوا، فتیان نے اسمیں نہایت بد تمیزی کا مظاہرہ کیا، جس کی شکایت امیر مصر سے کی گئی، فتیان سے اس سلسلہ میں سخت باز پرس ہوئی، اور وہ آپ سے خار کھانے لگا، ایک دفعہ رات کے وقت اس کی ملاقات امام شافعی سے ہوئی تو لوہے کی چابیاں زور سے آپ کے سر پر دے ماریں، جس سے سر پھٹ گیا اور سخت زخم آیا، اسی سے آپ بیمار ہوئے پھر جانبر نہ ہو سکے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ کسی قابل اعتماد ذریعہ سے ہم تک نہیں پہونچا ہے)۔

ابن زولاق (۲) کہتے ہیں:

صنف الشافعي نحواً من مأتي جزءٍ ولم يزل بها ناشراً للعلم ملازماً للاشتغال،الى أن اصابته ضربة شديدة ، فمرض بسببها ايّاماً ثم مات يوم الجمعة سلخ رجب سنة أربع ومأتين۔ (۳)

(امام شافعی نے تقریباً دوسو اجزاء تصنیف فرمائے، برابر علم کو عام کرتے رہے علمی کاموں میں مستقل مشغول رہے یہاں تک کہ آپ کو سخت چوٹ لگی جسکی وجہ سے کئی دنوں تک بیمار رہے، پھر رجب کی آخری تاریخ کو جمعہ کے دن آپ نے وفات پائی، ۲۰۴ھ میں)۔

ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ صحیح نہ ہو جس کی طرف امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان ہے، اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی لیے اور زیادہ فضیلت کا باعث ہے کہ صحیح علم کو عام کرنے کے نتیجہ میں آپ نے شہادت کی موت پائی، گویا شہادت حق کی زندگی بسر کرنے پر

(۱) توالی التأسیس ۱۸۵ (۲) ابو محمد حسن بن ابراهيم بن زولاق المصری (۳۰۶-۳۸۶) علامہ، محدث، مؤرخ صاحب تصانیف عالم (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۹۳)

(۳) شذرات الذهب ۹/۲

شہادت فی سبیل اللہ سے سرفراز کیے گئے۔

مسند نشینی

آپ نے اپنی زندگی ہی میں اسکی وصیت کی تھی کہ آپ کے بعد آپ کے مسند نشین امام بویطی رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے،(۱) آپ کے بعد آپکی تصنیفات کو سننے کا شوق لوگوں کو دور دور سے کھینچ لاتا تھا، اور ہزار ہا ہزار افراد عالم اسلام کے کونے کونے سے مصر آتے اور آپ کے شاگردوں سے آپ کی کتابوں کا علم حاصل کرتے ،لیکن آپ کی زندگی کی بات دوسری تھی، آفتاب اور آفتاب کی کرنوں کے درمیان موجود فرق کو کیسے مٹایا جا سکتا ہے، علم کا یہ آفتاب رخصت ہوا تو اہل علم کی بات جانے دیجئے، عام لوگ بھی بے حد متأثر ہوئے آپ کی جدائی کا زخم مدتوں مندمل نہ ہو سکا، حضرت ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں ایک اعرابی آپ کی خدمت میں بہت آیا کرتا تھا، آپ کے انتقال کو تھوڑے دن ہوئے تھے، ہم اس جگہ بیٹھے تھے جہاں آپ کا حلقہ لگتا تھا، وہی اعرابی آیا، کچھ دیر کھڑا رہا، ہمیں سلام کیا پھر کہنے لگا:

أین قمر هذه الحلقة و شمسها قلنا توفی ،فبکیٰ بکاءً اشدیدا ،وقال: رحمه الله وغفر له ،فقد کان یفتح ببیانه مغلق الحجة ، ویسد علیٰ خصمه واضح المحجة ویغسل من العار وجوهاً مسودة ،ویوسع بالرأی أبواباً منسدة، ثم انصرف ۔(۲)

(اس حلقہ کا چاند کہاں کھو گیا یہاں کے سورج کو کیا ہو گیا، ہم نے کہا آپ دنیا کو الوداع کہہ گئے، بس زار و قطار رونے لگا، اور کہا؛ اللہ تعالی آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی مغفرت فرمائے، آپ اپنے واضح بیان سے پیچیدہ دلائل کو بھی کھول کر رکھ دیتے تھے، مد مقابل کے سامنے سیدھا واضح راستہ پیش فرماتے تھے، سیاہ چہروں سے ہر قسم کی شرمندگی کو دھو دیتے تھے، اپنے ذہن رسا سے ہر قسم کے بند دروازوں کو کھول کر ایک کشادہ راستہ فراہم کرتے تھے، یہ کہا اور وہاں سے چلا گیا۔)

(۱) توالی التأسیس ۱۸۱ (۲) الوافی بالوفیات ۱/۱۷۷ بحوالہ الامام الشافعی ، عبدالغنی الدقر، توالی التأسیس ۱۸۵

امام شافعیؒ اور حضرات ائمہ ثلاثہؒ

امام شافعیؒ کو اللہ رب العزت نے جو اعتدال اور توازن عطا فرمایا تھا وہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آیا، چیزوں کو صحیح مقام پر رکھنا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے حسب حال برتاؤ کرنا، یہ آپ کا خاص طرز عمل تھا، ادب اور اس کے حدود کیا ہیں، غیرت اور اس کا دائرہ کون سا ہے، احترام مشائخ اور دینی غیرت کے درمیان کس طرح توازن رکھا جائے کہ حق بات بھی ڈنکے کی چوٹ پر کہی جائے اور کسی کی دل آزاری بھی نہ ہو، درحقیقت یہ بھی انسانی کمال ہے جس کا لحاظ کم ہی لوگ رکھ پاتے ہیں، کبھی حق گوئی و بے باکی کے نام پر طنز وتعریض اور بسا اوقات اس سے بھی آگے بڑھ کر الزام تراشی اور تہمت لگانے تک انسان پہنچ جاتا ہے، اسی طرح کبھی اپنے اساتذہ اور اکابر کے احترام کے نام پر سچائی سے منھ موڑتا ہے اور حق بات کہنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔

جو حضرات ائمہ دین کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرتے ہیں ان کی زندگی میں اس طرح کے نازک موڑ آتے ہیں، اور آگ کے اس دریا کو عبور کرنا ہی پڑتا ہے۔

بسا اوقات زمانہ ایک ہونے کی وجہ سے جسے ''معاصرت'' کہتے ہیں کسی کے کمالات کو تسلیم کرنا دشوار ہوتا ہے، اور کسی کی خوبیوں کا اعتراف کرنا دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے، ایسے مواقع پر بھی کسی کے کمال کے اعتراف میں زبان رک رک سی جاتی ہے، اور وہی زبان حق پرستی کے نام پر اس کی کسی معمولی کمزوری کو ''غیر معمولی دینی نقص'' بتانے میں پیش پیش رہتی ہے، کوئی علم وفضل میں ٹکر کا ہو یا کچھ بڑھا ہوا ہو تو اس کے خلاف حسد پیدا ہونے میں بھی دیر نہیں لگتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اس طرح کے مراحل آئے، جہاں دینی غیرت اور احترام اساتذہ کی راہیں کچھ جدا ہو گئیں، آپ نے دونوں چیزوں کو صحیح اعتدال کے ساتھ جمع کیا، جہاں کسی علمی معاملہ میں تنقید کرنا ضروری سمجھا وہاں کھل کر تنقید کی، اس معاملہ میں اپنے سب سے محبوب و محترم استاذ امام مالک کی بھی پرواہ نہیں کی اور نہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی پرواہ کی، جن سے آپ نے علمی استفادہ کیا تھا، بلکہ ان کے استاذ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی علمی معاملات میں کھل کر تنقید کی، اور بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے دلائل پیش فرمائے لیکن ہمیشہ ادب واحترام پیش نظر رکھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ الگ الگ ہے، جس سال یعنی ۱۵۰ھ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی اسی سال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی، اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کا تو سوال ہی نہیں لیکن آپ کے مایۂ ناز شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے استفادہ کیا، اور بغداد میں اپنے قیام کے دوران ہی لگ بھگ فقہ حنفی کو ہر طرح سے سمجھ لیا تھا، اپنی خداداد ذہانت وبصیرت، اس کے ساتھ ساتھ کمال درجہ علم ومعرفت کی بنا پر آپ نے فقہ حجازی کی طرح فقہ عراقی پر بھی مجتہدانہ انداز سے غور کیا، اور پورے بحث ومناقشہ کے بعد اپنی رائے کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمائی، آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ''کتاب الام'' کی سطر سطر اس پر گواہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا بڑے احترام سے نام لیا۔

خاص طور سے کتاب ''ما اختلف فيه أبو حنيفة وابن أبي ليلى'' میں جہاں کہیں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا ہے وہاں ''رحمہ اللہ'' یا ''رضی اللہ عنہ'' کے ساتھ نام لیا ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مقام کو بیان کرنے کے لیے جو توصیفی کلمات آپ نے ارشاد فرمائے ہیں ہمارے خیال سے ان سے آسان اور ان سے بڑھ کر طاقتور کلمات کہیں اور نہیں ملیں گے، آپ کا مشہور جملہ خود آپ کے کمال بلاغت کو ظاہر کرتا ہے،

فرماتے ہیں: "الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة" (۱) (لوگ تفقہ فی الدین میں امام ابوحنیفہ کے ضرورت مند ہیں)۔

اسی طرح امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سارے علمی مسائل میں مکمل اختلاف کے باوجود ہمیشہ سعادت مندی و ادب کو ملحوظ رکھا، آپ کے کمالات کا کھل کر اعتراف کیا، آپ سے علمی استفادہ کا بھی دل کھول کر تذکرہ فرمایا۔

ایک دفعہ فرمایا: "حملت عن محمد وقر بعير كتبا" (میں نے امام محمد سے لگ بھگ ایک اونٹ پر لادی جانے والی کتابوں کے بقدر علم حاصل کیا ہے)۔ یا یوں فرمایا: "كتبت عنه وقر بختي" (۲) (میں نے ایک اونٹ پر لادے جانے والے بوجھ کے بقدر آپ سے حاصل شدہ چیزیں لکھی ہیں۔) یہ بھی آپ ہی کا قول ہے: "ما ناظرت سمينا أذكى منه" (۳) (میں نے کسی ایسے شخص سے مناظرہ نہیں کیا جو فربہ بدن ہو اور ذہین بھی ہو) یعنی جو بھی فربہ بدن ملے سب کند ذہن ہی ملے، سوائے امام محمد بن الحسن کے (جو فربہی مائل تھے، لیکن اعلیٰ درجہ کی ذہانت رکھتے تھے۔)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میدان فصاحت کے بھی فرد فرید تھے، لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب میں بھی دل کھول کر تعریف فرمائی، آپ کی فصاحت سے متاثر ہو کر ایک دفعہ فرمایا: "ولو أشاء أن أقول نزل القرآن بلغة محمد بن الحسن لقلت لفصاحته" (اگر میں چاہوں تو امام محمد کی فصاحت دیکھتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن تو محمد بن الحسن کی زبان میں نازل ہوا ہے) (۴)

ایک دفعہ فرمایا: "میں نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ کسی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جاتا جس میں غور وخوض کی ضرورت ہوتی تو اس کے چہرے پر کچھ نہ کچھ ناگواری کے آثار نظر آتے، صرف امام محمد بن الحسن اس سے مستثنیٰ ہیں۔" (۵)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حجاز کے تھے، خاندانی نسبت تو حجاز کی تھی، ذہنی اور علمی نسبت بھی حجاز ہی کی طرف فرماتے تھے، سرزمین عراق میں آپ کا دو یا تین مرتبہ جانا ہوا، علمی استفادہ

(۱) سير اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۷ (۲) سير اعلام النبلاء ۸/ ۸۳ (۳) سير اعلام النبلاء ۸/ ۸۳ (۴) سير اعلام النبلاء ۹/ ۱۳۵ (۵) حلية الاولياء ۹/ ۱۵۲

بھی خوب فرمایا، اسی طرح علمی فائدہ بھی پہنچایا، لیکن اپنی اولین نسبت کو ہمیشہ یاد رکھا، بلکہ آپ عراق میں سرزمین حجاز کے سب سے بڑے نمائندے تھے، آپ ہی کی آمد سے عالم اسلام کے یہ دو طبقات جن کو اہل حدیث اور اہل الرائے کہا جاتا ہے ایک دوسرے کے قریب ہوئے، بہرحال حجاز سے اس درجہ ذہنی وقلبی عقیدت کے باوجود عراق کا اعتراف فرمایا ہے۔

مشہور محدث یونس بن عبدالاعلی کہتے ہیں: ''مجھ سے امام شافعی نے دریافت فرمایا، تمہارا کبھی عراق جانا ہوا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا، تم نے ابھی دنیا نہیں دیکھی''(۱)

یہ عراق و بغداد کی گوناگوں کمالات وخصوصیات کو بیان کرنے کا البیلا انداز تھا، اسی طرح وہاں کے احباب سے اپنے خاص تعلق کا اظہار بھی تھا، یونس بن عبدالاعلی آپ کے آخری دور کے شاگرد ہیں جب آپ کا قیام مصر میں تھا، یہ اسی زمانہ کی بات ہے، ہوسکتا ہے کہ مصر میں قیام کے دوران آپ کا اپنا وطن مألوف حجاز اور اس کے ساتھ ساتھ عراق کی یاد آتی ہو جہاں کے نقوش آپ کے ذہن میں تاعمر زندہ وتابندہ رہے۔

جہاں تک علمی اختلاف کا معاملہ ہے وہاں آپ نے پوری دیانت داری کے ساتھ پہلے امام محمد بن الحسن کے بیان کردہ مسائل کا خوب جائزہ لیا، اور جہاں کہیں احادیث سے ہٹتی ہوئی بات نظر آئی وہاں ان پر ردّ بھی فرمایا، اس سلسلہ میں لوگوں کی باتیں سن کر کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا بلکہ پہلے براہ راست معلومات حاصل کیں پھر اپنا نقطۂ نگاہ واضح فرمایا۔ فرماتے ہیں:

"اجتمع عليّ أصحاب الحديث فسألوني أن أضع على كتاب أبي حنيفة فقلت لا أعرف قولهم حتى أنظر في كتبهم، فأمرت فكتب لي كتب محمد بن الحسن فنظرت فيها سنة حتى حفظتها ثم وضعت الكتاب البغدادي يعني "الحجة" (۲)

(حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں امام ابوحنیفہ کی کتاب (یعنی وہ مسائل جو آپ کے شاگردوں سے مروی ہیں) کا ردّ لکھوں، میں نے کہا جب تک ان کی کتابیں نہ دیکھوں مجھے ان کے اقوال کیسے معلوم ہوسکتے ہیں، اس پر

(۱) حلیۃ الاولیاء ۱۴۹/۹ (۲) توالی التأسیس/۱۴۷

لوگوں نے امام محمد بن الحسن کی کتابیں میرے لیے تحریر کیں، میں نے سال بھر تک ان کا جائزہ لیا، ان کو ذہن میں پوری طرح محفوظ کیا پھر کتاب لکھی (یعنی الحجة)(۱)۔

ایک جگہ فرماتے ہیں: "أنفقت علی کتب محمد بن الحسن ستین دینارا ثم تدبرتها فوضعت إلی جنب کل مسئلة حدیثا یعنی ردّا علیه." (۲) (میں نے امام محمد بن الحسن کی کتابوں کے لیے ساٹھ دینار خرچ کیے، پھر ان کا بھرپور جائزہ لیا پھر ہر (قابل اختلاف) مسئلہ کے پہلو میں احادیث لکھ دیں، یعنی وہ حدیثیں جن سے ان مسائل کی تردید ہوتی ہے)۔

علمی نقد و اختلاف کا یہ سلسلہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی میں جاری رہا، یہاں تک کہ خود اپنے مسائل کا بھی بھرپور جائزہ لیا جاتا رہا، اور جب بھی کوئی صحیح بات معلوم ہوئی تو آپ نے اپنے سابقہ مسلک سے رجوع فرمالیا، اہل تجدید کی یہی شان ہوتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام دار الہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں زمانی ترتیب کے لحاظ سے دوسرے امام ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے محبوب و محترم استاذ، آپ سے متعلق بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بالکل نوعمری یعنی تقریباً تیرہ سال کی عمر میں آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح نہیں قرار دیا ہے، اور اپنا اندازہ یہ بتایا ہے کہ غالباً اس وقت آپ کی عمر ۲۳ سال کی ہوچکی تھی۔ (۳) البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کا تذکرہ کیا ہے جن میں آپ کی عمر تیرہ سال بتائی گئی ہے۔ (۴) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو پھر سالہا سال کی مدت تک امام مالک اور مشائخ مدینہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، خود آپ کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک وہاں رہنا اس کی دلیل ہے کہ شیخ کی عظمت و محبت اس شاگرد رشید کے دل میں کس قدر گھر کر

(۱) الحجة: یہ آپ کی عراق میں لکھی ہوئی فقہی کتاب ہے جس میں موجود اقوال کو "قول قدیم" کہا جاتا ہے

(۲) توالی التأسیس/۱۴۷ (۳) سیر أعلام النبلاء، ۱۰/۱۲ (۴) توالی التأسیس/۵۵-۵۶

گئی تھی، یہ تو ابتدائی دور کی بات ہے، جب آپ کی شہرت چہار دانگ عالم میں پہنچ گئی اور جا بجا آپ کا تذکرہ ہونے لگا تب بھی اپنی نسبت حجاز کی طرف کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، بالکل اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ کو اپنے لیے باعث سعادت قرار دیتے تھے، بغداد میں جب تک آپ کا قیام رہا، وہاں کے مشائخ کے سامنے ہمیشہ اپنے آپ کو امام مالک ہی کی طرف منسوب رکھا، خود اپنے ایک اور استاذ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے جب کبھی علمی گفتگو ہوتی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے گفتگو فرماتے تو آپ کی ہمیشہ یہی عادت رہی کہ آپ اپنے شیخ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع فرماتے اور آپ کو خوب نمایاں انداز سے پیش فرماتے۔ (۱)

یہ بالکل ویسے ہی تھا جیسے خود امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: آپ ایک طرف امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص ہیں تو دوسری طرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی ہیں، لیکن بنیادی طور پر اپنے آپ کو عراقی ائمہ سے ہی وابستہ رکھا، اور ہمیشہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی نسبت رکھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام محمد بن الحسن سے علمی استفادہ کرنے کے باوجود کبھی اپنی نسبت اہل عراق کی طرف نہیں رکھی، ہمیشہ حجاز کی طرف منسوب رہے اور امام مالک سے اپنا علمی رشتہ جوڑتے رہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہل مدینہ کی محبت آپ کے دل میں اس قدر رچ بس گئی تھی کہ ایک دفعہ کوئی ایسی بات جس سے امام مالک اور اہل مدینہ کی کچھ تعریف معلوم ہو رہی تھی تو فرمایا: "ما كذبت قط ولو كذبت كذبت في هذا في شيءٍ مدح به أهل المدينه و مالك" (۲) (میں نے کبھی جھوٹ بات نہیں کہی، اگر جھوٹ کہتا تو اس بات میں جھوٹ کہتا یعنی اور زیادہ تعریف کے پل باندھتا۔)

یونس بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "إذا جاء مالك فمالك كالنجم" (۳) (جب امام مالک کا تذکرہ ہو تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مالک تو ستارے کی طرح ہیں) انتہائی بلندی کو بتانے کے لیے عربوں

---

(۱) آداب الشافعي ومناقبه، ص/۱۵۴-۱۵۵ و ص/۱۱۹-۱۲۰

(۲) حلية الأولياء/۱۴۳ (۳) حلية الأولياء/۷۹

میں ستاروں کی مثال دی جاتی تھی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مالك بن أنس معلّمي، ومنه أخذت العلم (۱) وما أحد أمنّ عليّ من مالك" (۲) (مالک بن انس میرے استاذ ہیں، میں نے آپ ہی سے علم حاصل کیا، امام مالک سے بڑھ کر مجھ پر کسی کا احسان نہیں۔) کبھی فرماتے: "إنما أنا غلام من غلمان مالك" (۳) (میں تو امام مالک کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔) یہ بھی فرمایا: "جعلت مالكا حجة فيما بيني و بين الله" (۴) (میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان امام مالک کو حجت بنایا ہے۔)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کو بیان کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: "لو لا مالك و سفيان لذهب علم الحجاز" (اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم رخصت ہو جاتا، مزید ایک دفعہ فرمایا: "العلم يدور على ثلاثة: مالك و الليث و ابن عيينة" (۵) (علم تین حضرات کے گرد چکر کاٹتا ہے، مالک، لیث اور سفیان بن عیینہ)۔

علم حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پختگی کو بیان فرماتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی جلالت شان اور علمی عظمت کو یوں بیان فرماتے ہیں: "كان مالك إذا جاءه بعض أهل الأهواء، قال: أما انى على بينة من دينى، وأما أنت شاك، اذهب إلى شاك مثلك فخاصمه" (۶) (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خواہشات پر چلنے والا (یعنی کسی گمراہ فرقہ سے تعلق رکھنے والا) آتا تو فرماتے: میں تو پوری بصیرت کے ساتھ اپنے دین پر قائم ہوں اور تم شک میں پڑے ہوئے ہو، اپنے جیسے کسی شک میں مبتلا شخص کے پاس جا کر اس سے بھڑو)۔

آپ کی کتاب موطأ کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہر کوئی پڑھا لکھا شخص جانتا ہے: "ما في الأرض كتاب في العلم أكثر صوابا من موطأ مالك" (۷) (روئے

(۱) سير أعلام النبلاء، ۸/۷۵ (۲) ترتيب المدارك/۳۸۵
(۳) أيضا/۳۸۵ (۴) الوافي بالوفيات (۵) سير أعلام النبلاء، ۸/۹٤
(۶) سير أعلام النبلاء، ۸/۹۹ (۷) أيضا/۱۱۱

زمین پر کوئی کتاب ایسی نہیں جو علم کے لحاظ سے موطأ مالک سے بڑھ کر صحیح ہو)۔ کبھی یہی بات دوسرے انداز سے بیان فرماتے: "ما كتاب بعد كتاب الله تعالىٰ أنفع من كتاب مالك بن أنس" (۱) (کتاب اللہ کے بعد امام مالک کی کتاب (یعنی موطأ) سے بڑھ کر کوئی نفع پہنچانے والی کتاب نہیں)۔

علم حدیث کی رغبت پیدا کرنے میں سے سب سے بڑا ہاتھ موطا ہی کا تھا، نو یا دس سال کی عمر میں پوری موطأ حفظ کر لی تھی (۲) اس کا اثر آنے والی زندگی میں اس قدر پڑا کہ حدیث کی عظمت ہمیشہ کے لیے دل میں بیٹھ گئی، اور علم حدیث کے مقابلہ میں کبھی عقلیت پسندی کو پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہ دی، موطا کے بارے میں فرماتے ہیں: "ما نظرت في موطأ مالك إلا ازددت فهما" (۳) (موطا مالک میں جب جب غور کیا تو میرے فہم میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔)

آپ کے شاگرد حرملہ فرماتے ہیں: "لم يكن الشافعي يقدم على مالك في الحديث أحدا" (۴) (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے معاملہ میں امام مالک پر کسی کو فوقیت نہ دیتے تھے)۔

اپنے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "إذا جاء الحديث عن مالك فشد به يديك" (۵) (اگر امام مالک کی طرف سے کوئی حدیث آجائے تو پوری مضبوطی کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے اسے تھام لو)۔

خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط کا کیا عالم تھا اسے امام شافعی ہی کی زبانی سنا جائے: "كان مالك إذا شك في بعض الحديث تركه كله" (۶) (امام مالک کو جب کسی حدیث کے بعض حصہ میں شک ہوتا تو پوری حدیث ہی چھوڑ دیتے)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس درجہ اور اس حد تک اعتماد کے باوجود جب کبھی سنت رسول کا معاملہ پیش آیا تو آپ نے اپنے نزدیک جو بات حق تھی وہی فرمائی، اسی طرح جب

---

(۱) حلية الأولياء، ۷۹/۹ (۲) سير أعلام النبلاء، ۱۰/۱۰ و توالي التأسيس/۵۱

(۳) حلية الأولياء، ۷۹/۹ (۴) آداب الشافعي ومناقبه، ص/۱۵۳

(۵) أيضا ص/۱۵۱ (۶) آداب الشافعي ومناقبه،/۱۵۲

آپ نے یہ دیکھا کہ امام مالک کی محبت میں لوگ غلو کرنے لگ گئے ہیں، اور یہ اندیشہ محسوس کیا کہ کہیں لوگ اپنے عقائد ہی کو خراب نہ کر دیں، اس وقت آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اختلاف پر مبنی کتاب لکھی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ امام مالک بھی انسان تھے، علمی امور میں ان سے بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے، غلطیاں ان سے بھی ہو سکتی ہیں، ورنہ عام حالات میں آپ کا معمول یہی تھا کہ اپنے استاذ کے قول کو بڑے احترام کے ساتھ پیش فرماتے تھے، اور یہ فرماتے تھے: "هذا قول الأستاذ" (١) (یہ ہمارے استاذ کا قول ہے۔)

جب آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اختلاف کو تحریر کی شکل میں لانا چاہا تو پورے ایک سال تک استخارہ فرمایا تا کہ جو بھی کام ہو خالص اللہ ہی کے لیے ہو، نفسانیت کی ہر آمیزش سے پاک ہو، خود ہی فرماتے ہیں: "استخرت الله في ذلك سنة" (٢) (میں نے اس معاملہ میں ایک سال تک اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی کے حوالہ سے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا کہ اندلس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ٹوپی کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے، اسی طرح جب قال رسول الله (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) کہا جاتا ہے تو جواب میں لوگ قال مالك کہتے ہیں یعنی امام مالک کا یہ کہنا ہے۔ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت بھڑک اٹھی اور آپ نے صاف صاف یہ بات فرمائی: "إن مالك بشر يخطئ" (٣) (مالک بھی انسان تھے، غلطی کر سکتے ہیں)۔ اس لیے آپ نے اپنے اختلافات پر مبنی کتاب تصنیف فرمائی۔

جب آپ کا مصر جانا ہوا تو وہاں بھی کلمہ حق کہنے کی صفت نمایاں طور پر ظاہر ہوئی، جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں اپنے محبوب استاذ سے بعض علمی مسائل میں کھل کر اپنا اختلاف ظاہر فرمایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے بعض ممتاز حضرات نے اسے امام مالک سے بغاوت قرار دیا اور یہاں تک بات پہنچ گئی کہ امام شافعی کی موت کی دعا کی جانے لگی، امام مالک کے مشہور شاگرد اشہب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک کہا: "اللهم أمت

---

(١) ترتيب المدارك/٣٨٥ (٢) توالي التأسيس/١٤٨ (٣) أيضا/١٤٨

الشافعي وإلا ذهب علم مالك" (۱) (اے اللہ! شافعی کو موت دے ورنہ امام مالک کا علم ختم ہو جائے گا)۔ شاید امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت کی بنا پر امام اشہب نے اس طرح کی دعا کی ہوگی، ورنہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے آپ کو اصحاب مالک سے الگ نہیں شمار کرتے تھے۔ امام اشہب کی تعریف میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ما أخرجت مصر أفقه من أشهب، لو لا طيش فيه" (۲) (مصر نے اشہب سے بڑا فقیہ پیدا نہیں کیا، ہاں ان میں غصہ کی تیزی پائی جاتی ہے)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس دعا یا بددعا کی خبر ملی تو یہ اشعار کہے:

تمنى رجال أن أموت وإن أمت　　فتلك سبيل لست فيها بأوحد

فقل للذي يبغي خلاف الذي مضى　　تهيأ لأخرى مثلها فكأن قد

(کچھ لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ میں مر جاؤں، اگر میں مر بھی گیا تو موت کا راستہ تنہا میرے لیے ہی نہیں ہے، اس سے جا کر کہہ دو جو قدرت کی طرف سے طے شدہ چیز کے خلاف چاہتا ہے، تم بھی اسی طرح ایک اور موت کے لیے تیار رہنا، سمجھ لو کہ وہ بھی آ ہی گئی)۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تو آپ کی وفات سے ٹھیک اٹھارہ دنوں کے بعد امام اشہبؒ بھی رخصت ہو گئے۔ (۳)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

وہ مبارک شخصیات جن کے نام سے دل میں محبت وعقیدت کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں، اور نگاہوں کے سامنے نور سنت کے دیئے جگمگانے لگتے ہیں، ان میں ایک انتہائی نمایاں نام امام اہل سنت امام احمد بن حنبلؒ کا ہے، جن کی بے نظیر شجاعت اور بے مثال استقامت نے اہل حق اور اہل باطل کے درمیان ایسی لکیر کھینچ دی کہ آپ کی ذات سے تعلق ہی اہل سنت کی نمایاں پہچان بن گئی، جو خوش نصیب پوری امت کے محبوب بنے ان میں بھی آپ انتہائی بلندی پر نظر آتے

---

(۱) ترتیب المدارک /۴۵۳　(۲) سیر أعلام النبلاء، ۹/۵۰۲

(۳) توالی التأسیس ۱۷۸/ ۱۷۹

ہیں، فتنۂ خلق قرآن کے موقع پر آپ کی بے نظیر استقامت نے اہل حق کو وہ حوصلہ بخشا کہ پھر سنت کی حمایت میں بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لینا آسان ہو گیا، اہل حق میں ایک زبردست اسپرٹ پیدا ہوئی اور امام احمد بن حنبلؒ دفاع سنت کی سب سے نمایاں پہچان بن گئے۔

امت کی اس محبوب اور محترم شخصیت کے نزدیک جس ہستی کا مقام سب سے بلند تھا اور جس کے ساتھ آپ کی والہانہ عقیدت اور محبت اظہر من الشمس ہے، وہ آپ کے محبوب و محترم استاذ امام شافعیؒ کی ذات والا صفات ہے، حقیقت میں امام احمد بن حنبلؒ میدان حدیث کے فرد فرید تھے، فقہ کے میدان میں آپ کو نمایاں حیثیت عطا کرنے والی شخصیت امام شافعیؒ کی تھی، امام شافعیؒ کے متعلق جس قدر تعریفی و توصیفی کلمات امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہیں اس زمانہ کی کسی شخصیت کے متعلق کسی کی طرف سے ہم نے اتنے کلمات نہیں دیکھے، غور کیا جائے تو امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ درحقیقت فقہ شافعی کا ایک جزء ہے، چونکہ امام احمد بن حنبلؒ کی شخصیت بذات خود نہایت ہی عظیم تھی، اس لیے آپ کی فقہی آراء کو ایک مستقل فقہی مسلک کے طور پر دیکھا گیا، اور فقہ حنبلی کے نام سے آپ کی فقہ وجود میں آ گئی، اور ائمہ اربعہ میں آپ چوتھے امام قرار پائے۔

امام شافعیؒ جب بغداد تشریف لائے تو سب سے زیادہ جس شخصیت نے آپ سے فائدہ اٹھایا وہ امام احمد بن حنبلؒ تھے، زعفرانی کہتے ہیں کہ میں جب کبھی امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام احمد بن حنبلؒ کو پہلے سے وہاں بیٹھا ہوا پایا (۱) امام شافعیؒ جب کہیں تشریف لے جاتے تو آپ کے خچر کے ایک جانب امام احمد بن حنبلؒ چلا کرتے تھے، اس غایت درجہ محبت اور ادب کو دیکھ کر ایک مرتبہ یحیٰی بن معینؒ نے تعجب کا اظہار فرمایا، اس پر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اگر خچر کی دوسری طرف اگر تم ہوتے تو تمہیں بھی فائدہ ہوتا (۲)

اصحاب حدیث میں امام شافعیؒ کا تعارف

اصحاب حدیث میں امام شافعیؒ کا مکمل تعارف بھی درحقیقت امام احمد بن حنبلؒ کے ذریعہ ہوا، ایک دفعہ مشہور محدث حضرت اسحٰق بن راہویہؒ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کہنے لگے آؤ میں

(۱) بیان خطاء من اخطاء علی الشافعی: ۱/۱۴ (۲) بیان خطاء من اخطاء علی الشافعی: ۱/۱۲

تمہیں ایسی شخصیت کے پاس لے چلتا ہوں جس طرح کی شخصیت تمہاری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی ہوگی، پھر آپ کو لے کر سیدھے امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے (۱)

چونکہ امام شافعی کی ذات میں اللہ رب العزت نے علم حدیث وفقہ کو بھرپور طریقہ سے یکجا فرمایا تھا، اس لیے دوسرے فقہاء و محدثین کی طرح امام احمد بن حنبلؒ بھی آپ کے گرویدہ ہوگئے تھے، امام شافعیؒ کے قدیم وجدید تمام تصنیفات کو آپ نے پڑھا تھا اور ان سے بھرپور استفادہ بھی فرمایا تھا، اس لیے دوسرے محدثین کو بھی آپ کی کتابوں سے استفادہ کی ترغیب دیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا ''حدیث سے تعلق رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے سیر نہیں ہوسکتا'' (۲) امام شافعیؒ کی مبارک ذات پر اللہ رب العزت نے حضرات فقہاء و محدثین کو جمع فرمایا تھا اور باہم جو دوریاں پیدا ہوگئی تھیں آپ کے ذریعہ وہ فاصلے لگ بھگ ختم ہوگئے تھے، امام احمد بن حنبلؒ کو اس کا اعتراف تھا، آپ فرماتے تھے ''ما زلنا نلعن اصحاب الرأی ویلعنوننا حتی جاء الشافعی فمزج بیننا'' (۳) ہم برابر اصحاب رای پر لعنت کرتے رہے، اور وہ ہم پر لعنت کرتے رہے، یہاں تک کہ امام شافعیؒ آئے اور ہمارے درمیان یگانگت پیدا فرمائی، ورنہ اس سے قبل اصحاب الرای، اصحاب حدیث کا مذاق اڑایا کرتے تھے، خود امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ''ان اصحاب الرای کانوا یھزأ ؤن بأصحاب الحدیث حتی علمھم الشافعی وأقام الحجة علیھم (۴) کہ اصحاب الرائی اصحاب حدیث کا مذاق اڑاتے تھے، یہاں تک کہ امام شافعیؒ نے ان کو سکھایا اور اصحاب الرای پر حجت قائم کی، غور کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ محدثین میں فقہاء کی نمائندگی فرماتے تھے، اسی طرح فقہاء میں محدثین کی ترجمانی فرماتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ نے آپ کی فقیہانہ اور محدثانہ شان کو بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں '' کان الفقھاء اطباء والمحدثون صیادلة ، فجاء محمد بن ادریس الشافعی طبیبا صیدلا نیا ما مقلت العیون مثله ابدا (۵)

فقہاء اطباء کی طرح تھے، اور محدثین صیادلہ تھے (یعنی جو جگہ جگہ سے دوائیں اکھٹی

(۱) بیان خطاء من اخطاء علی الشافعی :۱/۱۳ (۲) بیان خطاء من اخطاء علی الشافعی :۱/۱۵
(۳) ترتیب المدارک :۱/۲۲ (۴) الانتقاء :۱/۷۶ (۵) تاریخ دمشق :۵۱/۳۳۴

کرتے ہیں) بس ہمارے درمیان محمد بن ادریس الشافعی اس شان سے جلوہ گر ہوئے کہ آپ طبیب بھی تھے اور صیدلانی بھی تھے، آنکھوں نے آپ جیسا کہاں دیکھا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ اپنے علم کا انتساب بھی امام شافعیؒ کی طرف فرماتے تھے، ایک دفعہ فرمانے لگے " هذا الذی ترونه او عامته منی فهو عن الشافعی و أنا أدعو الله للشافعی و أستغفرله " (یہ جو میرا علم تم دیکھ رہے ہو وہ سب یا اس کا بڑا حصہ امام شافعی سے ماخوذ ہے، میں امام شافعی کے لیے ہمیشہ دعا کرتا اور استغفار کرتا ہوں۔)

استاذ سے محبت

امام احمد بن حنبلؒ اپنے استاذ امام شافعیؒ سے بے حد محبت فرماتے تھے، آپ کے فرزند آپ کی یہ بات نقل کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن ادریس شافعی جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور نہ میری آنکھیں دیکھ سکیں گی، میں اپنے والدین کے لیے جس قدر دعاء کرتا ہوں امام شافعیؒ کے لیے اس سے بھی زیادہ دعاء کرتا ہوں (۱) یہی محبت تھی جس کی وجہ سے آپ یہ چاہتے تھے کہ ہر بڑا محدث امام شافعیؒ کی مجلس میں بیٹھے، امام اسحٰق بن راہو یہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل نے مجھ سے کہا کہ امام شافعیؒ کی مجلس میں بیٹھا کرو، میں نے تعجب سے پوچھا، میں امام شافعیؒ کی مجلس میں کیا کروں گا، وہ لگ بھگ ہماری عمر کے ہیں، یہاں (یعنی مکہ میں) امام سفیان بن عیینہؒ جیسے لوگ ہیں ان کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے، اس پر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا وہ لوگ پھر بھی ملیں گے، یعنی ان کے پاس جو علم ہے وہ کہیں نہ کہیں حاصل ہوگا لیکن امام شافعیؒ کا علم چھوٹا تو پھر کہیں نہیں ملے گا پس اس کے بعد میں نے امام شافعی کی مجلس میں بیٹھنا شروع کیا۔ (۲)

امام بخاریؒ کے استاذ علم حدیث کے ایک بڑے امام حضرت حمیدی کو بھی امام شافعیؒ کی مجلس میں لے جانے والے امام احمد بن حنبل ہی تھے، امام حمیدیؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ آج کی رات حضرت سفیان بن عیینہ درس حدیث کے لیے تشریف فرما ہوں گے، آپ نے کہا آج رات امام شافعی مسند علم سجائیں گے، میں نے کہا کہ

(۱) تاریخ دمشق: ۵۴/ ۲۶۸ (۲) تاریخ دمشق: ۵۴/ ۲۶۵

سفیان بن عیینہ کا علم چھوٹ گیا تو کہیں نہیں ملے گا امام شافعی کی بات الگ ہے، ان کا علم مل جائے گا، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا بات بالکل برعکس ہے، امام شافعی کا علم کہیں اور نہیں مل سکتا، بہر حال ہم امام شافعیؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے، جب مجلس برخاست ہوئی تو امام احمدؒ نے مجھ سے پوچھا، مجلس کیسی رہی، میں نے کہا، چھ احادیث کو بیان کرنے میں امام شافعیؒ نے غلطی کی، آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ قریش کا یہ نوجوان مسند علم آراستہ کر کے ایک مجلس میں دو دو سو احادیث تک بیان کرتا ہے، ان میں چھ احادیث میں معمولی بھول چوک پر تم اعتراض کرتے ہو؟ اچھا یہ بتاؤ وہ کون سی حدیثیں ہیں جن میں آپ سے غلطی ہوئی، میں نے احادیث بیان کیں، تو فرمانے لگے کہ یہ حدیث تو فلاں نے روایت کی ہے اور فلاں حدیث کے راوی فلاں ہیں اس طرح ایک ایک حدیث کی تصحیح کی، جن کو میں نے اپنی دانست میں غلط سمجھا تھا وہ سب صحیح نکلیں۔ (۱)

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک امام شافعی کا مقام کیا تھا اسے بتانے کے لیے آپ کا یہ مشہور جملہ کافی ہے، فرماتے ہیں'' ما أحد مس بيده محبرة وقلما الا للشافعي في عنقه منة (۲) (جس کسی کے ہاتھ میں قلم دوات ہوگی اس کی گردن پر امام شافعیؒ کا احسان ضرور ہوگا) امام شافعیؒ کی شان تفقہ کا تذکرہ امام احمد بن حنبلؒ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے '' كان الفقه قفلا على أهله حتى فتحه الله بالشافعي (۳) (فقہ کا علم اہل فقہ پر مقفل تھا یہاں تک کہ امام شافعی کے ذریعہ اللہ نے اس علم کو کھولا۔)

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعیؒ سے علم فقہ حاصل کیا ہے، علم حدیث میں آپ امام شافعی کے اس درجہ شاگرد نہیں ہیں، گویا امام شافعیؒ کی محدثانہ شان کو آپ کی فقیہانہ شان کے مقابلہ میں کچھ کم کر کے دکھایا جاتا ہے، حالاں کہ ایسی بات نہیں ہے، امام احمد بن حنبل کے فرزند فرماتے ہیں'' كان أبي يصف الشافعي فيطنب في وصفه وقد كتب عنه أبي حديثا كثيرا و كتبت في كتبه بعد موته أحاديث كثيرة مما كان سمعه منه'' (۱) (میرے والد (امام احمد بن حنبلؒ) امام شافعیؒ کی تعریف فرماتے

---

(۱) تاریخ دمشق: ۵۴/ ۲۶۷ (۲) توالی التاسیس: ۸۵ (۳) توالی التاسیس: ۸۵

تھے، اور آپ کی خوبیوں کا تذکرہ بہت زیادہ فرماتے تھے، میرے والد نے آپ سے بہت ساری حدیثیں لکھی ہیں، میرے والد کے انتقال کے بعد آپ کی کتابوں سے بھی میں نے بہت ساری احادیث لکھی ہیں جو آپ نے امام شافعیؒ سے سنی تھیں) یہ بات ضرور ہے کہ امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا تھا کہ " أنتم اعلم بالأخبار منا فاذا كان خبر صحيح فأخبرني به حتى أذهب اليه (۲) (تم لوگ یعنی محدثین ہم سے زیادہ احادیث سے واقف ہو، جب کوئی صحیح حدیث ملے تو مجھے ضرور بتانا تاکہ میں اسے اختیار کروں) امام بیہقیؒ اس پر لکھتے ہیں " انما اراد أحاديث العراق اما أحاديث الحجاز فالشافعي أعلم بها من غيره (۳) (اس سے مراد عراق کی حدیثیں ہیں (اس لیے کہ امام احمد بن حنبل عراق کے تھے) جہاں تک حجاز کی احادیث کا تعلق ہے امام شافعیؒ دوسروں سے زیادہ ان احادیث سے واقف تھے) اسی لیے امام احمد بن حنبلؒ نے خود امام شافعی سے پوری موطأ سنی ہے فرماتے ہیں:" سمعت الموطأ من محمد ابن ادريس الشافعيؒ لأني رأيته فيه ثبتا وقد سمعته من جماعة قبله (۴) (میں نے موطأ امام شافعیؒ سے سنی ہے، اس لیے کہ اس معاملہ میں (یعنی موطأ کو مکمل یاد رکھنے اور محفوظ رکھنے میں) میں نے آپ کو نہایت مضبوط اور پختہ دیکھا، حالانکہ آپ سے قبل ایک جماعت سے میں موطأ سن چکا تھا۔)

اثرمؒ (۵) جو امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ کیا شافعیؒ اصحاب حدیث میں تھے؟ آپ نے فرمایا بخدا وہ اصحاب حدیث میں تھے (۶)

فقہی معاملات میں رجوع

فقہی معاملات میں بھی امام احمد بن حنبلؒ اکثر وبیشتر امام شافعیؒ کی طرف رجوع فرماتے تھے، فرماتے ہیں "اذا سئلت عن مسئلة لا أعرف فيها خبرا قلت فيها بقول

(۱) توالی التاسیس:۸۵ (۲) الوافی بالوفیات:۲/۱۲۲ (۳) الوافی بالوفیات:۲/۱۲۲

(۴) تاریخ دمشق ۲۸۲/۵۴ (۵) سیر اعلام النبلاء:۱۲:/۶۲۳ ابوبکر احمد بن محمد الأثرم الطائی، نہایت مشہور اور ممتاز شخصیت، امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید اور امام نسائی کے شیخ، صاحب سنن، وفات تقریبا ۲۶۰ھ (۶) بیان خطاء من أخطاء علی الشافعی:۱/۶

الشافعیؒ (۱)(مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جاتا جس سے متعلق کوئی حدیث مجھے معلوم نہ ہوتو میں امام شافعیؒ کے قول کے مطابق کہتا ہوں۔)

اسی لیے آپ امام شافعیؒ کی کتابوں کو لکھنے کی تاکید فرماتے تھے، محمد بن مسلم بن وارہ فرماتے ہیں میں مصر سے آیا تو امام احمد بن حنبل کی خدمت میں دعا سلام کی غرض سے حاضر ہوا آپ نے دریافت کیا کہ کیا امام شافعی کی کتابیں لکھی ہیں؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا بڑی کوتاہی کی ہمیں تو مجمل مفصل حدیث ناسخ حدیث منسوخ کا پتہ اس وقت چلا جب ہم نے امام شافعی کی مجلس میں بیٹھنا شروع کیا، میں نے آپ کی یہ بات سنی تو دوبارہ مصر آیا اور امام شافعی کی کتابیں تحریر کیں پھر واپس چلا آیا(۲)

عبدالملک بن حبیب میمونی نے بھی اسی طرح کی بات فرمائی، فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام احمد بن حنبلؒ نے پوچھا کیا بات ہے تم امام شافعی کی کتابیں نہیں دیکھتے ہو! یاد رکھو جن لوگوں نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سب سے بڑھ کر متبع سنت امام شافعیؒ ہیں (۳)

مشہور محدث امام حمیدی کو بھی امام احمد بن حنبل نے تاکید کی تھی کہ امام شافعیؒ سے وابستہ رہنا، حمیدی فرماتے ہیں " قال لی احمد بن حنبل و نحن بمكة الزم الشافعی فلزمته حتی خرجت معه الی مصر (۴)(جب ہم مکہ میں تھے تو امام احمد بن حنبلؒ نے مجھ سے کہا کہ امام شافعیؒ سے وابستہ رہنا میں آپ سے اس طرح وابستہ ہوا کہ خود آپ کے ساتھ میں بھی مصر چلا آیا۔)

یہ امام شافعیؒ کے ساتھ امام احمد بن حنبلؒ کی محبت وعقیدت کی کچھ جھلکیاں تھیں جو پیش کی گئیں، امام احمد بن حنبلؒ نے آپ کو دوسری صدی ہجری کا مجدد کہا ہے، اس کے بارے میں ہم امام شافعیؒ کی شان تجدید کے عنوان سے کچھ گفتگو کریں گے، دوسری طرف امام شافعیؒ بھی امام احمد بن حنبل سے بے حد محبت فرماتے تھے، اس سلسلہ میں بعض باتیں اس سے قبل گذر چکی ہیں، استاذ وشاگرد کے درمیان عقیدت ومحبت قدر دانی واحترام کے یہ تعلقات مثالی رہے ہیں اور ہر دور میں باکمال اساتذہ اور لائق ترین شاگردوں کے لیے مشعل راہ بھی ہیں۔

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۸۲/۵۴ (۲) حلیۃ الاولیاء: ۱۰۴/۹
(۳) حلیۃ الاولیاء: ۱۰۷/۹ (۴) تھذیب الاسماء واللغات: ۸۱/۱

جامع الکمالات

علم اور آداب علم

احترام، احسان مندی اور حیاء و پاکیزگی کے نتیجہ میں جو شائستگی اور سلیقہ مندی پیدا ہوتی ہے اسے ''ادب'' کہا جاتا ہے، اس کے ذریعہ انسان کی زندگی میں نکھار آتا ہے، قدر دانی اور شکر گذاری اس کے لیے بے حد ضروری ہیں، بالکل اسی طرح بے ادبی ناقدری کی علامت ہے، وہ علم اکثر بے ثمر واقع ہوا ہے جس کے ساتھ ادب نہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات منسوب ہے، تعلموا العلم و تعلموا له السكينة و الوقار۔ (۱) (علم حاصل کرو اور علم کے لیے وقار و متانت بھی پیدا کرو۔)

امام شافعیؒ علم کی کیسی تڑپ رکھتے تھے، اس کی کچھ جھلک پہلے گذر چکی ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کو جو کمالات عطا ہوئے ان میں ایک کمال علم کے ادب و احترام کا بھی تھا، یہ ایک بہت بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے آپ کی شہرت کو چار چاند لگے اور ہر جگہ آپ کا فیض جاری ہوا، یہ درحقیقت علم کی روح ہے، جس کے ختم ہونے پر علم محض معلومات کا نام رہ جاتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ليس العلم ما حفظ ، العلم ما نفع ومن ذلك دوام السكينة و الوقار و الخشوع و التواضع لله و الخضوع (۲) (یاد کر لینے کا نام علم نہیں ہیں، علم وہ ہے جو نفع پہونچائے، علم کا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہمیشہ متانت اور

---

(۱) کنز العمال ۲۰۲/۵ (۲) تذکرہ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم ص/۴۵

وقار کے ساتھ رہا جائے، اللہ کے سامنے خوف وسکینت کی کیفیت رہے، تواضع اختیار کی جائے) یعنی نفسانی اغراض سے بلند رہے اور تکبر سے دور رہے۔ آداب علم کے تعلق سے ایک مرتبہ اپنی کیفیت یوں بیان فرمائی:

ماأعلم أني أخذت شيئا من الحديث او القرآن او النحو او غيرذلك من الاشياء مما كنت استفيده الا استعلمت فيه الأدب ،وكان ذلك طبعي ،الى أن قدمت المدينة ، فرأيت من مالك مارأيت من هيبته و اجلاله العلم فازددت من ذلك ،حتى ربما كنت اكون في مجلسه فاصفح الورقة تصفحا رفيقا هيبة له لئلا يسمع وقعها۔ (۱)

(میں نے قرآن، حدیث، نحو یا اس کے علاوہ جو بھی علم حاصل کیا ہے مجھے یاد نہیں میں نے کسی علم میں ادب ملحوظ نہ رکھا ہو، ادب واحترام تو میری فطرت تھی۔ جب میرا مدینہ آنا ہوا تو وہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی باوقار شان اور علم کے احترام کی کیفیت دیکھی تو میری اس کیفیت میں بھی اضافہ ہوا، بسا اوقات میں آپ کی مجلس میں ہوتا تو ورق بھی آہستگی سے الٹتا، تا کہ آپ تک اس کی آواز نہ پہونچے، یہ امام مالکؒ کی عظمت شان کا اثر تھا۔)

سلیقہ مندی اور شائستگی کی یہ کیفیت آپ کی زندگی میں ہر جگہ نظر آتی ہے، مزاج کا اعتدال شریعت کے سانچے میں اس طرح ڈھل گیا تھا کہ ہر کام خوب سے خوب تر انداز میں مکمل ہوتا، کم پانی میں مکمل وضو کرنا شریعت کی تعلیم ہے اور سنت نبی بھی اس کے ساتھ تفقہ فی الدین کی علامت بھی ہے، ایک فقیہ کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ہر ادا سے دینی فہم کا ثبوت دیتا ہے، اور زندگی کے اصول فراہم کرتا ہے، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (۲) فرماتے ہیں:

مارأيت احدا اقل صبا للماء في تمام الطهر من الشافعي (۳) (میں نے امام شافعی سے بڑھ کر کم سے کم پانی میں بھرپور طہارت حاصل کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔)

---

(۱) توالی التاسیس ص/۱۱۹ (۲) محمد بن عبد الله بن عبد الحكم ابو عبيد الله المصرى (۱۸۲۔۲۶۸) شیخ الاسلام، فقیہ، مصر واطراف کے ممتاز عالم، امام مالک کے مسلک کے علمبردار۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۳۸ (۳) توالی التاسیس ص/۱۲۰

جدّ وجہد اور صبر

اللہ رب العزت نے آپ کو علم کی حلاوت عطا فرمائی تھی، جس کے سامنے گویا دنیا کی ہر لذت بے مزہ تھی، طلبہ کو نصیحت فرماتے ہوئے ایک دفعہ آپ نے وہ بات ارشاد فرمائی جو خود آپ کی علمی زندگی کا آئینہ تھی: حق على طلبة العلم بلوغ غاية جهدهم من الاستكثار من علمه والصبر على كل عارض دون طلبه واخلاص النية لله تعالى في ادراك علمه نصا واستنباطا والرغبة الى الله تعالى في العون عليه ـ (۱)

(علم کی چاہت رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ بھرپور علم حاصل کرنے کے لیے آخری حد تک کوشش کریں، علم کی تلاش وجستجو کے دوران پیش آنے والی ہر چیز پر صبر کریں، جو علم حاصل ہو رہا ہے چاہے براہ راست حاصل ہو یا غور وفکر کے نتیجہ میں حاصل ہو، ہمیشہ اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص رکھیں، حصول علم میں حقیقی مدد پانے کے لیے اپنی تمام تر چاہتیں اللہ کے لیے وقف کر دیں۔)

آپ کے شاگرد حضرت ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں: لم ار الشافعي رضي الله عنه آكلا بنهار ولا نائما بليل لا شتغاله بالتصنيف (۲) (تصنیف وتالیف میں مشغولیت کی وجہ سے میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دن میں کھاتے دیکھا نہ رات میں سوتے دیکھا۔)

یہ درحقیقت شوق علم تھا اور اپنے علم سے اللہ کے بندوں کو فائدہ پہونچانے کی شدید خواہش کہ کھانا اور سونا تک گویا فراموش ہو چکا تھا، واضح رہے کسی اہم اور خاص کام کے وقت یہ کیفیت ہوتی ہوگی، ورنہ عمومی حالات میں آپ کا معمول رات میں ایک تہائی رات سونے ایک تہائی عبادت اور ایک تہائی رات تصنیف وتالیف میں مشغولیت کا تھا۔ (۳) دن میں صبح سے لے کر ظہر تک لکھنے کا معمول تھا (۴) آپ فرمایا کرتے تھے، من لا يحب العلم لا خير فيه، ولا يكن بينك وبينه معرفة ولا صداقة (۵) (جسے علم عزیز نہیں اس میں کوئی

(۱) تذكره السامع والمتكلم في ادب العالم والمتعلم.....ص/۳۶ (۲) ایضاً ص/۳۶
(۳) توالی التاسیس ص/۹۸ (۴) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۳۷ (۵) توالی التاسیس ص/۱۳۶

بھلائی نہیں، تم ایسے شخص سے دوستی یا جان پہچان نہ رکھو۔)

آپ کی یہ بات نہایت مشہور ہے، طلب العلم افضل من صلاۃ النافلۃ (۱) (علم کو حاصل کرنا نفل نماز سے افضل ہے) آپ کی یہ بات درحقیقت ان احادیث سے ماخوذ ہے جن میں ایک صحیح سمجھ رکھنے والے عالم کو ہزار عبادت گذاروں سے بڑھ کر شیطان پر بھاری بتایا گیا ہے، یا عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی بتائی گئی ہے جیسے خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضیلت کسی عام صحابی پر۔(۲)

تواضع اور جامعیت

علم وعمل کی جامعیت کو آپ ولایت کا نہایت اونچا مقام قرار دیتے تھے، حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی "إن لم یکن الفقھاء العاملون أولیاء الله فما لله ولی (۳) (اگر دین کا فہم رکھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے بھی اللہ کے ولی نہ ہوں تو پھر اللہ کے ولی کا وجود ہی نہیں۔)

علم دین کی سمجھ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ انسان اسے پانے کے بعد سراپا تواضع بن جائے، اس کے جذبات ہمیشہ شکر سے لبریز رہیں، آپ فرماتے تھے، فقیہ کے لیے مناسب ہے کہ اللہ کا احسان مانتے ہوئے اس کے شکر سے لبریز جذبات کے ساتھ اللہ کے لیے سراپا تواضع وانکساری بن جائے اپنے سر پر خاک رکھ دے۔(۴) مطلب خاک رکھنا نہیں بلکہ اللہ کے شکر میں تواضع اختیار کرنا ہے، اسی تواضع کی انتہاء تھی کہ آپ فرمایا کرتے تھے، وددت أن کل علم اعلمہ تعلمہ الناس أوجر علیہ ولا یحمدونی ۔(۵) (میری خواہش ہے کہ جو علم بھی میں جانتا ہوں، لوگ اسے سیکھیں مجھے اجر ملے، لوگ میری تعریف نہ کریں) کبھی فرماتے: وددت أن الناس لو تعلموا ھذہ الکتب ولم ینسبوھا الي (۶) (میں چاہتا ہوں کہ لوگ میری

---

(۱) توالی التاسیس ص/۱۳۸ (۲) واضح رہے کہ اس طرح کی احادیث سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ عالم اور عابد میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، جیسے نبی اور غیر نبی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوتا ہے، فرق کی یکسانیت بتانا مقصود نہیں ہے۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۵۳/۱۰ (۴) سیر اعلام النبلاء ۵۲/۱۰

(۵) توالی التاسیس ص/۱۰۶ (۶) توالی التاسیس ص/۱۰۶

ان کتابوں سے علم حاصل کریں، ان کتابوں کی نسبت میری طرف نہ کریں۔)

علمی امانت اور دیانت کی اس سے اعلیٰ کیا مثال ہوسکتی ہے، گویا یہ فرما رہے ہوں کہ علم اللہ کی امانت ہے وہ اللہ کے بندوں تک پہونچ جائے، باقی میں کیا میری حیثیت کیا، ان ہی نفوس قدسیہ کے انوار سے تاریخ کی پیشانی روشن ہے۔ ایسے ہی پاکیزہ جذبات رکھنے والوں سے تاریخ کی آبرو قائم ہے، جس مبارک شخصیت نے اپنے لیے اس طرح کی گمنامی پسند کی اللہ رب العزت نے اسے اتنا اونچا اٹھایا کہ تاریخ اسلام میں ایسی شہرت و نیک نامی بس چند ہی حضرات کے حصہ میں آئی۔ سچ ہے: من تواضع لله رفعه الله! (۱)

قربانی وقدردانی

علم بڑا غیور وخوددار ہے، یہ اپنی راہ میں فنائیت چاہتا ہے، اس کے لیے جب سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھا جائے تو یہ اپنے دروازے کھولتا ہے۔ خود رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ رب العزت نے یہ دعا سکھائی۔ وقل رب زدنی علما (۲) (کہیے، میرے رب میرے علم میں اور اضافہ فرما) اللہ کی مخلوق میں جس ہستی کو سب سے زیادہ علم عطا کیا گیا اسی ہستی کو جب علم میں اضافہ کی دعاء کا حکم ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی کوئی انتہا نہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے، منهومان لا يشبعان، منهوم في العلم لا يشبع منه، ومنهوم في الدنيا لا يشبع منها (۳) (دو بے پناہ رغبت رکھنے والے کبھی آسودہ نہیں ہوتے، ایک علم کی رغبت رکھنے والا وہ کبھی علم سے سیر نہیں ہوتا، دوسرے دنیا کا حریص کبھی اس کی حرص ختم نہیں ہوتی۔)

امت مسلمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے سپوتوں نے علم کے راستہ میں ایسی حیرت انگیز قربانیاں پیش کی ہیں کہ عقل دم بخود رہ جائے، بالخصوص علم دین جس کی بنیاد اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت پر ہے۔ اس کے لیے تو سلف صالحین نے اپنا سب کچھ لٹادیا تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس میدان میں بھی صف اول میں نظر آتے ہیں۔

---

(۱) البیهقی فی شعب الایمان، فصل فی التواضع۔ ۲۷۶/۶۔ (۲) سورہ طٰہ الآیۃ۔ ۱۱۴

(۳) البیهقی، شعب الایمان، الزهد وقصر الامل۔ ۴۹۷/۱۲، سنده صالح كما ذكره الالبانی

آپ سے دریافت کیا گیا، آپ میں علم کی کتنی چاہت ہے، آپ نے فرمایا جب کوئی نئی بات سنتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ ایک ایک عضو کان بن جائے، تا کہ ہر عضو کو وہی لذت ملے جو کانوں کو حاصل ہو رہی ہے، پھر پوچھا گیا، علم برقرار رکھنے کی خواہش کس درجہ ہے، فرمایا، کسی بخیل و حریص شخص کو مال سمیٹنے میں جو مزہ آتا ہے ویسا ہی مزہ سمجھو، مزید پوچھا گیا، علم کی طلب اور تڑپ کی کیا کیفیت ہے؟ آپ نے فرمایا: کسی ماں کا اکلوتا بچہ گم ہو جائے تو بچے کی تلاش میں اس ماں کی جو حالت ہوتی ہے علم کی تلاش میں میری بھی یہی حالت ہے(۱)

فنائیت

یہ علم کی تلاش و جستجو میں فنائیت کا مقام ہے جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، اس سے بھی اونچا مقام یہ ہے کہ علم کی شمع سے ہر ایک کو روشن کیا جائے اور خود نمائی کا شائبہ تک نہ پایا جائے۔

سچی بات یہ ہے کہ انسان اپنے اصلی میدان کے علاوہ بقیہ تمام مقامات پر تواضع اختیار کر سکتا ہے، کسی علمی شخصیت کے لیے مال و جاہ کی جگہوں پر تواضع کرنا آسان ہے، کوئی مالدار شخص علمی میدان میں منکسر المزاج واقع ہو سکتا ہے، لیکن جہاں تک اس کا اپنا ذاتی میدان ہے وہاں طبعی خواہش کچھ نہ کچھ نمایاں ہونے کی ضرور رہتی ہے، یہ نہ بھی ہو تو اتنی خواہش رکھنا گناہ کے زمرے میں بھی نہیں آتا کہ اس کے کسی اچھے کام کی نسبت خود اس کی طرف کی جائے، اپنی تعریف کے لیے نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے طور پر، ہر کتاب پر مصنف کی مرضی اور خواہش کے مطابق اس کا نام درج ہوتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے میدان علم میں بھی سخاوت نفس اور عالی ہمتی سے نوازا تھا۔

آپ کی یہ بات بلاشبہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے، وددت أن الخلق تعلموه ولا ينسب الي منه شيء(۲) (میری خواہش ہے کہ خلق خدا میری کتابوں سے فائدہ اٹھائے اور میری طرف کسی بھی چیز کی نسبت نہ کی جائے) میری خواہش یہ بھی ہے کہ میں جو علم حاصل کیا ہے میرے ذریعہ لوگوں کو بھی وہ علم مل جائے، مجھے ثواب ملے، لوگ میری

(۱) توالی التاسیس ص/۱۰۶ (۲) توالی التاسیس ص/۱۰۶

تعریف نہ کریں، یہ مقولے اپنے اندر علم دوستی، انسانیت نوازی، اشاعت علم اور تواضع کی کیا کیفیات رکھتے ہیں، اسے جاننے کے لیے لمبی چوڑی عقل کی ضرورت نہیں ہے۔

جامع الکمالات

اگر ایک لفظ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کیا جائے تو اس کے لیے سب سے مناسب لفظ جامع الکمالات ہے، اس دور کے تمام اہم علوم پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو لگ بھگ ہر علم میں آپ انتہائی بلند ترین مقام پر فائز نظر آتے ہیں، چونکہ آپ کی شہرت ایک بے مثال فقیہ کی حیثیت سے ہوئی اس لیے اور کمالات اس عظیم کمال کے پردے میں چھپ گئے، ورنہ جن بلند ترین الفاظ میں آپ کا تذکرہ خود آپ کے زمانے کے افراد نے یا کچھ بعد والوں نے کیا ہے اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ذات ہمہ جہت تھی اور علم و فضل کے ہر میدان میں آپ درجۂ کمال پر فائز تھے، جو عالی مرتبت نفوس خداوند قدوس کی طرف سے تجدید و احیاء دین کے لیے منتخب کئے جاتے ہیں، وہ دین کے ہر شعبہ میں اپنی قیادت و سیادت کے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں ان کے کارنامے صدیوں تک زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن حکم فرماتے ہیں: إن كان احد من اهل العلم حجة في شئ فالشافعي حجة في كل شي (۱) (اگر اہل علم میں کوئی کسی خاص فن میں سند کا درجہ رکھتا ہے تو امام شافعیؒ ہر فن میں سند ہیں) لغت کے بہت بڑے امام ابو منصور ازہری (۲) فرماتے ہیں: عكفت على المؤلفات التي ألفهافقهاء الأمصار فألفيت الشافعي اغزرهم علما وافصحهم لسانا واوسعهم خاطرا (۳) (اپنے زمانے کے بڑے بڑے فقہاء کی کتابیں میں نے پوری توجہ سے دیکھی ہیں، ان میں امام شافعیؒ کو میں نے دیکھا کہ بے پناہ علم نہایت فصیح زبان اور بڑا کشادہ دل رکھتے ہیں، اس باب میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔)

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۲ (۲) ابو منصور محمد احمد بن ازهر الازهری اللغوی الهروی الشافعی، امام لغت، فقیہ، علامہ، ثقہ راوی، وفات ۳۷۰ عمر ۸۸ سال۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۵ (۳) توالی التاسیس ص/۱۰۴

حضرت داؤد بن علی اصفہانی (۱) فرماتے ہیں: اللہ نے آپ کو گوناگوں فضائل کا مجموعہ بنایا تھا، شرف نسب میں نہایت بلند صحت دین، اعتقاد کی سلامتی، فیاضی و دریا دلی، احادیث کی بھرپور معرفت ناسخ و منسوخ کا مکمل علم، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پورا عبور سیرت رسول اور خلفاء کے احوال سے کامل واقفیت، یہ سب آپ کی ہشت پہلو شخصیت کی جلوہ سامانیاں تھیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ کو باکمال شاگرد بھی نصیب ہوئے، جن میں سب سے نمایاں امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۲)

دوسرے علوم میں امتیاز

علوم شریعت کے علاوہ اور علوم میں بھی آپ کو امتیاز حاصل تھا۔ علم طب کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کان الشافعی مع عظمته فی علم الشریعة و براعته فی العربیة بصیرا فی الطب نقله غیر واحد (۳) (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ علوم شریعت میں اپنی عظمت اور علوم عربیت میں اپنی مہارت کے ساتھ ساتھ علم طب میں بھی بصیرت رکھتے تھے، کئی حضرات نے یہ بات نقل کی ہے۔)

تاریخ کا علم

محمد بن عبد الحکم فرماتے ہیں: و کان من اعرف الناس بالتواریخ۔ (۴) (آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو تاریخ کے علم سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔)

علم الانساب

ماہرین انساب کو اس کا اعتراف ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ علم الانساب میں انتہائی مہارت رکھتے تھے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ماہرین انساب کے حوالہ سے یہ بات

---

(۱) داود بن علی الاصفهانی ،ابو سلیمان البغدادی ،آپ امام داؤد ظاہری کے نام سے مشہور ہیں، ظاہریہ کے امام، علامۂ زمانہ، اپنے وقت کے نہایت ممتاز عالم۔ ۲۰۰۔ ۲۷۰۔ (سیر اعلام النبلاء، ۹۸/۱۳) (۲) توالی التاسیس ص/۱۰۲ (۳) تاریخ الاسلام للذہبی ۳۳۳/۱۴
(۴) مرآۃ الجنان ۱۹/۲

لکھی ہے، کان الشافعی من اعلم الناس بالأنساب (۱) (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات میں سے تھے جو انساب کا خوب علم رکھتے ہیں۔)

مشہور مؤرخ وسیرت نگار عبدالملک بن ہشام سے آپ کی ملاقات ہوئی، دوران کلام جب علم الانساب کا ذکر چھڑا تو آپ نے ابن ہشام سے فرمایا: مردوں کے نسب نامے تو سب جانتے ہیں، ذرا عورتوں کے نسب ناموں پر بات ہوجائے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی معلومات پر ابن ہشام دنگ رہ گئے، بعد میں وہ کہا کرتے تھے:۔ ماظننت أن الله خلق مثله (۲) (میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے امام شافعی کی طرح کسی کو پیدا کیا ہوگا۔)

قدیم عربی قصے کہانیاں اور حکایات

عربوں کے قدیم قصے کہانیاں بھی آپ کو خوب معلوم تھیں، قدیم عربی تاریخ کے گویا حافظ تھے، آپ کی جیسی رنگا رنگ شگفتہ پر بہار مجلس اس وقت عالم اسلام میں کسی اور جگہ نہیں تھی، گذشتہ صفحات میں آپ کی پر بہار و باوقار مجلس کا تذکرہ گذر چکا ہے، ابن وہب کہتے ہیں: ماقدم علینا بلدنا فقیه ولا محدث اکثر حفظا للحکایات والاسمار من الشافعی (۳) (ہمارے اس خطے میں کوئی ایسا محدث اور فقیہ نہیں آیا جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ واقعات، قصے کہانیاں وغیرہ جانتا ہو۔)

قاضی امام ابومحمد حسین بن محمد المروزی (۴) فرماتے ہیں:۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر فقہ اور ادب میں ۱۱۳، ایک سو تیرہ کتابیں لکھیں ہیں (۵)

کرابیسی فرماتے ہیں: ما رأیت مجلسا قط أنبل من مجلس الشافعی (۶) (میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے بڑھ کر باغ و بہار مجلس کسی کی نہیں دیکھی۔)

مصعب بن عبداللہ زبیری فرماتے ہیں، ما رأیت أعلم بایام الناس من

---

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی۔۱۴/۳۳۹ (۲) التحفة اللطیفة ۲/۴۴۵ (۳) تاریخ الاسلام ۵۱/۴۰۷ (۴) حسین بن محمد بن احمد ابو علی المروزی، سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۸۷، علامہ، شیخ الشافعیة، فقہ میں قفال کے شاگرد، کہا جاتا ہے کہ امام الحرمین نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے، وفات ۴۶۲ھ (۵) المجموع شرح المہذب۔۱/۱۲ (۶) تہذیب الاسماء واللغات ۔۱/۸۱

الشافعی (۱) (میں نے گذرے ہوئے واقعات وتاریخ کا امام شافعی سے بڑھ کر جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا) نفطویہ (۲) فرماتے ہیں: مثل الشافعی فی العلماء مثل البدر فی نجوم السماء۔ (۳) (امام شافعیؒ کی مثال علماء میں ویسی ہی ہے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند۔)

مختلف طبقات کا اعتماد

ایک خاص بات امام شافعیؒ میں یہ نظر آتی ہے کہ امت کے تمام طبقات کا آپ کو اعتماد حاصل رہا، اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب رائے، اہل ادب ہوں یا اصحاب لغت، نحوی حضرات ہوں یا اصحاب تاریخ، شعر وشاعری کا ذوق رکھنے والے ہوں یا ماہرین انساب، ہر طبقہ نے نہایت اونچے الفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، حد تو یہ ہے کہ آپ کے دور کے بعض معتزلہ نے بھی آپ کا انتہائی اونچے الفاظ میں ذکر کیا ہے، مشہور معتزلی بشر المریسی تو یہاں تک کہا کرتا تھا: معه نصف عقل اهل الدنیا (۴) (آدھی دنیا کی عقل تو تنہا آپ کے پاس ہے) دوسرا مشہور مصری معتزلی عالم حفص الفرد کا کہنا یہ تھا: لا اعلم انسانا اعلم منه (۵) (آپ سے زیادہ جاننے والے کسی انسان سے میں واقف نہیں ہوں) آپ کے دور کے دونوں مشہور عباسی خلفاء ہارون ومامون آپ کے قائل تھے، مامون کا کہنا تھا۔ امتحنت محمد بن ادریس فی کل شئ فوجته کاملا (۶) (میں نے ہر چیز میں محمد بن ادریس کا امتحان لیا تو آپ کو کامل پایا) ہارون رشید نے جب آپ کی گفتگو سنی تو بول اٹھا، اکثر الله فی اهلی مثلك (۷) (اللہ میرے گھر والوں میں آپ جیسے بہت سارے بنائے۔)

امام الجرح والتعدیل حضرت یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس بات کو زیادہ شہرت دی گئی کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ بعد رکھتے تھے، آپ کو پسند نہیں

---

(۱) تهذیب الاسماء واللغات ۱/۸۹ (۲) ابو عبد اللہ ابراهیم بن محمدبن عرفه العتکی الازدی الواسطی، نفطویہ کے نام سے مشہور ہوئے، امام، حافظ، نحوی، مؤرخ، عالم، وفات ۳۲۳، سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۳۴ (۳) مراۃ الجنان ۲/۲۷ (۴) توالی التاسیس ص/۸۱
(۵) توالی التاسیس ص/۸۲ (۶) توالی التاسیس ص/۸۱ (۷) توالی التاسیس ص/۸۹

فرماتے تھے، یہ بات شاید غلط مشہور ہوگئی ہوگی، ورنہ حضرت یحی بن معینؒ سے بعض ایسے اقوال منقول ہیں جو امام شافعیؒ کے ساتھ آپ کی عقیدت ومحبت کو ظاہر کرتے ہیں، غور کرنے سے یہی بات زیادہ سمجھ میں آتی ہے، اس لیے کہ حضرت یحی بن معین امام احمد بن حنبلؒ کے گہرے دوست تھے، امام احمد بن حنبل کی امام شافعی کے ساتھ والہانہ محبت اور سچی عقیدت اظہر من الشمس ہے، اس کا کچھ نہ کچھ اثر حضرت یحی بن معین رحمۃ اللہ علیہ پر ضرور پڑا ہوگا۔

محمد بن علی الصائغ (۱) کہتے ہیں میں نے حضرت یحی بن معین کو یہ کہتے ہوئے خود سنا ہے: محمدبن ادریس الشافعي في الناس بمنزلة العافية للخلق والشمس للدنيا، جزاه الله عن الاسلام وعن نبيه خيرا (۲) (محمد بن ادریس شافعی لوگوں کے لیے ویسے ہی ہیں جیسے خلق خدا کے لیے صحت وعافیت، اور دنیا کے لیے سورج، اللہ آپ کو اسلام اور اپنے نبی کی طرف سے بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔)

زعفرانی کہتے ہیں: میں نے خود حضرت یحی ابن معین سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا تو آپ فرمانے لگے، دعنا لو كان الكذب له مطلقا لكانت مروء ته تمنعه أن يكذب (۳) (چھوڑو بھائی، اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے جھوٹ بولنا جائز بھی ہوتا تب بھی آپ کی شرافت آپ کو جھوٹ سے دور ہی رکھتی۔)

جی چاہتا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر یہ باب ختم کیا جائے، كأن الله تعالى قدجمع في الشافعي كل خير، (ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ہر خیر جمع کردیا ہو) (۴)

---

(۱) محمد بن علي زيد الصائغ ابو عبد الله المكي، ثقہ محدث، وفات ۲۸۷

(سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۴۲۸) (۲) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۸۴

(۳) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۸۷ (۴) المجموع: ۱/ ۱۲

علوم شریعت

علوم قرآن

اس دنیا میں اللہ کی کتاب سے بڑھ کر کوئی عظیم تحفہ نہیں، اس سے لگاؤ اور تعلق کی وجہ سے اللہ ربّ العزت کی طرف سے عزت کے فیصلے اترتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مبارک کتاب کو کتاب عزیز فرمایا ہے، و انـه لکتاب عزیز (۱) بلاشبہ یہ قران نہایت باوقعت کتاب ہے، اس لیے اس بابرکت کتاب سے حقیقی تعلق رکھنے والے حضرات بھی اللہ کے نزدیک نہایت باوقعت ہوتے ہیں۔

امام شافعی پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص

اللہ ربّ العزت نے اپنی کتاب کے متعدد حقوق بیان فرمائے ہیں، جو خود کتاب اللہ میں موجود ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا کہ ہر گوشے سے آپ کو کتاب اللہ کی خدمت کا موقعہ ملا جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا، اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو چکے تھے، اسی طرح جب کبھی استاذ موجود نہ ہوتے تو آپ بقیہ طلبہ کی نگرانی رکھتے، گویا حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن کی تعلیم پانے والوں پر توجہ کرنے کا سلیقہ بھی آپ کو بچپن سے عطا ہوا، یہ گویا قرآن عظیم کی پہلی خدمت تھی جو آپ سے لی گئی۔

(۱) سورۃ فصلت الآیۃ ۴۱

جب آپ لڑکپن کی عمر کو پہنچے تو غالباً اس وقت سے قرآن کریم کی تلاوت کا ذوق آپ کو نصیب ہوا ہوگا، مکہ مکرمہ کی مبارک ومقدس سرزمین حرم مکہ یعنی مسجد حرام میں بیت اللہ کے سایہ میں ایک طرف آپ دینی علوم حاصل کرتے تھے ،تو دوسری طرف مسجد حرام میں صرف تیرہ سال کی عمر میں ایک چھوٹا سا پاک وصاف سراپا تقدس حلقہ آپ کا بھی لگتا تھا، جہاں آپ لوگوں کو(شاید کم عمر بچوں کو) قرآن کریم سکھایا کرتے تھے، مشہور محدث حرملہ فرماتے ہیں: رأیت الشافعي يقرئ الناس في المسجد الحرام وهو ابن ثلاث عشرة سنة ، (۱) میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد حرام میں دیکھا کہ تیرہ سال کی عمر میں لوگوں کو قرآن کریم پڑھا رہے ہیں، ظاہر بات ہے کہ اس وقت مسجد حرام میں بہت بڑے حضرات قراء رہتے ہوں گے، ان کی موجودگی میں ایک تیرہ سالہ کم عمر لڑکے کا لوگوں کو یا بچوں کو قرآن پڑھانا انتہاء درجے کی غیر معمولی بات تھی ،اس معصوم بچپن ہی میں اللہ کے کلام سے اس درجہ وابستگی درحقیقت اللہ کی طرف سے قبولیت ومقبولیت کی ایک خاص علامت تھی۔

۱- قرآن کریم کا سب سے پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ اسے تجوید کے ساتھ اچھی آواز سے پڑھا جائے اور تلاوت کا مستقل معمول رکھا جائے ، بالخصوص اگر قرآن کریم کا کوئی حصہ یاد ہو تو رات کی عبادت میں اسے پڑھا جائے ، یہ دونوں نعمتیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھیں، بحر بن نصر فرماتے ہیں؛ جب ہمارا رونے کو جی چاہتا تو ہم آپس میں کہتے کہ چلو امام شافعی کے پاس چلتے ہیں وہاں قرآن کی تلاوت کریں، جب ہم آپ کے پاس آتے تو آپ تلاوت شروع فرماتے ،بس آنسو رواں ہو جاتے آہ وبکا کا ایک ماحول بن جاتا ،لوگ پروانہ وار آپ کی تلاوت پر نثار ہوتے ،آواز کا حسن ہی ایسا تھا، آپ لوگوں کی یہ کیفیت دیکھتے تو تلاوت روک دیتے۔(۲) حضرت بحر بن نصر یہ بھی فرمایا کرتے تھے میں نے آپ سے بڑھ کر متقی پرہیزگار اور قران کریم کو اچھی آواز سے پڑھنے والا آپ کے زمانے میں نہ کسی کو دیکھا نہ کسی کو سنا (۳)، دوسری طرف اللہ رب العزت نے حسن صوت کے ساتھ ذوق تلاوت

(۱) تهذيب الأسماء واللغات ۵/۱ (۲) توالی التأسیس ۹۸

(۳) تهذيب الأسماء واللغات ۸۵/۱

بھی مرحمت فرمایا تھا، مشہور ہے کہ روزانہ ایک ختم کا معمول تھا،(۱) رات کے وقت ایک تہائی رات محض نماز کے لیے ہوتی جس میں ٹھہر ٹھہر کر خوب اطمنان سے تلاوت کی جاتی (۲) امام ابن الجزریؒ نے غایۃ النہایۃ فی طبقات القرّاء میں اپنی قرات کی سند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچائی ہے، یہ سند ابن عبدالحکم کے ذریعہ سے امام شافعی تک پہونچی ہے، جو آپ کے مصری شاگرد تھے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں اپنے شاگردوں کو آپ نے قران عظیم کی بھی تعلیم دی ہے۔ واللہ اعلم (۳)

مشہور حدیث لیس منا من لم یتغنّ بالقرآن کی تشریح بھی یہی فرماتے تھے کہ اس سے مراد قرآن کو سوز و درد کے ساتھ غمگین آواز میں پڑھنا ہے۔(۴) پرفضا مقامات پر جہاں بسا اوقات انسان اللہ کی یاد کو فراموش کرتا ہے وہاں بھی آپ کبھی تشریف لے جاتے تو قرآن کریم کی تلاوت سے فضا کو پرنور بناتے، ایک دفعہ آپکا اسکندریہ تشریف لے جانا ہوا، تو وہاں کا معمول یہ تھا کہ جامع مسجد میں نمازیں پڑھتے پھر ساحل سمندر پر واقع فوجی چھاؤنی کی طرف چلے جاتے، اور سمندر کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے اور قرآن شریف کی تلاوت شروع فرماتے، رمضان کے مہینہ میں مسلسل یہی عمل رہا یہاں تک کہ کل ساٹھ ختم فرمائے (۵)

فہم قرآن

۲- قرآن کریم کا ایک اور بہت بڑا حق اسے صحیح سمجھنا ہے فہم قرآن سے متعلق یہ جان لینا کافی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اصول فقہ کے اوّلین مدون ہیں، اصول فقہ کا مطلب اصول فقہ الکتاب والسنۃ ہے، یعنی اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی احادیث کو صحیح صحیح سمجھنے کے بنیادی اصول۔ جس ہستی نے امّت کے سامنے وہ اصول پیش کئے ہوں جن سے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول (ﷺ) کی سنّت کو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہو، جن اصولوں کو امّت کے تمام معتبر طبقات نے قبول کیا ہو خود اس کے فہم قرآن کا عالم کیا ہوگا، اندازہ لگایا جا سکتا ہے، آپ کی بے نظیر کتاب الـــرســـالۃ کا جو مطالعہ کرے گا خاص طور پر اس کے ابتدائی

(۱) آداب الشافعی ومناقبہ ۷۴ (۲) سیر اعلام النبلاء ۳۵/۱۰ (۳) غایۃ النہایۃ ۲۲۲/۲
(۴) حلیۃ الاولیاء ۱۱۱/۹ (۵) توالی التأسیس ص/۱۵۶

ابواب جنھیں قرآن کریم کو سمجھنے کے تعلق سے نہایت بنیادی باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں، وہ آپ کے ذہن رسا کی گواہی دینے کے لیے کافی ہے، اسی طرح کتاب اللہ کی روشنی میں آپ نے سنت رسول اللہ کی جو عظمت وحیثیت بیان فرمائی ہے اس کے لیے قرآن کریم کی آیات سے جو استدلال فرمایا ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ سنت رسول اللہ کو کتاب اللہ کی تشریح، تفسیر، توضیح اور بیان کے روپ میں پیش کرنے کے لیے آپ نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اپنا جو موقف پیش فرمایا ہے، وہ بلا شبہ آپ کا تجدیدی کارنامہ ہے، ایک طرف معتزلہ نے بعض کلامی مسائل چھیڑ کر لوگوں کو اسی میں الجھا رکھا تھا، خاص طور پر احادیث سے لوگوں کے اعتماد کو ختم کرنے کی کوشش ہو رہی تھی، دوسری طرف عراق میں فقہی جزئیات پر توجہ ضرورت سے زائد ہونے لگ گئی تھی، وہاں کی علمی مجلسیں قال اصحابنا قال اصحابنا (ہمارے حضرات نے فرمایا، ہمارے حضرات نے فرمایا) سے گونج رہی تھیں، یہ آپ کی مبارک ذات تھی جس نے وہاں کی ایک ایک مجلس میں پہنچ کر قال الله اور قال رسول الله کی سب سے حسین ودلکش صدا بلند کی، پھر وہاں کے سب حلقے صرف آپ کے ایک حلقے میں ضم ہو گئے اور اسی بغداد میں جہاں خلیفہ کی سرپرستی میں معتزلہ کی طرف سے معرکہ برپا ہوتے تھے، جہاں اصحاب الرائے اصحاب الحدیث پر غلبہ رکھتے تھے آپ کو ''ناصر الحدیث'' کا خطاب دیا گیا، اور لوگوں کا ذوق ومزاج بدلا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ما رأيت احداً افقه في كتاب الله من هذا الفتى القرشي، (۱) میں نے قریش کے اس نوجوان سے بڑھکر کسی کو کتاب اللہ کی سمجھ رکھنے والا نہیں پایا۔

مشہور محدث امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: اعلمني جماعة من اهل الفهم بالقرآن أنه (الشافعي) كان اعلم الناس في زمانه بمعاني القرآن وأنه قد كان اوتي فهماً في القرآن (۲) قرآن کریم کا علم وفہم رکھنے والے حضرات نے مجھے بتایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں قرآن کریم کے معانی ومطالب کو سب سے زیادہ جاننے

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۶۷ (۲) تاریخ دمشق ۵۴/۲۶۶

والے تھے، آپ کو قرآن کریم کا زبردست فہم نصیب ہوا تھا، امام اسحاق بن راہویہ کو اس کا بڑا افسوس رہا کہ انہوں نے آپ سے قرآن کریم کا علم کیوں نہ حاصل کیا (۱)

سب سے پہلی دفعہ امام احمد بن حنبل ہی امام اسحاق بن راہویہ کو امام شافعی کی مجلس میں لے گئے تھے، آپ جب پہونچے تو دیکھا کہ امام شافعیؒ قرآن کریم پڑھ رہے تھے، حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے قریب بیٹھ گئے، فارغ ہونے کے بعد آپ نے امام احمد سے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ امام احمد نے جواب دیا ہمارے ساتھ اسحاق بن راہویہ ہیں، آپ نے مجھے خوب قریب فرمایا مجھ سے معانقہ کیا اور فرمایا الحمدلله الذی جمع بینی و بینکما ، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آپ دونوں کے ساتھ یکجا کیا، اس کے بعد ہمارے درمیان حدیث سے متعلق گفتگو چھڑ گئی، میں نے آپ سے بڑھ کر عالم حدیث کسی کو نہیں دیکھا، پھر فقہی امور میں کچھ غور وخوض ہوا اس میں بھی آپ سے بڑا کوئی فقیہ نظر نہیں آیا ، پھر بات چلی قرآت قرآن سے متعلق، آپ سے بڑھ کر کسی کو قاری نہیں دیکھا، لغت کے تعلق سے بات ہوئی، اس میں تو آپ ایک مرکزی شان رکھتے تھے، واقعی میری آنکھوں نے آپ جیسا نہیں دیکھا (۲)

خلیفہ ہارون رشید کا واقعہ گذر چکا ہے، اس نے آپ سے علم قرآن کے بارے میں پوچھا تھا، کہ آپ اس سے واقف ہیں آپ نے جواب میں فرمایا قرآن کا کون سا علم معلوم کرنا چاہتے ہیں، حفظ قرآن اور تجوید سے متعلق اگر پوچھ رہے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں قرآن کریم کا حافظ ہوں، کہاں وقف ہوگا کہاں سے ابتداء کی جائیگی مکی آیات کتنی ہیں اور کون کونسی، مدنی آیات کونسی ہیں جو معلوم کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، علوم قرآن سے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو عام، خاص، ناسخ منسوخ جو بھی چاہیں معلوم کریں، (۳) بھرے دربار میں خلیفۃ المسلمین کے سامنے چیدہ وچنیدہ علماء کی موجودگی میں یہ اعتماد سے لبریز جواب علوم قران میں آپ کے عبور کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۱) تاریخ دمشق ۲۶۶/۵۴ (۲) ایضاً ۲۶۶/۵۴ (۳) تاریخ دمشق ۲۳۳/۴۵

استنباط کی صلاحیت

حضرت سفیان بن عیینہ کے پاس جب بھی تفسیر یا فتوی سے متعلق کوئی سوال کیا جاتا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کرتے اور فرماتے؛ سلوا ھذا، (۱) ان سے پوچھو، امام ابن کثیر رحمۃ علیہ فرماتے ہیں؛ وقد کان الشافعی من اعلم الناس بمعانی القرآن والسنّة، واشدالناس نزعاً للدلائل منهما، (۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب وسنت کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والوں میں تھے، ان سے دلائل کا استنباط کرنے میں نہایت فائق ترین لوگوں میں تھے۔

حضرت یونس بن عبدالاعلی فرماتے ہیں؛ فکان الشافعی اذا اخذفی التفسیر فکأنّه شهد التنزیل، (۳)، امام شافعی جب تفسیر بیان کرنا شروع فرماتے تو یوں لگتا جیسے قرآن کریم کو براہ راست اترتا ہوا دیکھ رہے ہوں، ابوحسان زیادی فرماتے ہیں، جب میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ ہمارے طریقہ کے گرویدہ ہیں اور ہماری باتوں کو غور سے سنتے ہیں، قرآن کریم سے لطیف معانی کا استنباط کرتے ہیں، تو مجھے آپ سے بڑا انس ہوا، اس کے بعد میں آپ سے قرآن کریم کے معانی ومطالب دریافت کرنے لگا، میں نے قرآن کریم کے معانی و مطالب پر ایسی قدرت رکھنے والا ان معانی کی اصل مراد وحقیقت بتانے والا اور اس کے لیے عربی شاعری ولغت سے دلائل فراہم کرنے والا آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (۴)

حجیت اجماع پر استدلال

کتاب وسنّت کے بعد سب سے بڑی دلیل اجماع امّت ہے، اس سلسلہ میں متعدد روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی اس مبارک آیت کو اجماع کے لیے بنیادی دلیل قرار دیا ہے، ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساء ت

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۴۷ (۲) البدایة والنهایة ۱۰/۲۶۵
(۳) ایضاً ۱۰/۲۸۸ (۴) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۸

مصیراً۔ (۱) جو بھی راہ حق واضح ہونے کے بعد رسول کے ساتھ رسہ کشی کرے اور اہل ایمان کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے تو ہم اس کے سر وہی تھوپ دینگے جو اس نے خود اپنے ذمہ لیا ہے، اور اسے جھنم میں جھونک دینگے، جھنم بہت برا ٹھکانہ ہے، گرچہ یہ استدلال آپ کی مشہور تصنیف الرسالۃ میں نہیں ہے، وہاں آپ نے اجماع کی حجیت کے لیے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مبارک حدیث ہی کو پیش فرمایا ہے (۲) لیکن امام شافعیؒ کی جانب اجماع کی حجیت کے لیے اس مبارک آیت سے استدلال بہت مشہور ہے، اصول فقہ پر لکھنے والوں نے اجماع کی بحث میں آپ کے استنباط کا حوالہ دیا ہے، اور بعض مفسرین نے بھی آپ کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہے، بلا شبہ یہ آپ کا لطیف استنباط ہے، اور قرآن کریم پر گہری نظر کو بتلاتا ہے، بعض حضرات نے اس میں بھی آپ سے اختلاف کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن آپ کے استدلال کو امت کے علماء نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور استنباط و استدلال کے میدان میں آپ کی دقت نظری کو بہت سراہا، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والذی عول علیه الشافعی رحمه الله فی الاحتجاج علیٰ کون الاجماع حجةً تحرم مخالفته، هذه الآیة الکریمة بعد التروّی والفکر الطویل وهو من احسن الاستنباطات واقواها (۳)

یہی وہ آیت مبارکہ ہے جسکا سہارا لے کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اجماع ایسی حجت ہے جسکی مخالفت جائز نہیں، یہ استنباط بہت غور وفکر کے بعد فرمایا ہے، یہ لطیف استنباط ہے، جو اپنے اندر طاقت رکھتا ہے۔

ایک اہم واقعہ

مشہور محدث ومؤرخ امام ابن عساکر نے اس سلسلہ میں تاریخ دمشق میں ایک واقعہ لکھا ہے، امام مزنی یا ربیع ابن سلیمان فرماتے ہیں، ظہر وعصر کا درمیانی وقت تھا، ہم امام شافعی کے پاس بیٹھے تھے ایک بڑی عمر کے شخص آئے، انکا کرتا، عمامہ لنگی سب اونی تھا، ہاتھ میں عصا بھی

(۱) سورۃ النساء۔ الآیۃ: ۱۱۵ (۲) الرسالۃ ۴۱۰/۱۳۱۵ (۳) تفسیر ابن کثیر ۱/۵۲۵-۵۲۶

تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، ان بڑے میاں کو دیکھ کر سیدھے ہوئے، اور بہت ادب کے ساتھ ان کو دیکھنے لگے، بڑے میاں نے کہا میں سوال کر سکتا ہوں، آپ نے فرمایا کیجئے، انھوں نے پوچھا اللہ کے دین میں اصل حجت کیا چیز ہے، امام شافعی نے فرمایا اللہ کی کتاب، انہوں نے پوچھا پھر کیا، آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، انہوں نے پوچھا پھر اس کے بعد، آپ نے فرمایا، امت کا اتفاق، یعنی اجماع، انھوں نے پوچھا، امت کے اجماع کے حجت ہونے کی دلیل کہاں ہے، اللہ کی کتاب میں یا رسول اللہ کی سنت میں، آپ نے کہا، کتاب اللہ میں، انہوں نے کہا آپ اسے کتاب اللہ میں ڈھونڈ کر دکھایئے، میں تین دن کا موقعہ دیتا ہوں، دوبارہ آؤں گا، اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو پھر تو بہ کیجئے، امام شافعی کا رنگ بدل گیا، تین دن تک غور کرتے رہے، تیسرے دن اسی وقت تشریف لائے یعنی ظہر وعصر کے درمیان، اسی وقت وہ صاحب بھی آئے، آپ نے فرمایا:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم وساءت مصیراً۔ پھر فرمایا اللہ مؤمنین کے راستے کو چھوڑنے والے کو اسی لیے جہنم رسید کریگا کہ اللہ کو اہل ایمان ہی کا راستہ پسند ہے، بڑے میاں نے کہا: صدقت، آپ نے بالکل صحیح فرمایا، پھر وہاں سے چلے گئے۔ (۱)

یہ واقعہ اگر صحیح ہے تو اس میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیسے فرما دیا کہ اجماع کی حجیت کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے، پھر تین دن تک آپ کو غور کرنا پڑا، بغیر جانے تو آپ فرما نہیں سکتے تھے، اگر پہلے سے معلوم تھا تو پھر تین دن غور کرنے کی نوبت کیوں آئی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم پر گہری نظر رکھنے کی وجہ سے آپ کو مجموعی طور پر یہ معلوم ہو ہی چکا تھا کہ اس طرح کے دلائل قرآن کریم میں ضرور موجود ہیں، لیکن صریح کوئی ایسی دلیل تلاش فرما رہے تھے جس سے سائل بھی مطمئن ہو جائے، اور وجہ استنباط بھی بالکل واضح ہو، وہ دلائل جن کے ذریعہ بہت دقت نظری کے ساتھ استنباط کیا جا سکتا تھا

---

(۱) تاریخ دمشق ۴/۲۸۹_۲۸۸

آپ کوضرور معلوم ہونگے، لیکن سائل کی رعایت میں آپ کومزید غور وفکر کرکے واضح دلیل پیش کرنے میں کچھ دن لگ گئے۔(۱) واللہ اعلم

قرآن کریم سے والہانہ تعلق

قرآن کریم سے والہانہ تعلق ہی تھا کہ عمر کے آخری دور میں تلاوت قرآن کی مقدار بہت بڑھ گئی تھی، ابن عساکر نے خطیب بغدادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عمر کے آخری دور میں آپ مسلسل تلاوت فرمایا کرتے تھے، ٹھیر ٹھیر کر پڑھتے تھے، لگ بھگ ہر رات ختم کا معمول بن گیا تھا، رمضان کے مہینہ میں رات اور دن میں ایک ایک ختم فرماتے تھے، یعنی کل دو ختم روزانہ ہوتے تھے۔(۲) قرآن کریم سے متعلق جب اپنی کتاب ''احکام القرآن'' کا املا کرانا چاہا تو اس سے قبل سو دفعہ قرآن کریم کی تلاوت فرمائی ہے،(۳) تاکہ اللہ کی کتاب سے متعلق جو بات بھی کہی جائے وہ سو فیصد شرح صدر کے ساتھ کہی جائے، اسی عزم واحتیاط نے آپ کی کتابوں کو برکت عطا کی اور بندگان خدا کو اس سے خوب فائدہ ہوا۔

۳۔تلاوت اور فہم کے بعد تیسرا بڑا حق اللہ کی کتاب پر عمل کرنا ہے، اس باب میں آپ کی زندگی بڑی پاک وصاف اور ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے، راتوں میں آپ برائے نام سویا کرتے تھے، ذوق عبادت اور شوق تلاوت سے آپ کی راتیں ہمیشہ معمور رہیں حضرت ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں: وکان یحی اللیل الی أن مات ،(۴) آپ شب بیدار تھے، موت تک یہ سلسلہ جاری رہا، وکان مجلسه مصونا، آپ کی مجلس لایعنی چیزوں سے محفوظ تھی۔(۵)

آپ کے ایک اور ممتاز شاگرد امام بویطیؒ فرماتے ہیں، واللہ ان الشافعی اورع من

---

(۱) چونکہ سائل ایک عام شخص تھا جو شاید استنباط کی گہرائی تک نہ پہنچ پاتا، اس لیے کوئی واضح دلیل لانے کی ضرورت تھی جو سائل کو مطمئن کر دے، اس کے لیے امام شافعیؒ کو پورے قرآن پر غور کرنا پڑا۔ واللہ اعلم

(۲) تاریخ دمشق ۵۴/۳۰۸، تاریخ بغداد ۲/۶۳ (۳) تاریخ دمشق ۵۱/۳۶۳

(۴) تاریخ الاسلام للذہبی ۱۴/۳۰۹ (۵) تهذیب الاسماء ۱/۸۴

کل من رأیته ینسب الی الورع ، (۱) اللہ کی قسم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام حضرات میں جن کو متقی و پرہیز گار کہا جاتا ہے سب سے بڑے پرہیز گار تھے۔

سند قرآت

امام ابن کثیرؒ نے امام شافعیؒ کی قرآت قرآن سے متعلق پوری سند نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں قرأ الشافعی القرآن علی اسماعیل بن قسطنطین عن شبل عن ابن کثیر عن مجاھد عن ابن عباس عن ابیّ بن کعب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (۲) امام شافعی نے قرآن اسماعیل (۳) بن قسطنطین سے، آپ نے شبل (۴) سے، آپ نے ابن کثیر (۵) سے آپ نے حضرت مجاہد (۶) سے آپ نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے آپ نے حضرت ابی بن کعب سے اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھنے کا علم حاصل کیا

مشہور نحوی مبرد (۷) کہتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے شاعر ہیں، اسی طرح سب سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والے ہیں (۸)

علوم قرآن کی اشاعت

قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حق یہ ہے کہ اس کے علوم کو عام کیا جائے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عین شباب کے زمانے میں علوم قرآن کے ماہر بن چکے تھے، اس سلسلہ میں حضرت سفیان بن عیینہ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے، حضرت سفیان امام شافعی کے استاذ تھے، خود بھی

---

(۱) تہذیب الاسماء ۸۲/۱ (۲) البدیة والنھایه ۲۵۲/۱۰ (۳) اسماعیل بن قسطنطین، مکہ کے قرآت کے استاذ، ۱۰۰-۱۶۵ (سیر ۱۰/۱۳) (۴) شبل بن عباد المکی، سفیان بن عیینہ اورعبد اللہ بن المبارک کے شیخ، ثقہ راوی (الجرح والتعدیل ۳۹۰/۴) (۵) عبداللہ بن کثیر الداری المکی، مکہ کے معلم قرآن، ثقہ راوی، وفات ۱۲۰ھ (تہذیب التہذیب ۳۹۰/۴)

(۶) مجاھد بن جبر المکی، شیخ القراء والمفسرین، حضرت ابن عباس کے خاص شاگرد، وفات ۱۰۰ھ (سیر اعلام النبلاء ۳۷۷/۵) (۷) ابو العباس محمد بن یزید الازدی البصری النحوی، (سیر اعلام النبلاء ۵۷۶/۱۳) امام نحو، علامہ وقت، مختلف فنون کے ماہر، وفات ۲۸۶ھ

(۸) التحفة اللطیفیة ۴۴۵/۲

قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے، اس فضل وکمال کے باوجود جب بھی تفسیر کا کوئی معاملہ آتا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرما کر کہتے: سلوا هذا، ان سے پوچھو، اگر ایک طرف مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں جہاں آپ کے ذریعہ علم فقہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچ رہا تھا تو ہیں دوسری طرف قرآن کریم کے علوم بھی لوگوں کے سینوں تک منتقل ہو رہے تھے، جس طرح آپ من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين (۱) کے مصداق تھے (اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے) اسی طرح خيركم من تعلم القرآن وعلمه (۲) کے بھی مصداق تھے، (تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے سکھائے)۔

اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب قرآن کریم کی تفسیر کرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ قرآن کریم اترتا ہوا دیکھ رہے ہوں، اپنی مشہور وبے مثال کتاب الرسالۃ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں: فليست تنزل في احد من اهل دين الله نازلة الا وفي كتاب الله الدليل على سبيل الهدى فيها، (۳) اللہ کے دین کو ماننے والوں میں کسی کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو اللہ کی کتاب میں اس مسئلہ کے تعلق سے ہدایت کا راستہ ضرور موجود رہتا ہے، اس مجتہدانہ بات کے ذریعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پیغام دیا کہ تمام علوم کا سرچشمہ اللہ کی کتاب ہے، علوم سنت ہوں یا علوم فقہ، ہر علم کتاب اللہ سے مأخوذ ہے، علوم قرآن کے تعلق سے آپ نے سب سے پہلے یہ وسیع مجتہدانہ نظریہ پیش فرمایا کہ حدیث پر عمل درحقیقت قرآن کریم پر عمل کرنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حقیقت میں اللہ رب العزت کی اطاعت ہے، پھر "باب كيف البيان" کے عنوان سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو سمجھنے کے جو اصول بیان فرمائے ہیں وہ درحقیقت اصول فقہ کا مغز ہیں، بہرحال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث، اجماع وقیاس صحیح کی روشنی میں امت کو کتاب اللہ سے وابستہ رہنے کا درس دیا ہے، اسی طرح کسی بھی مسئلہ میں انسان صحیح اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے جس صحیح نتیجے تک پہنچتا ہے

---

(۱) صحیح البخاری، باب من یرد اللہ بہ خیراً، ۱۳، ۱/۱۳۶ (۲) صحیح البخاری، باب خیرکم من تعلم القرآن، ۲۱، ۱۷/۲۷ (۳) الرسالۃ، الجزء الاول ۱/۲۰

،اسے آپ حقیقت میں حکم قرآنی قرار دیتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں؛ فمن قبل عن رسول الله فبفرض الله قبل ، (۱) جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کسی چیز کو قبول کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کی مقرر کردہ چیز کو اللہ کے مقرر فرمانے کی وجہ سے قبول کرتا ہے، اسی طرح صحیح اجتہاد بھی حقیقت میں حکم الٰہی یا حکم قرآنی کو ماننے کی ایک شکل ہے، اس لحاظ سے مرکز ہدایت وعلوم قرآن کریم ہے، اور بندہ اپنے ہر عمل میں حکم الٰہی کو ماننے کا پابند ہے۔

کوئی انصاف پسند اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اور آپ کے اصولوں پر غور کرے گا تو اسے یہی نظر آئے گا کہ آپ نے اصل محور اللہ کی کتاب کو بنا کر بقیہ تمام علوم کو اسی سے وابستہ کر دیا ہے، اس لحاظ سے بھی آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہوا کہ کتاب اللہ کی خدمت کے جو اہم ترین گوشے ہو سکتے ہیں ان تمام میں اللہ ربّ العزت نے آپ سے خدمت لی اور آپ کی ہر خدمت کو مبارک بنایا۔

آپ کے عزیز شاگرد حضرت ربیع بن سلیمان المرادیؒ فرماتے ہیں کہ "قلما کنت ادخل علی الشافعیؒ الا و المصحف بین یدیہ یتتبع احکام القرآن" (۲) میں امام شافعیؒ کی خدمت میں جب بھی حاضر ہوا اکثر و بیشتر آپ کو اس حال میں پایا کہ قرآن کریم کھلا ہوا ہے اور آپ قرآن کریم کے احکامات کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔

علم حدیث

حضرات محدثین اپنے فضل وکمال کے باوجود بحث ومباحثہ اور استدلال ومناظرہ کے میدان کے لوگ نہیں تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں جب ہر طرف عقلی استدلال کا بازار گرم تھا اس وقت ایک ایسی قادر الکلام شخصیت کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، جو علم حدیث سے مکمل واقفیت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کے کمالات سے آراستہ ہو، اعلیٰ درجہ کی دینی بصیرت کے ساتھ ساتھ ذہانت و فطانت میں بھی یکتائے روزگار ہو، غضب کی استدلالی قوت رکھنے کے ساتھ سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے آخری درجہ کی حمیت رکھتی ہو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں اللہ رب العزت نے وہ تمام کمالات رکھ

(۱) الرسالۃ باب کیف البیان ۲۲/۱ (۲) احکام القرآن لإمام الشافعي: ۲/۱

دیئے تھے جو تجدید واحیاء دین کے لیے ضروری تھے، حضرات محدثین وفقہاء دونوں کو جس شخصیت کا انتظار تھا آپ کی شکل میں وہ شخصیت نمودار ہوئی، اور سارے عالم پر چھا گئی، معتزلہ کی عقلیت کی جہاں دھوم مچی ہوئی تھی اسی دارالخلافہ بغداد میں آپ کے قدم مبارک کیا پڑے کہ ایک انقلاب برپا ہوا، حد سے بڑھی ہوئی عقلیت پسندی کو آپ نے عقلی استدلال ہی کے ذریعہ سنت رسول کے قدموں پر ڈال دیا۔

دوسری طرف بغداد بلکہ پورے عراق میں دینی مسائل کے حل کے لیے عقلی استدلال کا پہلو کچھ اس طرح غالب آرہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں احادیث سے استدلال کا ذوق کچھ کم ہوتا جارہا تھا، علمی حلقوں میں قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہ نسبت قال اصحابنا (ہمارے حضرات نے فرمایا) کی گونج زیادہ سنائی دے رہی تھی، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی غیرت کو یہ کہاں گوارا ہوسکتا تھا، بغداد کے پچاسوں علمی حلقوں میں آپ بنفیس نفیس تشریف لے گئے، اور ہر جگہ قال اللہ اور قال رسول اللہ کی صدا بلند کی، سنت رسول کی حمیت میں بلند کی ہوئی صدا وہ بھی امام شافعی جیسے نابغہ روزگار شخصیت کی زبانی کیسے ممکن تھا کہ دل کی گہرائیوں تک نہ اترتی۔ ایک ایک کر کے سارے حلقے تحلیل ہوتے چلے گئے، صرف آپکا حلقہ رہ گیا، جو ان تمام حلقوں کا مجموعہ تھا، جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کی مبارک صداؤوں سے گونجتا تھا (۱)

سنت کے علمبردار

عراق اور مصر دونوں مقامات پر آپ نے ہمیشہ سنت کا علم بلند رکھا، اس باب میں اپنے محبوب ترین لائق صد احترام اساتذہ سے بھی اختلاف کرنا گوارا کیا، لیکن سنت رسول پر آنچ آنے نہ دی، امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے بڑھکر آپ کے نزدیک کون محبوب ومحترم ہوسکتا ہے، علم حدیث میں آپ امام مالک سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے، مشہور محدث حرملہ کہتے ہیں: لم یکن الشافعی یقدم علیٰ مالک فی الحدیث احداً (۲) امام شافعی حدیث میں امام مالک سے بڑھ کر کسی کو مقدم نہیں سمجھتے تھے، خود آپ کا کہنا تھا: لولا مالک وسفیان لذهب علم الحجاز، (۳) امام مالک اور حضرت سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز

(۱) توالی التاسیس ۳ (۲) آداب الشافعی و مناقبہ ۱۵۳ (۳) ایضاً: ۱۵۷

کا علم رخصت ہو جاتا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موطأ کو کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب قرار دیتے تھے(۱)، امام مالک کی مدافعت میں بعض اہل عراق سے علمی بحث تک کیا کرتے تھے(۲) اپنے عظیم المرتبت استاذ کے اس احترام کے باوجود جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ امام مالک کے شاگردوں میں اہل اندلس غلو میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بعض اہل مصر بھی بسا اوقات حدیث رسول کے مقابلہ میں امام مالک کا قول پیش کرتے ہیں تو آپ سے یہ برداشت نہ ہوا اور آپ نے ایک کتاب لکھی جس میں متعدد مسائل میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اختلاف کا کھل کر اظہار کیا، (۳) تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسی سے بھی کتاب وسنت کی روشنی میں اختلاف کیا جا سکتا ہے اور امت کسی کی عقیدت میں اس حد تک غلو نہ کرے کہ اس کی تقدیس میں مبتلا ہو جائے، اس طرز عمل سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر عمل فرمایا، جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے درس کے دوران رسول اللہ (ﷺ) کی قبر اطہر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے یہ بات فرمائی تھی، کل احد یؤخذ من قوله ویترك الا صاحب هذا القبر، ﷺ (۴) ہر ایک کی بات لی بھی جا سکتی ہے اور چھوڑی بھی جا سکتی ہے سوائے اس قبر میں مدفون ہستی کے (ﷺ) کہ آپ کی ہر بات مانی جائے گی اور اس میں کسی کو کسی قسم کا اختیار نہیں۔

امام محمد بن الحسن سے اختلاف

اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے خاطر خواہ استفادہ اور آپ کی قدر ومنزلت کے اعتراف کے باوجود کبھی سنت رسول میں مداہنت گوارا نہیں کی، کوئی بات حدیث رسول سے ٹکراتی ہوئی نظر آئی تو کھل کر اختلاف کیا اور ہمیشہ سنت رسول کا علم بلند رکھا، آپ کے اس جذبہ کی ستائش کرتے ہوئے خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، ان تکلم اصحاب الحدیث یوماً فبلسان الشافعی، (۵) جب کبھی محدثین اپنی بات ثابت کرنے کے لیے گفتگو کریں گے تو شافعی ہی کے طرز پر کریں گے گویا آپ نے

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/۷۰ (۲) آداب الشافعی ومناقبہ، ۱۵۵-۱۵۴ (۳) توالی التاسیس ۱۴۸-۱۴۷، حلیۃ الأولیاء ۹/۱۶۲ (۴) سیر اعلام النبلاء ۸/۹۳ (۵) توالی التاسیس ۳۰

اصحاب حدیث کے لیے راہیں ہموار کیں، اور علم واستدلال کے میدان میں انکی پیشوائی کی۔

محدثین پر آپ کا احسان

حضرات محدثین کے پاس علم حدیث کا ذخیرہ وافر مقدار میں موجود تھا لیکن اس مبارک ذخیرے کو کس طرح استعمال کیا جائے اور اپنی بات کو احادیث کی روشنی میں کس طرح پیش کیا جائے، اس باب میں محدثین کرام کو وہ مہارت حاصل نہ تھی جس کی انکو شدید ضرورت تھی، امام اہل السنۃ یعنی امام احمد بن حنبلؒ حضرات محدثین پر امام شافعی کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، قدم الشافعی فوضعنا علی المحجة البيضاء، (۱) شافعی کیا آئے کہ ہمیں ایک روشن شاہراہ پر ڈال گئے۔ علی بن معبد (۲) کہتے ہیں ہمیں حدیث کی پہچان نہیں تھی، یہاں تک کے شافعی تشریف لائے (۳)، احمد ابن سنان (۴) تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے؛ لو لا الشافعی لا ندرس العلم بالسنن، شافعی نہ ہوتے تو سنتوں کا علم مٹ جاتا (۵)

آخری درجہ کی بات احمد بن سیار (۶) نے کہی جو مبالغہ سے خالی نہیں، لو لا الشافعي لندرس الاسلام ، (۷) اگر شافعی نہ ہوتے اسلام مٹ جاتا، ظاہر بات ہے کہ یہ امام شافعی کے اہل اسلام پر کیے ہوے احسانات کا تذکرہ کرنے کا ایک عقیدت مندانہ انداز ہے، اور آپ کی مجددانہ شان کو ظاہر کرنے کا ایک خاص طریقہء بیان ہے، ایسی عبارتوں کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ آپ کے وجود سے اہل اسلام کو بے حد فائدہ پہنچا، ورنہ سخت نقصان سے

---

(۱) توالی التاسیس ۸۳ (۲) علی بن معبد بن شداد المصری ، حافظ حدیث، فقیہ وقت، اپنے زمانے کے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، امام شافعی کے شاگرد، یحیٰی بن معین جیسے حضرات کے استاذ، وفات ۲۱۸ھ (سیر اعلام النبلاء ۹/۴۷۲) (۳) توالی التاسیس ۹۵ (۴) احمد بن سنان بن اسد بن حیان الواسطی القطان، اپنے زمانے کی ایک نمایاں شخصیت، حافظ حدیث، مجوّد قرآن، شیخین کے استاذ، پیدائش ۱۷۰ھ کے بعد وفات ۲۵۶ھ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۴۴)

(۵) توالی التاسیس ۹۶ (۶) احمد ابن سیار بن ایوب بن عبدالرحمٰن المروزیؒ، اپنے علاقے کے بہت بڑے عالم، حافظ حدیث حدیث میں سند کا درجہ رکھتے تھے، آپ کا شمار فقہائے شوافع میں کیا جاتا ہے، امام بخاری وامام نسائی کے شیخ، وفات ۲۶۸ھ عمر تقریباً ستر سال (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۱۰)

(۷) توالی التاسیس ۱۰۰

دوچار ہونا پڑسکتا تھا۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ (۱) جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں، اور محدثین میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، فرماتے ہیں؛ ما اعلم احداً اعظم منةً علی اهل الاسلام من الشافعی، (۲) میں نہیں جانتا کہ اہل اسلام پر امام شافعی سے بڑھکر کسی کا احسان ہوگا۔

امام زعفرانی (۳) فرماتے ہیں؛ کان اصحاب الحدیث رقوداً حتی ایقظهم الشافعی، (۴) اصحاب حدیث تو سوئے ہوئے تھے، امام شافعی نے ان کو بیدار کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات کا بالخصوص حضرات محدثین پر احسان کا جس والہانہ انداز سے تذکرہ فرمایا ہے، اس کے حرف حرف سے عقیدت مندی، احسان شناسی اور محبت و چاہت کے چشمے ابلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، فرماتے ہیں: کانت أقفیتنا لأصحاب حنیفة، حتی رأینا الشافعی فکان افقه الناس فی کتاب الله عز وجل وسنة رسوله صلی الله علیه وسلم، (۵) ہماری گردنیں امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے ہاتھوں میں تھیں، یہاں تک کہ ہم نے امام شافعی کو دیکھا، آپ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، یہ بھی فرمایا؛ لا یستغنی اویشبع صاحب الحدیث من کتب الشافعیؒ، (۶) حدیث سے تعلق رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، یا یہ فرمایا کہ حدیث سے تعلق رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے سیر نہیں ہوسکتا۔

اصحاب حدیث کو حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فہم حدیث کی طرف لے جانے والے بھی خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ ما کان

(۱) ابو زرعه الرازی، عبید الله بن عبدالکریم الرازی (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۶۵) مشہور حافظ حدیث، سید الحفاظ کے لقب سے آراستہ، ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں: میں نے حفظ حدیث میں ابوزرعہ سے فائق کسی کو نہیں دیکھا، ۲۰۰-۲۶۴ (۲) توالی التاسیس، ۱۰۱ (۳) ابو علی الحسن بن محمد بن الصباح البغدادی الزعفرانی، بغداد کے قریب ایک گاؤں زعفران کی طرف منسوب، امام بخاری کے شیخ، امام شافعی کے ممتاز شاگرد، بہت بڑے محدث اور فقیہ، پیدائش لگ بھگ ۱۷۵ھ وفات ۲۶۰ھ (۴) توالی التاسیس ۹۲ (۵) تهذیب الأسماء واللغات ۱/۸۰ (۶) ایضاً ۱/۸۰

اصحاب الحدیث یعرفون معانی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبینھا لھم ، (۱) حضرات محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے معانی ومطالب کو نہیں جانتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے اصل معانی کھول کر رکھ دیئے، یہ بھی فرمایا؛لولا الشافعی ما عرفنا فقہ الحدیث، (۲) اگر شافعی نہ ہوتے تو ہمیں حدیث کے فقہی پہلو سے واقفیت نہ ہوتی۔

خود آپ کی شاہکار کتاب یعنی کتاب الأم اس کی واضح دلیل ہے، ہر جگہ سنت کا علم بلند کرنے کی ایک زبردست کوشش نظر آتی ہے، اس سلسلہ میں آپ نے کسی بڑے سے بڑے عالم کے اختلاف کو بھی وقعت نہ دی، عقلی تأویلات کے مقابلہ میں جابجا احادیث رسول سے دلائل دیتے ہوئے عقلی طور پر بھی اپنی بات ثابت کی ہے، کسی کے ساتھ اپنا اختلاف بیان کرتے ہیں تو حدیث رسول کے تعلق سے ایک غیرت کی کیفیت نظر آتی ہے، اس معاملہ میں اپنی محبوب سے محبوب ہستی یا محترم سے محترم شخصیت کی بھی پرواہ نہیں فرمائی، جبکہ ادب و احترام میں درجہ کمال پر فائز تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث ملنے کے بعد پھر کچھ نہیں، حدیث مبارک سر آنکھوں پر، اس کی گواہی آپ کے عظیم شاگرد امام اہل سنت یعنی امام احمد بن حنبل نے یوں دی ہے؛رحمہ اللہ لقد کان یذب عن الآثار ، (۳) آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، آپ احادیث و آثار کا دفاع فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا میں چالیس سال سے آپ کے لیے نماز میں دعا کرتا ہوں، (۴) فخر روزگار شاگرد کی طرف سے نادرہ روزگار استاذ کے لیے یہ سچے جذبات تھے، جو دعا کی شکل میں ابھرا بھرآتے، ایک دفعہ امام احمد بن حنبل کے فرزند نے آپ سے پوچھا، ابا جان شافعی کیسے شخص تھے آپ ان کے لیے بہت دعا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: شافعی لوگوں کے لیے عافیت کی طرح تھے، اور دنیا کے لیے سورج کی طرح، کیا ان دو نعمتوں کا کوئی عوض یا بدل ہوسکتا ہے۔(۵)

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ وہ اصول ان کو معلوم نہ تھے جن کے ذریعہ اپنی بات کو واضح کرسکیں، امام شافعی نے وہ طریقہ دیا جس سے بات واضح کی جائے۔(تہذیب الأسماء واللغات ۱/ ۸۰)(۲) تہذیب الأسماء واللغات ۱/ ۸۰ تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۷۶،(۳) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۷۷ (۴) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۷۸ (۵) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۷۹

احادیث پر وسیع اور گہری نظر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی احادیث پر نہایت وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے، اس کی گواہی خود اپنے وقت کے بڑے محدثین نے بھی دی ہے۔

مشہور محدث سنن ابی داؤد کے مصنف امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (۱) فرماتے ہیں: لیس من العلماء احد الا وقد اخطأ فی حدیث الّا بشربن المفضل، وما اعرف للشافعی حدیثاً خطأً، (۲) علماء میں ہر کسی سے حدیث سے متعلق کچھ نہ کچھ بھول چوک ضرور ہوئی ہے، سوائے بشر بن مفضل کے، البتہ میں نے امام شافعی کی کوئی حدیث ایسی نہیں دیکھی ہے جس میں غلطی ہوئی ہو، سچی بات یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آپ بہت فائق ہیں، جو حضرات احادیث پر گہری نظر رکھتے تھے بسا اوقات آپ ان پر نقد فرماتے اور بعض انتہائی باریک باتوں پر توجہ دلاتے، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں، ہم نے شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، حدیث میں بصیرت رکھنے والے محدثین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مختلف احادیث آپ کے سامنے پیش کی جاتیں، بسا اوقات آپ خود نقد کرنے والوں پر نقد فرماتے اور بعض انتہائی باریک باتوں پر ناقدین کو توجہ دلاتے جس سے وہ خود حیرت زدہ رہ جاتے۔ (۳)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے خوب حدیثیں لی ہیں، (۴) اور امام مالک کی پوری موطأ آپ سے سنی ہے، اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ آپ نے مؤطا کو نہایت پختگی اور استحکام کے ساتھ یاد رکھا تھا۔ (۵)

مشہور محدث، صحیح ابن خزیمۃ کے جلیل القدر مصنف امام الأئمۃ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ (۶)

---

(۱) ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن شداد الازدی السجستانی، شہرت یافتہ صاحب تصانیف عظیم محدث، جن کی سنن صحاح ستہ میں نمایاں مقام رکھتی ہے، سنت کے علمبردار، حفاظ حدیث میں ممتاز مقام کے حامل (۲۰۲-۲۷۵) سیر أعلام النبلاء ۲۰۳/۱۳ (۲) بیان خطأ من اخطأ علی الشافعی (۳) توالی التأسیس ۹۳ (۴) توالی التأسیس ۸۵ (۵) تاریخ دمشق ۲۸۲/۵۴

(۶) امام الأئمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابوبکر السلمی النیسابوری الشافعی شیخ الاسلام، (۲۲۳-۳۱۱) حافظ حدیث، جلیل القدر محدث، فقیہ ملت، علمی وسعت اور پختگی میں مثالی شخصیت، آپ کی کتاب صحیح ابن خزیمہ کو کتب حدیث میں نہایت نمایاں مقام حاصل ہے (سیر الاعلام النبلاء ۳۵۸/۱۱)

سے دریافت کیا گیا، کیا کوئی ایسی سنت ہے جو امام شافعی تک نہ پہنچی ہو، آپ نے فرمایا، نہیں، (۱) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۲) اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ومعنی هذا أنها تارة تبلغه بسندها وتارةً مرسلة وتارةً منقطعةً كما هو الموجود في كتبه، (۳) والله اعلم، اس کا مطلب یہ ہے کبھی آپ تک وہ حدیث یا سنت پوری سند کے ساتھ پہونچی ہے، کبھی مرسل سند کے ذریعہ پہونچی ہے، کبھی منقطع سند کے ساتھ پہونچی ہے، آپ کی کتابوں میں یہ چیزیں دیکھی جا سکتی ہے، یعنی ممکن حد تک آپ نے احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کے لیے کئی کئی دنوں تک سفر فرماتے تھے، فرماتے ہیں :انی كنت لأسير الايام والليالي في طلب الحديث الواحد، (۴) میں بسا اوقات صرف ایک حدیث کی جستجو میں کئی کئی دن اور راتیں سفر کیا کرتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض بڑے محدثین کے پاس کسی مسئلہ پر صریح حدیث نہ ہوتی لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس سے متعلق صریح روایت موجود ہوتی۔

ابو تراب حمید بن احمد بصری کہتے ہیں، میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھا، ایک خاص مسئلہ پر بات چیت ہو رہی تھی، کسی نے امام احمد سے کہا، اس مسئلہ پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، آپ نے فرمایا، اگر حدیث نہ ہو تو پھر امام شافعیؒ کے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے، اس باب میں ان کے دلائل مضبوط ہوتے ہیں، ابو تراب کہتے ہیں، میں نے بعد میں اس سے متعلق خود امام شافعی سے دریافت کیا، آپ نے جواب مرحمت فرمایا، میں نے پوچھا، کوئی دلیل کتاب وسنت کی موجود ہے؟ آپ نے فرمایا، کیوں نہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث پیش فرمائی جو اس باب میں نص صریح تھی۔ (۵)

حدیث رسول کی عظمت

حدیث رسول کی عظمت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا حصہ ہے، رسول

---

(۱) البداية والنهاية ۲۵۳/۱۰ (۲) عماد الدين ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي الشافعي، مفسر شہیر، مؤرخ کبیر، حافظ حدیث، فقیہ (ذیل تذکرہ الحفاظ ۳۸/۵)
(۳) البدایۃ والنہایۃ ۲۵۳/۱۰ (۴) توالی التاسیس ۵۹ (۵) تاریخ دمشق ۲۸۰/۵۴

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ایمان کا بنیادی حصہ ہے ارشاد ربانی ہے؛ انّا ارسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً ،لتؤ منو ا بالله ورسوله وتعزّروه وتوقروه ،(۱) ہم نے آپ کو گواہ بنا کر ،بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، رسول کی بھرپور مدد کرو، اور ان کا وقار ملحوظ رکھو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کا لقب ہی ناصر الحدیث تھا، علم حدیث کو آپ نے بغداد میں اس زوردار طریقے سے پہنچایا کہ وہاں کے سارے حلقے سمٹ کر آپ کے ایک حلقے میں تبدیل ہو گئے ،حدیث کے مقام و مرتبہ کا جاننے والا آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے، حدیث رسول کی عظمت کے متعلق آپ کے کئی اقوال مشہور و معروف ہیں، اپنے شاگردوں سے فرماتے ؛ اذا وجدتم سنة صحيحة فاتبعوها ولاتلتفتو الى قول احدٍ، (۲) جب تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ مل جائے تو اس کی پیروی کرو، کسی اور کی بات پر نظر ہی نہ کرو ،کبھی یہ فرماتے ؛اذا وجدتم في كتابي خلاف رسو ل الله صلى الله عليه وسلم فقولوا بها ودعو ا ما قلته، (۳) جب تم میری کتاب میں سنت رسول کے خلاف کوئی چیز دیکھو تو سنت رسول کو اپناؤ، میری بات چھوڑ دو، کبھی یوں فرماتے ،متىٰ رويت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثاً صحيحاً ولم آخذ به فأشهدكم أن عقلي قد ذهب ،(۴) جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث روایت کردوں پھر اسے نہ اپناؤں تو سمجھو میری عقل ماری گئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اسے پورا مسئلہ بتایا اور دلیل کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی بیان کی ،اس شخص نے پوچھا، کیا آپ بھی اسی بات کے قائل ہیں آپ نے فرمایا، بھائی، کیا میں زنار پہنے ہوں، کیا کسی گرجا گھر سے نکل کر آ

---

(۱) سورۃ الفتح آیت نمبر ۹-۸ (۲) توالی التاسیس ۱۰۷

(۳) توالی التاسیس ۱۰۷ (۴) توالی التاسیس ۱۰۷

رہا ہوں، میں قال رسول اللہ کہہ رہا ہوں اور تم پوچھتے ہو کہ میں اس کا قائل ہوں کہ نہیں، (۱) (یعنی کیا قال رسول اللہ کے بعد بھی کوئی سوال باقی رہ سکتا ہے)۔

ایک دفعہ عظمت حدیث کا جذبہ ابھر آیا تو یوں فرمایا: أیّ سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا رویت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً ولم أقل به ، (۲) کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن رہیگا کونسی زمین مجھے اٹھانا گوارا کریگی اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کروں اور اس کا قائل نہ بنوں۔ (کیا ایسا ممکن ہے)

اپنے عزیز ومحبوب بلکہ محترم شاگرد امام احمد بن حنبل سے فرمایا، اذا صحّ الحدیث فقل لی اذهب الیه ،حجازیًا کان اوعراقیاً شامیًا او مصریًا، (۳) جب صحیح حدیث ملے تو مجھے ضرور مطلع کرنا میں اسی کو اختیار کرونگا، چاہے اس کی سند حجازی ہو یا عراقی، چاہے شامی ہو یا مصری۔

محدثین سے گہرا تعلق

جو حضرات حدیث سے اشتغال رکھتے تھے آپ کو ان سے گہرا تعلق تھا، انہی سے وابستگی کی تاکید بھی فرماتے تھے، آپ کے شاگرد امام بویطی فرماتے ہیں، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا، علیکم بأصحا ب الحدیث ،فانهم اکثر صواباً من غیرهم (۴) محدثین سے وابستہ رہو، دوسروں کے مقابلے میں وہی سب سے زیادہ درست ہیں، حضرات محدثین سے ملاقات ہوتی تو بے حد مسرت محسوس فرماتے، فرماتے ہیں: اذا رأیت رجلاً من اصحاب الحدیث کأنی رأیت رجلاً من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، (۵) جب میں حدیث سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کسی کو دیکھ رہا ہوں۔

دوسری طرف محدثین کی آپ سے گرویدگی کا جو عالم تھا، زمانہ اس کا گواہ ہے، کچھ

---

(۱) توالی التأسیس ۱۰۸ (۲) توالی التأسیس ۱۰۸ (۳) توالی التأسیس ۱۱۰

(۴) حلیة الأولیاء ۱۱۶/۹ (۵) تاریخ دمشق ۲۸۶/۵۴

باتیں اس سلسلہ میں پیش کی جاچکی ہیں، مزید باتیں آئندہ ابواب میں آئیں گی۔ بڑے بڑے محدثین نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا ہے، امام اسحٰق ابن راہویہ فرماتے تھے، الشافعی امام، (۱) بالکل یہی الفاظ قتیبہ بن سعید سے بھی مروی ہیں۔

فقہی مسائل میں محدثین کا رجحان

فقہی مسائل میں عام محدثین کا رجحان بھی آپ ہی کی طرف تھا، آپ کی شخصیت حدیث وفقہ کی جامع تھی، خود آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد علم حدیث کا جو پر بہار دور آیا اس میں آپ کی شان تفقہ کو اکثر محدثین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا، آپ کی کتابوں سے استفادہ کیا، اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کی تلقین کی کہ آپ کی کتابوں سے بھرپور استفادہ کریں، یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حضرات محدثین مسلکاً شافعی تھے، البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ عام اجتہادی مسائل میں ان حضرات کا جھکاؤ نسبتۃً امام شافعی رحمۃ اللہ کی طرف زیادہ رہا۔

مشہور محدث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم استاذ امام علی بن المدینی کی علی بن مبارک سے کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو آپ نے ان سے فرمایا، علیکم بکتب الشافعی تم لوگ امام شافعی کی تصنیفات کو اپنے ذمہ لازم سمجھو۔ (۲)

ایک دفعہ امام علی بن المدینی نے خود اپنے فرزند سے فرمایا: لا تترك للشافعي حرفاً واحداً الا كتبته فان فيه معرفة، (۳) امام شافعی کی تصنیفات میں سے ایک حرف بھی نہ چھوڑنا، سب لکھ لینا، اس میں علم کا مغز ہے۔

دوسرے مشہور محدث امام بخاری کے استاذ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ تو امام شافعی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے تھے: حدثنا سيد الفقهاء الشافعي، (۴) ہم سے فقہاء کے سردار امام شافعی نے بیان کیا۔

حضرت ہلال بن العلاء (۵) فرمایا کرتے تھے، الشافعي اصحاب الحديث

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۷ (۲) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۷ (۳) تاریخ دمشق ۵۴/۲۹۳

(۴) تاریخ دمشق ۵۴/۲۸۷ (۵) هلال بن العلاء بن هلال الباهلي حافظ حدیث امام نسائی کے استاذ، وفات ۲۸۰ھ، عمر تقریباً ۹۰ سال (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۰۹)

عیال علیه فتح لهم الاقفال ،(۱) شافعی کے تو اصحاب الحدیث حاجتمند ہیں، اصل تالے تو آپ ہی نے کھولے ہیں۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ (۲) فرماتے ہیں، کان یأخذ بعامة قوله ،احمد بن حنبل، والبویطی والحمیدی وابو ثور وعامة اصحاب الحدیث (۳) (حدیث نہ ہونے کی صورت میں) اکثر محدثین آپ ہی کے قول کو لیتے تھے، چاہے امام احمد بن حنبل ہوں یا بویطی، امام حمیدی ہوں یا ابوثور، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضرت یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تک فرمایا تھا کہ اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو امام شافعی جس خچر پر سوار ہو کر جاتے ہیں اس کے ساتھ رہو۔ (۴) یہ کوئی طنزیہ جملہ نہیں تھا بلکہ امام شافعی سے وابستہ رہ کر علم فقہ حاصل کرنے کی تاکید تھی۔

حضرت حسن بن محمدؒ (۵) فرماتے ہیں، جب امام شافعیؒ بغداد تشریف لائے تو ہم چھ لوگ پابندی سے آپ کے درس میں جایا کرتے تھے، میں خود، امام احمد بن حنبل، ابوثور حارث النقال (۶) ،اور ابوعبد الرحمٰن الشافعی (۷) ،ان کے علاوہ ایک اور شخص، جب بھی آپ کی کتابوں کا مذاکرہ ہوتا تو امام احمد بن حنبل ضرور موجود رہتے۔ (۸) اس سے قبل یہ بات گذر چکی ہے کہ فقہی معاملات میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اکثر وبیشتر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع کرتے (۹)، مشہور محدث امام اسحاق بن راہویہ جو بڑے فقیہ بھی تھے

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۸۵/۵۴ (۲) ابو نعیم احمد بن عبد الله بن احمد المهرانی الاصفهانی الشافعی ،امام وقت، حافظ حدیث، علامہ زماں، ثقہ محدث، شیخ الاسلام، حلیۃ الاولیاء کے مصنف، ۳۳۶-۴۳۰ (سیر اعلام النبلاء ۲۹۳/۱۳)(۳) حلیة الاولیاء ۱۱۹/۹ (۴) تاریخ دمشق ۲۸۳/۵۴ (۵) ان سے مراد امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کا تذکرہ گذر چکا ہے۔(۶) حارث بن سریج النقال ،امام شافعی کے شاگرد، حدیث میں ضعیف سمجھے جاتے ہیں، امام یحییٰ ابن معین کا ایک قول آپ کے ثقہ ہونے کا بھی ہے، امام شافعی کی کتاب الرسالۃ آپ ہی امام عبد الرحمٰن بن مہدی کے پاس لے گئے تھے، اس لئے نقال کہلائے، وفات ۲۳۶ھ، ضعفاء العقیلی ۲۲۰/۱-۲۱۹ طبقات الحنابلة ۱۲۵/۱ (۷) احمد بن یحیی بن عبد العزیز ابو عبد الرحمن الشافعی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے شدید تعلق کی وجہ سے آپ کی نسبت سے مشہور ہوئے، نہایت ذہین معتزلی عالم، وفات تقریباً ۲۳۰ھ سیر اعلام النبلاء ۵۵۵/۱۰) (۸) تاریخ دمشق ۲۸۲/۵۴ (۹) تاریخ دمشق ۲۷۲/۵۴

فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کے نام تحریر روانہ کی اور اس کی درخواست کی کہ امام شافعیؒ کی بعض کتابیں مجھے ارسال کریں جس سے میری ضرورت پوری ہو سکے، آپ نے امام شافعی کی مشہور کتاب 'الرسالة' میرے لیے روانہ فرمائی (۱)، خود امام ابوزرعۃ رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے بہت متاثر تھے، فرماتے ہیں: میں نے ۲۲۸ھ میں ربیع بن سلیمان سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں سنی تھیں (۲)

یہ وہ حضرات محدثین ہیں جنکا زمانہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، معاصر ہونے کے باوجود ان حضرات نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرمایا، باقی رہے وہ حضرات جن کا دور آپ کے بعد کا تھا، ان میں ایک کثیر تعداد نے آپ کے مسلک کو اختیار فرمایا، امام الهند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واما مذهب الشافعي فاكثر المذاهب مجتهداً مطلقاً و مجتهداً في المذهب، و اكثر المذاهب اصولياً و متكلّما، و أوفرها مفسراً للقرآن و شارحا للحديث، ..... و كل ذلك لايخفىٰ علىٰ من مارس المذاهب واشتغل بها، (۳) جہاں تک امام شافعیؒ کے مسلک کا تعلق ہے تو سب سے زیادہ مجتہد مطلق مجتہد فی المذھب اسی مسلک میں ہوئے ہیں، متکلمین اسلام اور اصول فقہ کے ماہرین بھی سب سے زیادہ اسی مسلک میں نظر آتے ہیں، قران کریم کے مفسر ہوں یا احادیث مبارکہ کے شارحین اس مسلک کے ماننے والوں میں نہایت کثیر تعداد میں ہوئے ہیں، جو بھی مسالک کی تاریخ سے واقف ہے اور اس میں تحقیقی نظر رکھتا ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود ہی سنت رسول کو قائم کرنے کی ایک بنیاد تھی، قتیبہ بن سعید (۴) مشہور محدثین میں ایک نمایاں نام ہے آپ فرماتے تھے: مات الشافعي و ماتت السنّة (۵) امام شافعی کا کیا انتقال ہوا سنت رسول جاتی رہی، حوثرہ بن محمد

---

(۱) تاریخ دمشق ۲۹۲/۵۴-۲۹۱ (۲) تاریخ دمشق ۲۹۳/۵۴ (۳) الانصاف ص/۸۵، بحوالۃ مجلة البيان التجديد فى الاسلام، الامام الشافعی ۱۰/۴ (۴) قتيبة بن سعيد بن جميل الثقفی البلخی البغلانی (۱۴۹-۲۴۰) (سير اعلام النبلاء ۳۱/۱۱) مشہور محدث، شیخ الاسلام، لمبی عمر پائی، علم کے لئے دور دراز علاقوں میں گئے (۵) حلية الاولياء ۱۰۲/۹ سير اعلام النبلاء ۳۶/۱۰

المنقری (۱) فرماتے تھے:تتبین السنة فی الرجل فی اثنتین ،فی حبه احمد بن حنبل و کتابة کتب الشافعی (۲)، کسی شخص کا اہل وسنت میں ہونا دو چیزوں سے معلوم ہوتا تھا، ایک امام احمد بن حنبل سے محبت رکھنا، دوسری امام شافعی کی کتابوں کو لکھنا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں ہم نے نسبتاً تفصیل سے بتایا ہے کہ کس طرح آپ حضرات محدثین کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، بلکہ یہ ترغیب تحریض کی حد تک پہونچ گئی تھی، آپ کو اس پر اصرار تھا کہ محدثین امام شافعی کی تصنیفات کا خوب مطالعہ کریں، عبد الملک بن عبدالحمید میمونی (۳)، امام حمیدی، امام اسحاق بن راہویہ، حضرت یحیٰ بن معین، محمد بن مسلم بن وارہ، یہ وہ حضرات ہے جنکو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ترغیب دیا کرتے تھے، باقی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات تو نہایت مشہور ہے:صاحب حدیث لا یستغنی عن کتب الشافعی (۴)۔حدیث سے اشتغال رکھنے والا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے بے نیاز رہ نہیں سکتا۔

شان تفقه

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شان تفقہ کو بیان کرنے کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، ان اوراق میں اس کا ایک سرسری خاکہ ہی پیش کیا جاسکتا ہے، اللہ رب العزت کو جس ہستی سے تجدیدی کام لینا تھا، جس کے مسلک کو صدیوں تک پھلنا پھولنا تھا، جس کے متبعین میں سب سے زیادہ مجتہدین اور مجتہدین فی المذہب کو پیدا ہونا تھا، جس کی فقہ کو عراق وحجاز کی فقہ کا جامع بننا تھا، اور جس کے ذریعہ فقہ کے اصول مرتب ہونے تھے، جن سے ہر فقہی مکتب فکر کو بھرپور فائدہ اٹھانا تھا، اور جس ہستی کے ذریعہ اصحاب حدیث سامنے فقہ

---

(۱) حوثرہ بن محمد المنقری الورّاق ثقہ راوی ہیں ابن عیینہ کے شاگرد، ابن ماجہ کے استاذ وفات ۲۵۶ھ الکاشف للذہبی ۱/۳۵۹ (۲) الانتقاء ۱/۸۹

(۳) عبد الملک بن عبد الحمید ابو الحسن المیمونی (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۸۹) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص، محدث، حافظ حدیث، فقیہ، رقہ کے عالم ومفتی، وفات ۲۷۴ھ عمر نوے سے زائد (۴) تاریخ دمشق ۵۴/۲۹۲۔

کی ایک وسیع شاہراہ کووجود میں آنا تھا، خود اس ہستی کی شانِ تفقہ کوکون جان سکتا ہے، اس کی گہرائی تک کہاں پہونچا جاسکتا ہے۔

فقہ کی بنیاد

امام شافعیؒ کے نزدیک فقہ کی بنیاد عربی زبان اور اس کی لطافتیں تھیں، آپ کے شاگرد اور مشہور محدث حضرت حرملہ فرماتے ہیں (سمعت الشافعي يقول: ما جهل الناس وما اختلفوا الا لتركهم كلام العرب او قال لسان العرب، وميلهم الى ارسطاطاليس (۱) لوگوں میں جہالت عام ہونے اور اختلافات کے پیدا ہونے کا سبب ہی یہ ہے کہ انہوں نے کلام عرب یا عربی زبان ہی کوچھوڑ دیا، اور ارسطو کے فلسفہ کے پیچھے پڑ گئے، آپ کے نزدیک عربی زبان میں کمزوری تفقہ میں کمزوری کا سبب تھی، اس معاملہ میں آپ نوعمری کے دور ہی سے بڑے حساس تھے، آپ کے نواسہ فرماتے ہیں: خالص عربی زبان پر مکمل عبور حاصل کرنے کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سالہا سال خرچ کیے، ہم نے جب اس سلسلہ میں دریافت کیا تو فرمایا: "ما اردت بهذا الا الاستعانة على الفقه" اس سے میری غرض یہ تھی کہ دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مدد حاصل ہوجائے۔

بچپن کی ذہانت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

امام شافعیؒ کی عمر ابھی چودہ سال بھی نہیں ہوئی تھی، امام مالکؒ کا درس ہو رہا تھا، ایک شخص نے آکر کہا: میں قمریاں بیچتا ہوں، میں نے ایک شخص کے ہاتھ قمری بیچی، اس شخص نے مجھے قمری لوٹا دی اور کہنے لگا کہ یہ بولتی نہیں ہے، میں نے قسم کھائی کہ یہ تو بولتی رہتی ہے چپ نہیں ہوتی، اگر ایسا ہوتا ہے تو میری بیوی کو طلاق، امام مالکؒ نے اس سے پوچھا یہ چپ بھی رہتی تھی، اس شخص نے کہا: ہاں، امام صاحبؒ نے فرمایا: تب تو تمہاری قسم صحیح نہیں ہوئی اور طلاق بھی پڑ گئی، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کے پیچھے پیچھے گیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے کس طرح قسم کھائی تھی، اس نے کہا: بالکل اسی طرح جس طرح امام مالکؒ کے سامنے

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی ۱۴/۳۲۹

بیان کیا ہے، میں نے اس سے پوچھا: تم یہ بتاؤ کہ تمہاری قمری بولتی زیادہ ہے، یا چپ زیادہ رہتی ہے؟ اس نے کہا: بولتی زیادہ ہے، میں نے کہا: جاؤ تمہاری بیوی تمہارے لیے حلال ہے، طلاق واقع نہیں ہوئی، اس نے کہا کہ امام مالکؒ کے فتوی کے بعد اب کیسے میرے لیے ممکن ہے؟ میں نے کہا: کل آپ کی مجلس میں آکر بتانا کہ آپ کے حلقہ درس میں ایک ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، پھر میری طرف اشارہ کرنا، میں براہِ راست بات کروں گا، دوسرے دن وہ آیا اور امام مالکؒ سے کہنے لگا آپ میری قسم کے بارے میں مزید غور فرمالیں، آپ نے فرمایا: میں تو بتا چکا ہوں کہ تمہاری قسم صحیح نہیں نکلی اور تمہاری بیوی پر طلاق واقع ہو چکی، پھر تم کیوں آئے؟ اس نے کہا: خود آپ کی مجلس میں ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، آپ نے فرمایا وہ کون ہے؟ اس نے میری جانب اشارہ کیا، آپ نے تعجب سے پوچھا: کیا واقعی تم نے میرے فتوی پر یہ فتوی دیا ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا: اپنے فتوی کی وضاحت کرو، میں نے کہا: آپ نے خود اپنی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے رسول اللہ (ﷺ) سے مشورہ چاہا تھا کہ حضرت معاویہؓ و ابو جہمؓ دونوں نے مجھے شادی کا پیغام دیا ہے، میں کس سے شادی کروں؟ اس پر آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا تھا کہ معاویہؓ بے چارے کے پاس کچھ مال نہیں ہے، نادار ہے، اور ابو جہم اپنی چھڑی کاندھے سے اتارتے ہی نہیں ہیں، یعنی بیویوں کی پٹائی کرتے ہیں، اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ اکثر و بیشتر چھڑی اپنے ساتھ رکھتے ہیں، یہ نہیں کہ وہ اپنے کاندھے سے چھڑی اتارتے ہی نہ ہوں، یعنی اکثر ان کا یہ حال رہتا ہے، اسی طرح اس شخص کے کہنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ قمری بہت بولتی ہے، یہ نہیں کہ کبھی خاموش ہوتی ہی نہیں، امام مالکؒ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے: بات تو تمہاری ہی صحیح ہے، یعنی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

فی نفسہ اس مسئلہ میں اختلاف ہو یا نہ ہو، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس نوعمری میں امام مالکؒ جیسی شہرہ آفاق شخصیت کے سامنے اس اعتماد سے بات کہنا، آپ کے فتوی پر فتوی دینا اور احادیث کے ذریعہ استدلال کرتے ہوئے اپنی بات کو معقول انداز سے پیش کرنا، احادیث کے اشارات تک پہونچ کر موجودہ مسئلہ کو اس کے ساتھ جوڑنا یہ سب آپ کی شان تفقہ کو بتاتا

ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایک علمی جرأت بھی معلوم ہوتی ہے جو ہمیشہ اجتہادی شان رکھنے والوں میں پائی جاتی ہے، مزید آپ کا یہ مبارک مزاج بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرعی گنجائش موجود ہوتو وصل کو ترجیح دی جائے، فصل اور جدائی کو نہیں، بالکل ابتدائی زندگی کے یہ معصوم نقوش تھے جو بعد میں آپ کو اعلیٰ درجہ کی اجتہادی صلاحیتوں کی طرف لے گئے، شاید ان ہی کیفیات کو دیکھ کر امام مالکؒ نے آپ سے یہ فرمایا ہوگا ''اللہ نے آپ کو نور عطا کیا ہے اسے معصیت سے نہ بجھانا'' یہی نور بعد میں ایسا چمکا کہ ایک جہاں کو منور کر گیا، آپ کے استاذ فقہ حضرت مسلم بن خالد زنجی نے صرف پندرہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے کی اجازت دی، اور حضرت سفیان بن عیینہؒ باوجود اپنی جلالت شان کے کوئی مسئلہ آتا تو آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرماتے، ہمارے خیال میں اس زمانے میں اتنی کم عمری میں فتویٰ کی اجازت دینے کا اپنی نوعیت کا یہ منفرد واقعہ ہوگا، شان تفقہ کو واضح کرنے کے لیے اس سے بڑی اور کونسی دلیل ہوسکتی ہے؟

اس سے قبل ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ اپنی جلالت شان کے باوجود بسا اوقات آپ سے یہ چاہتے کہ بعض احادیث کے فقہی پہلوؤں پر روشنی ڈالیں، جب آپ کسی حدیث کی تشریح فرماتے تو بے حد مسرت کا اظہار فرماتے اور برملا اس کا اعتراف فرماتے کہ آپ کی تشریح زیادہ صحیح ہے، اور اپنی کی ہوئی تشریح سے رجوع فرماتے، حالانکہ حضرت سفیان بن عیینہؒ بقول امام شافعیؒ کے احادیث کی سب سے بہترین تشریح کرنے والے محدث تھے، خود امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ما رأيت أحدا أحسن تفسيرا للحديث منه ۔ (۱) میں نے حضرت سفیان بن عیینہ سے بڑھ کر کسی کو حدیث پاک کی بہترین تشریح کرنے والا نہیں دیکھا۔ بالکل بچپن ہی سے آپ میں عقل و ذہانت اور پاکیزگی کی ایسی کیفیات پائی جاتی تھیں کہ آپ کے تمام اساتذہ اور مکہ مکرمہ کے تمام مشائخ آپ کو بہت سراہتے تھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت مسلم بن خالد زنجی، حضرت سعید بن سالم اور حضرت عبد المجید بن جریج یہ آپ کے اساتذہ تھے۔ آپ سب کی آنکھوں کا تارا تھے۔ دوسرے مشائخ مکہ کے بھی آپ محبوب تھے۔ (۲) گویا سب نے یہ جان لیا تھا کہ آئندہ عالم

(۱) سیر اعلام النبلاء ۷/۶۵۵ (۲) توالی التاسیس ص/ ۷۷

اسلام کوایک ایسی شخصیت ملنے والی ہے جسکا کوئی ہمسر نہ ہوگا۔

حضرت یحیی بن سعید القطان جو آپ سے عمر میں بہت بڑے ہیں، فرماتے تھے: ما رأیت أعقل أو أفقه منه. میں نے آپ سے بڑھ کر عقلمند یا آپ سے بڑھکر فقہی صلاحیت رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔(۱) امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں تفقہ کے لحاظ سے بہت اونچا یا سب سے اونچا مقام رکھنے والے امام محمد بن الحسنؒ بار بار اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے۔ان تابعکم الشافعي فما عليكم من حجازي بعده كلفة(۲) اگر امام شافعی تنہا تمہارے ہم نوا ہو جائیں تو پھر اہل حجاز میں سے کسی اور کو ہمنوا بنانے کی ذمہ داری تم پر نہیں رہے۔یعنی صرف امام شافعی کا تمہارا ہمنوا ابنا تمام اہل حجاز کو اپنا ہمنوا بنانا ہے۔

ابوعلی حسین بن علی الکرابیسی بہت بڑے عالم تھے۔مناظرے میں فائق بحث ومباحثہ میں بھی بڑے فائق۔علم وفضل کے اس کمال کے باوجود یہ فرمایا کرتے تھے۔ما فهمنا استنباط أكثر السنن الا بتعليم الشافعي ايانا (۳) ہمیں بہت ساری سنتوں کا استنباط کرنا اس وقت آیا جب امام شافعیؒ نے ہمیں سکھلایا۔

ایک دفعہ یہ بات بھی فرمائی: ما كنا ندري ما الكتاب والسنة والاجماع حتى سمعناه من الشافعي (۴) ہمیں کہاں معلوم تھا کہ کتاب وسنت کیا ہے۔اجماع امت کسے کہتے ہیں۔یہاں تک کہ ہم نے یہ ساری باتیں امام شافعی سے سنیں۔

امام الحدیث حضرت علی بن المدینیؒ تو آپ کی کتابوں کے عاشق تھے۔خود ہی فرماتے ہیں۔اني لا اترك للشافعي حرفا واحدا الا كتبته فان فيه معرفة(۵) میں تو امام شافعیؒ کا ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا ہوں۔سب لکھ لیتا ہوں اس میں علم ہے۔اپنے فرزند کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔فرمایا؛لا تترك للشافعي حرفا واحدا فان فيه معرفة،(۶) امام شافعی کا ایک حرف بھی نہ چھوڑنا اس میں علم بھرا ہوا ہے۔امام ابوزرعہؒ نے صرف امام شافعی کی کتابیں سننے اور اپنے لیے لکھوانے کے واسطے اپنے نئے عمدہ کپڑے بیچ دیے جن کو وہ سلوانا چاہ رہے

---

(۱) توالی التاسیس ص/۷۷ (۲) ایضاً ص/۷۷ (۳) تہذیب الاسماء واللغات ۱ /۸۱
(۴) ایضاً/۸۱ (۵) تاریخ مدینہ دمشق ۵/۴۷۳ (۶) تاریخ دمشق ۵۱/۳۶۹

تھے۔ اس کی قیمت ورّاق کو دے کر اپنے لیے آپ کی بعض کتابیں لکھوائیں۔ (۱)

علم کی وسعت اور فقہ کی گہرائی کا یہ عالم تھا کہ خود ہی فرمایا کرتے تھے: لولا ان نطول علی الناس لوضعت من کل مسالة جزء حجج وبیان (۲) اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں پر طوالت ہوگی تو ایک ایک مسئلہ کے لیے دلائل اور بیان سے آراستہ ایک جزء تحریر کرتا۔

امام داؤد ظاھریؒ فرماتے ہیں۔ حضرت اسحاق بن راہویہ کو اس کا قلق تھا کہ امام شافعیؒ سے خاطر خواہ فائدہ کیوں نہیں اٹھایا۔ فرمایا کرتے تھے۔ ما کنت اعلم ان الشافعی من ھذا المحل۔ ولو علمت لم افارقہ (۳) میں نہیں جانتا تھا کہ امام شافعیؒ اتنا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو کبھی آپ سے جدا نہ ہوتا۔

امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے تھے۔ لو لا الشافعی لکان اصحاب الحدیث فی عمی (۴) اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو اصحاب حدیث کی آنکھیں بند ہی رہتیں۔

شانِ تفقہ پر زور

آپ سچے جذبے سے یہ چاہتے تھے کہ لوگ بالخصوص وہ حضرات جو کتاب وسنت سے براہ راست استفادہ کر سکتے ہیں نرے مقلّد نہ بنیں۔ جو حضرات اہلیت رکھتے ہیں وہ اپنے اندر شان تفقہ پیدا کریں۔ آپ کے نزدیک شان تفقہ کا مطلب ہی یہ تھا کہ علماء احادیث مبارکہ سے مسائل کا استنباط کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ جب کوئی واضح بات معلوم نہ ہو تو پھر کسی مجتہد کے قول سے استناد کریں۔

چنانچہ جب آپ مصر تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں کو دیکھا کہ امام مالکؒ کے قول کو بنیاد بنا کر بات کہی جارہی ہے تو آپ کو یہ طرز پسند نہیں آیا۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو بنیاد بنا کر مجتہدین کی آراء سے مدد لی جائے۔ فقہ کا یہ خاص طرز آپ نے عراق میں بھی جاری فرمایا اور اہل مصر کو بھی اس بات کی ترغیب دی۔ اہل مصر سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ما رأیت مثل

(۱) تاریخ دمشق ۳۷۰/۵۱ (۲) تاریخ دمشق ۳۷۰/۵۱

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی ۳۳۶/۱۴ (۴) مرآة الجنان ۱۹/۲

اھل مصر۔اتخذوا الجھل علما۔ یقولون فی مسائل ۔ھذاما قال مالك فیھا شیئا (۱) میں نے اہل مصر کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔لاعلمی کو ان لوگوں نے علم بنادیا ہے۔ بعض مسائل کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان مسائل میں امام مالکؒ نے کچھ نہیں فرمایا ہے۔گویا تحقیق اور صحیح بات تک پہونچنے کی جستجو نہیں کرتے ہیں۔خود عراق میں بھی وہاں کے بہت بڑے فقہاء نے اس کی گواہی دی ہے کہ ہمیں کتاب وسنت سے صحیح استدلال کرنے کا طریقہ امام شافعیؒ نے سکھایا ہے۔کچھ مثالیں اس سے قبل گذر چکی ہیں۔

آپ کا یہی خاص فقہی طرز تھا جس کی بناء پر احمد بن سنانؒ کو یہ کہنا پڑا لولا الشافعی لا ندرس العلم بالسنن (۲) شافعی نہ ہوتے تو سنتوں کا علم مٹ جاتا۔

دبیسؒ کہتے ہیں، میں جامع مسجد میں امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ تھا ہمارے پاس حسین الکرابیسیؒ آئے تو امام احمد نے ان سے کہا۔شافعی تو امت محمدیہ کے لیے اللہ کی رحمت ہیں ۔میں نے بعد میں حسین الکرابیسی سے ملاقات کی تو پوچھا۔آپ کا محمد بن ادریس کے بارے میں کیا خیال ہے؟انہوں نے کہا۔میں اس ہستی کے بارے میں کیا کہوں جس نے لوگوں کی زبان پر سب سے پہلے کتاب وسنت اجماع امت جیسے الفاظ جاری کیے۔(۳)

فقہ باعث لطف وراحت

فقہ آپ کے لیے لطف وراحت کی چیز تھی،مشہور محدث امام الحمیدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کے ہمراہ بصرہ تک کا سفر کیا۔ دوران سفر آپ مجھ سے احادیث معلوم فرما رہے تھے اور میں آپ سے فقہی مسائل میں استفادہ کررہا تھا۔(۴)

اپنے شاگرد مشہور محدث یونس بن عبدالاعلیؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ علیك بالفقہ ۔فانہ کالتفاح الشامی (۵) فقہ کو ضرور اختیار کیے رہو یہ تو شامی سیب کی طرح ہے۔آپ کی راتیں بھی مسائل کے استنباط میں گذرتیں تھیں۔ راتوں میں عبادات کا جو معمول تھا وہ تھا ہی۔مزید مسائل پر غور وخوض کرتے کرتے رات کا اچھا خاصا حصہ گذر جاتا۔

(۱) الوافی بالوفیات ۲/۱۲۵ (۲) توالی التاسیس ص/۹۶ (۳) تاریخ دمشق ۵۴/۲۷۵
(۴) حلیة الاولیاء ۹/۱۰۳ (۵) الانتقاء/۸۴

آپ کے بھانجے اپنی والدہ یعنی امام شافعیؒ کی بہن کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ بسا اوقات ایک رات میں کم وبیش تیں مرتبہ چراغ آپ کے پاس لایا جاتا۔ آپ چراغ کی روشنی میں کچھ تحریر فرماتے پھر چراغ واپس فرماتے۔ پھر چیت لیٹے مزید غور فرماتے پھر چراغ منگواتے۔ مسلسل یہ کام ہوتا رہتا۔ کسی نے پوچھا چراغ مستقل اپنے پاس جلائے کیوں نہیں رکھتے؟ آپ کے بھانجے نے کہا۔ الظلمة أجلى للقلب (۱) رات کی تاریکی دل کو اور زیادہ روشن کرتی ہے۔ رات کی تاریکی میں جب پوری دنیا سوتی تھی اس وقت آپ امت کی صحیح رہنمائی کے لیے علم وفقہ کے چراغ روشن کرتے تھے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں فروزاں کی ہوئی یہ شمع آج بھی روشن ہے اور امت کے لیے روشنی کا باعث ہے۔

اہل علم حضرات کا اعتراف

امام احمد بن حنبلؒ کھل کر اس کا اعتراف فرماتے تھے کہ جو کچھ فقہی صلاحیت ملی اس میں بڑا حصہ امام شافعیؒ کا ہے۔ فرماتے تھے۔ هذا الذی ترونه أو عامته منی هو عن الشافعی (۲) یہ جو میری طرف سے تم جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ سب، یا اس کا بڑا حصہ تو امام شافعیؒ سے ملا ہے۔ اسی لیے امام اوزاعیؒ کے شاگردوں نے بھی جو آپ سے بڑے تھے آپ کی شاگردی اختیار کی اور بہت سارے مسائل اخذ کئے۔

بشر بن بکر (۳) کے بارے میں آتا ہے۔ صحب الأوزاعی وأخذ عنه ثم أخذ عن الشافعی کثیرا من المسائل (۴) آپ (یعنی بشر بن بکر) امام اوزاعی کے ساتھ رہے، آپ سے علم حاصل کیا۔ پھر امام شافعیؒ سے بہت سارے مسائل اخذ کئے جبکہ عمر میں آپ امام شافعیؒ سے ۲۶ سال بڑے تھے۔

امام داؤد ظاہریؒ کتاب وسنت سے استنباط کی صلاحیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وقد كان الشافعی من أعلم الناس بمعانی القرآن والسنة وأشد

---

(۱) حلیة الاولیاء ۹/۱۱۱ (۲) الانتقاء ۱/۷۶ (۳) بشر بن بکر ابو عبد الله البجلی الدمشقی ثم التنیسی، (۱۲۴-۲۰۵) ثقہ محدث بلکہ امام حدیث، امام شافعیؒ نے آپ سے روایات لی ہیں (۱۲۴-۲۰۵) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۲۷ (۴) الانتقاء ۱/۱۱۴

الناس نزعا للدلائل منهما (۱) امام شافعیؒ ان حضرات میں تھے جو کتاب وسنت کے معانی سب سے زیادہ جانتے تھے۔اسی طرح کتاب وسنت سے دلائل کا استنباط کرنے میں انتہائی پختہ ومضبوط تھے۔

یحیی بن اکثم مامون کے دربار کے قاضی تھے۔امام شافعیؒ معاصر تھے آپ کی فقہی شان دیکھی تو بے حد متاثر ہوئے آپ کے بارے میں کہتے تھے: کان الشافعی رجلا قرشی العقل الفهم و الذهن ـ صافی العقل و الفهم والدماغ ـ سریع الاصابة ـ ولو كان اكثر سماعا للحديث ـ لا ستغنى امة محمد ﷺ به عن غيره من الفقهاء (۲)
امام شافعیؒ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔عقل وفہم اور ذہن ودماغ کے لحاظ سے بھی قبیلہ قریش کا ایک نمونہ تھے۔بڑی صاف وشفاف عقل۔بڑا ستھرا ذہن اور نہایت پاکیزہ دماغ رکھتے تھے۔بہت جلد ٹھیک نتیجہ تک پہونچ جاتے تھے۔اگر احادیث کو اور زیادہ سنا ہوتا تو پھر تنہا آپ کافی ہوتے۔امت محمدیہ کو کسی اور فقیہ کی ضرورت ہی نہ رہتی۔

آپ کے تمام شاگرد چاہے وہ عراقی ہوں یا مصری آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ بالخصوص امام ابوثورؒ تو آپ سے والہانہ محبت کرتے تھے آپ کی شأن تفقہ کو دیکھا تو بس دل و جان سے فدا ہو گئے۔خود فقیہ عراق تھے لیکن عراق کے تمام قدیم وجدید فقہاء پر امام شافعیؒ کو ترجیح دیتے تھے۔ایک شاگرد اپنے استاد وہ بھی محبوب استاد کے لیے کس قدر غیور ہوتا ہے، یا ایک صاحب علم اپنے علمی محسن کو کس طرح قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسے ہم بتانا چاہتے ہیں۔ باقی تمام فقہاء اسلام چاہے حجازی ہوں یا عراقی ہمارے سر آنکھوں پر۔

امام ابوثورؒ سے کسی نے پوچھا امام شافعیؒ اور امام محمد بن الحسنؒ میں افقہ یعنی بڑا فقیہ کون ہے؟ تو اس کے جواب میں امام ابوثورؒ نے امام شافعیؒ کو امام محمدؒ بن حسن سے لیکر حضرت علقمہؒ واسود تک کے تمام عراقی فقہاء سے افقہ بتایا۔(۳)

آپ کے بڑے شاگرد امام مزنیؒ فرماتے ہیں۔قرأت الرسالة خمس مأة مرة۔ ما

(۱) البداية النهاية ۱۰/۲۵۳ (۲) تاریخ الاسلام ۱۴/۳۱۳ (۳) تاریخ دمشق ۵۱/۳۵۶

من مرّة الا و استفدت منها فائدة جديدة (۱) میں نے آپ کی کتاب الرسالۃ پانچ سو دفعہ پڑھی ہے ہر دفعہ کوئی نہ کوئی نیا فائدہ مجھے حاصل ہوا ہے۔ ایک اور روایت یوں ہے کہ میں پچاس سال سے الرسالۃ دیکھ رہا ہوں اور ہر دفعہ مجھے کوئی جدید فائدہ حاصل ہوا ہے۔ (۲)

آپ کے تفقہ کو بیان کرنے کے لیے خود آپ کی کتاب الأم کافی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: وکم من مناظرۃ وقاعدۃ فیہ یقطع کل من وقف علیھا و أنصف وصدق أنہ لم یسبق الیھا (۳) آپ کتاب الأم میں کتنے ایسے مناظرے اور قاعدے موجود ہیں۔ جو بھی ان سے واقف ہوگا اور انصاف کے ساتھ سچ کہے گا وہ اس کی گواہی دے گا کہ ایسے قواعد پہلے کسی نے بیان نہیں کیے تھے۔

اس لحاظ سے کتاب الأم اپنے اندر فقہی اصولوں کا بھی ایک نادر ذخیرہ رکھتی ہے جو آپ کی شانِ تفقہ کو بیان کرنے کے لیے شاہد صدق اور شاہد عدل ہے۔

فقہی مقام

امام شافعیؒ کے فقہی مقام کو بتانے کے لیے یہ کافی ہے کہ آپ اوّلین شخص ہیں جنہوں نے فقہ کے اصول متعین کئے۔ آپ کے بیان کردہ اصول ایک بنیاد کی حیثیت اختیار کر گئے جسے بعد کے دور کے تمام فقہاء نے تسلیم کیا۔ جزوی اختلاف ضرور رہا لیکن بنیادی طور پر آپ کے بیان کردہ اصول وضوابط کو ہمیشہ مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ علماء فقہ واصول نے ان سے ہمیشہ فائدہ اٹھایا اور کھلے دل سے اس باب میں آپ کی اولیت کو تسلیم کیا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جمہور امت پر آپ کا یہ احسان ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کان الفقہ قفلا علی أھلہ حتی فتحہ اللہ بالشافعی (۴) فقہ تو اہل فقہ پر بھی بند تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعیؒ کے ذریعے سے (سب پر) کھول دیا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ ما أحد مسّ محبرۃ ولا قلما الا

---

(۱) المجموع شرح المھذب ۹/۱ (۲) المجموع شرح المھذب ۹/۱

(۳) المجموع شرح المھذب ۱۰/۱ (۴) توالی التاسیس ص/۸۵

وللشافعي في عنقه منة ،(۱) جس کسی کے ہاتھ میں قلم دوات ہوگی اس کی گردن پر امام شافعی کا ضرور احسان ہوگا۔ یہ بھی فرمایا۔لو لا الشافعي ما عرفنا الحديث (۲) اگر شافعی نہ ہوتے تو ہم حدیث کی صحیح سمجھ سے محروم رہتے۔

امام فخر الدین رازیؒ آپ کی فقیہانہ شان کو یوں بیان کرتے ہیں:

الناس كانوا قبل الامام الشافعي رحمهم الله يتكلمون في مسائل اصول الفقه ـويستدلّون ويعترضون ـولكن ما كان لهم قانون كلي ـمرجوع اليه في معرفة دلائل الشريعة ـوفي كيفية معارضاتهاو ترجيحاتها ـفاستنبط الشافعي علم اصول الفقه ووضع للخلق قانونا كلّيا يرجع اليه في معرفة أدلة الشرع (۳)

امام شافعیؒ سے قبل لوگ اصول فقہ کے مسائل میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ دلائل پیش کرنے اور اعتراضات کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔لیکن لوگوں کے پاس کوئی ایسا کلی قانون نہیں تھا جس کی طرف شرعی دلائل کو جاننے کے لیے رجوع کیا جا سکے۔اسی طرح دلائل کے تعارض اور ترجیحات کو معلوم کیا جا سکے۔امام شافعیؒ نے فقہی اصولوں پر مبنی ایک پورا علم مستنبط فرمایا اور اللہ کے بندوں کے لیے ایک کلی قانون وضع فرمایا جسکی طرف شرعی دلائل کو جاننے کے سلسلے میں رجوع کیا جا سکے۔

علم کلام

علم کلام سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعہ دینی عقائد کو دلائل کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے اور شکوک وشبہات کو ختم کیا جاتا ہے۔(۴)

دین کا اصل مزاج

رسول اللہ (ﷺ) نے جب ایک اللہ کو ماننے کی آواز بلند کی اور شرک سے مکمل نفرت

(۱) توالی التاسیس ص/۸۵ (۲) توالی التاسیس ص/۸۵

(۳) مجلة البيان ـاهمية المنهج في العلوم والمعارف العامة ۶۰/۸۴

(۴) مفتاح السعادة ۲/۲۰ بحوالہ الامام الشافعی ـعبدالغنی الدقر ـص/۱۲۲۵

کا اعلان کیا تو بہت صاف اور واضح طریقہ سے اپنی بات رکھی۔ جن لوگوں تک آنحضرت (ﷺ) کی یہ دعوت پہونچی وہ خوب سمجھ گئے کہ ان سے کس چیز کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ اور کونسی انقلابی تبدیلی اس دعوت کو ماننے کی صورت میں ان کے اندر پیدا ہوگی۔

حقیقت پسندی

عرب حقیقت پسند لوگ تھے۔ نظریات اور فلاسفی کے مقابلہ میں عمل اور حقیقت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ جن مبارک ہستیوں نے آنحضرت (ﷺ) کی دعوت قبول کی، انھوں نے خوب سوچ سمجھ کر قبول کی۔ وہ جانتے تھے کہ اس کے نتیجہ میں ان کو آگ اور خون کے کتنے دریا عبور کرنے پڑینگے۔ جن بدنصیب لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا انھوں نے بھی جان کر ہی اس دعوت کا انکار کیا۔ موافق ہو یا مخالف دونوں میں سے کسی نے ناواقفیت اور انجانے میں قبول کرنے اور ٹھکرانے کا عمل انجام نہیں دیا۔ ماننے والوں نے روزِ اول ہی سے عزم و یقین کے ساتھ دعوت تسلیم کی تھی۔ بالکل اسی طرح انکار کرنے والوں نے بھی پہلے دن ہی سے ضد اور ہٹ دھرمی کو پیش نظر رکھا تھا۔ لیهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة۔ (۱) جسے برباد ہونا ہو وہ دلیل و برہان دیکھ کر برباد ہو، اور جسے زندہ رہنا ہو وہ بھی دلیل و برہان دیکھ کر ہی زندہ رہے۔ ہوا بھی ایسے ہی۔ جسے برباد ہونا تھا وہ جان بوجھ کر برباد ہوا اور جسے زندگی سے معمور رہنا تھا وہ بھی پوری بصیرت کے ساتھ پھولا پھلا۔ ماننے والے تو خیر آپ (ﷺ) کی شخصیت اور دعوت پر دل و جان سے فدا تھے ہی، نہ ماننے والوں نے بھی آپ کی دعوت پر دقیق قسم کے فلسفیانہ اعتراضات نہیں کیے۔ ضد اور انانیت کی وجہ سے الٹی سیدھی بکواس ضرور کی۔ جس کا قرآن کریم نے بھرپور جواب دیا۔ لیکن پیچیدہ قسم کے فلسفیانہ منطقی سوالات مشرکین کے ذہن میں بھی نہیں آئے۔ اس لیے کہ طبیعت اور مزاج کے لحاظ سے اہل عرب کو اس طرز سے کوئی مناسبت ہی نہیں تھی۔ وہ اختلاف و اتفاق سے قطع نظر سیدھی بات کہنے اور سیدھی بات سننے کے عادی تھے۔ شک و شبہ ان کے مزاج کا حصہ نہیں تھا بلکہ ان کی

(۱) سورۃ الانفال۔ الآیۃ۔ ۴۲

ہٹ دھرمی ضد اور عناد کا پیدا کیا ہوا تھا۔ فإنهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون۔ (۱) یہ (بدنصیب) آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا ہٹ دھرمی سے انکار کرتے ہیں۔ بہر حال قرآن کریم اور عقائد کے تعلق سے مشرکین بے تاب تھے کہ کوئی ایسی چیز ملے جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت کو ٹھکرایا جا سکے۔ فلسفیانہ مباحث سے اگر ان کو دلچسپی ہوتی تو اس طرح کے بھی کئی لغو اور فضول سوالات ضرور کرتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

حضرات صحابہؓ کا مزاج

دوسری طرف حضرات صحابہؓ کا مزاج عملی نمونہ پیش کرنے کا رہا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی حکم ملتا تو فوراً اس پر عمل کے لیے لپکتے۔ ضرورت کے وقت سوالات کئے جاتے جن کے جواب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مرحمت فرماتے۔ ویسے بھی قرآن کریم میں بلا ضرورت سوال کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ یاايها الذين آمنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم۔ (۲) اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایسی چیزوں کے بارے میں دریافت نہ کرو جو اگر تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ دین کا صاف وشفاف چشمہ پوری روانی کے ساتھ جاری تھا۔ اور اہل ایمان جی بھر کے اس سے سیراب ہو رہے تھے۔ آلودگی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ ہر قسم کی پیچیدگی سے پاک ذہن نے اس صاف ستھرے دین کو جوں کا توں قبول کر لیا تھا۔ اس لیے اس وسیع شاہراہ پر چلتے ہوئے نہ ان کو تھکن محسوس ہوئی نہ ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ منزل سامنے تھی اور حصول منزل کا شوق ان کو کشاں کشاں لیے جا رہا تھا۔ فکری بلندی عالی حوصلگی اور قوت عمل میں بڑا توازن تھا۔ اس لیے کہیں ناہمواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ دینی احکام کے ساتھ نہ عملی دھینگا مشتی تھی نہ عقائد کے ساتھ ذہنی مقابلہ آرائی۔ عقائد کے باب میں سمع وطاعت اور اعمال وعبادات میں اخلاص واحسان ان کی طبیعت تھی۔ ہر اشکال سے ذہن پاک اور ہر الجھاؤ سے دماغ آزاد تھے۔

حضرات مہاجرین وانصار نے بھرپور دینی زندگی بسر فرمائی۔ اور اللہ رب العزت کی

(۱) سورۃ الانعام۔ الآیۃ۔ ۳۳ (۲) سورۃ المائدہ۔ الآیۃ۔ ۱۰۱

طرف سے دونوں نے اسی دنیا میں رضامندی کی سند پائی اور پوری امت کے لیے سب سے اعلیٰ نمونہ قرار پائے۔ والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه۔ (۱) وہ اولین سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور وہ جنھوں نے ان کی خوب سے خوب تر پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوئے۔

خلفاء راشدین کا عہد

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پر بہار حیات آفریں دور ختم ہوا اور حضرات خلفاء راشدین کا دور آیا۔ مجموعی طور پر یہ مبارک عہد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامل تربیت کا ایک بھرپور نمونہ تھا جس میں چاروں خلفاء نے صداقت، عدالت، شرافت اور غیرت کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ اس دوران فتوحات کا سلسلہ چل پڑا، ملکوں پر ملک فتح ہوتے گئے اور اسلام کے دامن میں پناہ لیتے رہے۔

مفتوحہ ممالک

بلاشبہ ان مفتوحہ ممالک میں بڑی تعداد ان حضرات کی تھی جنھوں نے سچے جذبہ سے اسلام قبول کیا اور اسی شاہراہ پر چلے جو کتاب وسنت کے قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک قدموں کے نقوش ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنے۔ اصحاب کرام کی پیروی ان کے لیے باعث صد افتخار بنی۔

دوسری طرف ایک چھوٹا سا طبقہ ایسا بھی تھا جو سیاسی، سماجی، قبائلی، علاقائی اور قومی وفاداری کو اپنا نصب العین قرار دیتا تھا۔ ایک تعداد کے دل میں حسد کا ناگ سر اٹھائے موجود تھا۔ کچھ مال ودولت کے حریص تھے اور بعض ایسے تھے جو شورش پسند طبیعت رکھتے تھے جن کو بے یقینی کی کیفیت اور بداعتمادی کی فضا اچھی لگتی تھی۔

---

(۱) سورۃ التوبۃ۔ الآیۃ۔ ۱۰۰

فرقہ بندی کی ابتداء

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری مرحلہ میں کچھ ایسا تاثر دیا جانے لگا جیسے اکابر صحابہ میں ذاتی رنجشیں ہیں۔ بالخصوص حضرت علیؓ کے نام کا غلط استعمال کیا جانے لگا۔ اس زمانے میں چونکہ حضرت عثمانؓ کے بعد عالم اسلام کی سب سے قدآور شخصیت حضرت علیؓ کی تھی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتہائی قریبی عزیز ہونے کی وجہ سے ہر صاحب ایمان آپ سے قلبی و جذباتی لگاؤ رکھتا تھا۔ اس لیے شورش پسندوں نے آپ کے نام کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ یہیں سے شیعیت کا آغاز ہوا اور امت میں سب سے پہلا فرقہ وجود میں آیا۔ اسی میں غلو پیدا ہوا تو ''رفض'' جیسی خبیث چیز ظاہر ہوئی۔ یعنی حب علیؓ کے نام پر بقیہ صحابہ کرام سے نفرت بالخصوص حضرات شیخین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے انتہائی شدید نفرت، اسی طرح حضرت فاطمہؓ سے محبت کے نام پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج مطہرات سے بغض، اس قدر کہ عداوت کی انتہا ہو جائے، بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بہت ہی زیادہ نفرت۔

یہ زمانہ وہ تھا جب اسلامی مملکت حدود عرب سے تجاوز کر کے عجم کے ایک بڑے حصہ تک پھیل چکی تھی۔ بالخصوص شام و مصر کا علاقہ اور ایران و عراق کا بہت بڑا حصہ اسلامی مملکت کے زیر نگیں آچکا تھا۔

شیعہ و خوارج

حب علیؓ کے نام پر جو گروہ تیار ہوا اس نے آہستہ آہستہ اپنی جڑیں پھیلانی شروع کیں۔ عجمی مزاج کی وجہ سے خالص منطقی فلسفیانہ قسم کے سوالات تراشے جانے لگے، اور عام مسلمانوں میں عقائد کا بگاڑ پیدا کرنے کی کوششیں ہونے لگیں، خواہش پرستی دین کا لبادہ اوڑھ کر آئی اور صحیح عقیدے پر شب خون مارنے کی جسارت کی گئی۔ خود حضرت علیؓ ہی کے دور میں ایک طبقہ نے آپ کو الوہیت کے درجہ تک پہونچایا۔ جسے آپ نے خود عبرت ناک سزا دی۔ یہیں سے دین میں طرح طرح کے سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی کے رد عمل میں ایک اور فرقہ خوارج کا پیدا ہوا جو حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ سب کا دشمن تھا۔

اس نے اس ذوق ومزاج پر ڈاکہ ڈالا جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کرام کا تھا۔ عقائد میں اپنی الگ شناخت بنائی اور اعمال میں حد سے زیادہ غلو سے کام لیا۔

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین کو اعتدال وتوازن کے جس حسین وجمیل قالب میں ڈھالا تھا اسی دین کو اپنی بدفہمی، کج فکری اور تنگ نظری سے ایک بے ہنگم لباس پہنانے کی کوشش کی۔ ضد بے رحمی اور عقلی ناہمواری نے ان کو کسی معقول بات کو سمجھنے کے لائق نہیں چھوڑا تھا۔ اس جماعت کو بھی حضرت علیؓ نے عبرت ناک انجام تک پہونچایا۔ لیکن بدعقیدگی کا جو سڑا ہوا بیج پڑ چکا تھا اسے اکھاڑا نہ جاسکا۔ یہ طبقہ بھی امت کو انحراف اور بدعقیدگی کی طرف لے گیا۔ خلافت راشدہ کے ختم ہوتے ہوتے یہ دونوں طبقات جمہور امت سے منحرف ہوکر دو فرقوں کی شکل میں اپنے لیے ایک الگ راہ تجویز کر چکے تھے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کچھ عقلی شبہات رکھتا تھا۔

بنوامیہ کا دور

بنوامیہ کے دور میں سیاسی معرکہ آرائیاں تیز ہوئیں۔ حضرت معاویہؓ کے دور کو چھوڑ کر بعد کے تمام حکمرانوں کے دور میں بغاوت کا سلسلہ رہا اس دور میں بعض ایسے دلدوز وجانگداز واقعات پیش آئے جس نے تمام مسلمانوں کو ان حکمرانوں سے متنفر وبدظن کر دیا۔ بالخصوص شہادت حسینؓ کا زہرہ گداز واقعہ بنوامیہ کے کل دور کے لیے کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوا۔ مدینہ منورہ پر حملہ ہوا۔ ہزاروں صحابہ اور ان کی اولاد شہید ہوئی، مکہ مکرمہ پر حملہ ہوا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، حضرت معاویہؓ کے بعد صرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مبارک عہد کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کا دور بلاشبہ ان ادوار میں ہے جن پر تاریخ اسلامی فخر کر سکتی ہے۔ بہرحال سیاسی کشمکش کے اس دور میں ہر فرقہ نے ذاتی طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس زمانے میں مسئلہ جبر وقدر نمایاں ہوا۔ اور جبریہ وقدریہ کے عنوان سے دو جماعتیں وجود میں آئیں۔ گرچہ شیعہ وخوارج کی طرح یہ فرقے کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہیں رکھتے تھے، لیکن دینی عقائد

میں بالخصوص اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کے معاملہ میں مخصوص نظریات رکھتے تھے۔ اور سوال و اعتراض کا خاص مزاج بھی ان میں پایا جاتا تھا۔

عہدِ عباسی

بنوامیہ کا دور ختم ہوا تو بنوعباس کے ہاتھ میں مسلم حکومت کی زمام کار آئی۔ یہ دور مختلف تہذیب وتمدن کے اسلامی تہذیب میں ضم ہونے کا تھا۔ اسی دور میں مختلف عقائد اور رجحانات نومسلم قوموں کے ذریعہ مسلمانوں میں درآئے۔ یونانی فلسفہ عربی میں منتقل ہوا۔ متعدد غیر عربی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں ہوئے۔ اب تک ایرانی تہذیب عربی اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں دبی دبی سی تھی، لیکن عباسی خلفاء چونکہ ایرانیوں کی مدد سے حکومت پر قابض ہوئے تھے اس لیے فارسی ثقافت وتہذیب اب برابری کی سطح پر عربیت سے آنکھیں ملانے لگی۔ قوموں نے مسلمانوں کا سیاسی غلبہ قبول کرلیا لیکن تہذیب وثقافت کے لحاظ سے وہ اسلام میں اپنی تہذیب کو نمایاں دیکھنا چاہتے تھے، اسی طرح دینی عقائد کے لحاظ سے بھی بعض نومسلم قومیں اپنے سابقہ عقائد کی لہروں کو اسلامی عقیدہ کے سمندر میں موجزن دیکھنے کی خواہش رکھتے تھے۔ چونکہ خوشحالی کا دور دورہ تھا، عملی ذمہ داریوں کا بوجھ بہت کم تھا یا نہ ہونے کے برابر تھا اس کی وجہ سے ذہنی وعقلی معرکوں کا دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ مناظرہ بازی قومی مزاج کا ایک حصہ بن گئی۔ کچھ بدباطن ایسے تھے جو اسی راہ سے اسلامی سچے عقائد کی بنیادیں ہلانے کے درپے تھے انھوں نے اس مزاج کا فائدہ اٹھا کر طرح طرح کے عقلی سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔

فکری یلغار

چونکہ یونانی فلسفہ جس سے ایران خاصا متأثر تھا، عقلیت کا ایک گورکھ دھندہ تھا جو اقرار کے مقابلہ میں انکار، اثبات کے بجائے نفی، یقین کی بہ نسبت شک اور قوت عمل کی جگہ ذہنی ورزش کو ترجیح دیتا تھا۔ اس لیے ان تمام بددینوں کی بن آئی جو مسلمانوں میں شک وشبہ کے بیج

ہونا چاہتے تھے ایسے لوگوں نے عام مسلمانوں کو اپنا شکار بنانے کی کوشش کی۔ اللہ کے جو بندے اپنے دین پر غیر متزلزل یقین رکھتے تھے ان کا کچھ نہ بگڑا، لیکن عام لوگ اس فکری یلغار سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے ایک طرف صدیوں کی میراث تھی جسے چھوڑنا ممکن نہ تھا دوسری طرف ذہنی بے چینیاں تھیں جو کسی پل قرار نہیں بخشتی تھیں۔

اس وقت اصحاب بصیرت علماء اسلام کھڑے ہوئے اور دو محاذوں پر کام کیا۔ پہلا محاذ یہ تھا کہ خود اپنے لوگوں کے دلوں میں اپنے دین پر سچا یقین پیدا کیا جائے۔ بلاشبہ اس میدان میں حضرات محدثین فقہاء کرام اور تزکیہ واحسان سے آراستہ حضرات کا مقام سب سے نمایاں ہے۔ جن کی روح پرور مجلسیں دلوں کا زنگ دور کرنے اور عقلی الجھاؤ کو ختم کرنے میں سب سے بڑھ کر مؤثر کردار ادا کرتی تھیں۔ دوسرا محاذ ان بد باطن دشمنان دین کا عقلی طور پر قلع قمع کرنا تھا جو یونانی وفارسی فلسفہ کی راہ سے الحاد وزندیقیت کے جراثیم پھیلانا چاہتے تھے۔ اس باب میں بھی علماء حق نمایاں تھے۔ نیز ان علماء کا کردار بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا جن کو معتزلی علماء کہا جاتا ہے۔

معتزلہ

ان لوگوں کو معتزلہ کہا جاتا ہے جو جمہور امت کے عقائد سے کچھ اختلاف رکھتے ہیں اور دینی امور میں عقل کو فیصلہ کن حیثیت دیتے ہیں۔ معتزلی علماء نے بد باطن دشمنان دین سے مقابلہ کیا اور عقل کے ذریعہ اپنی بات کو غیروں کے سامنے ثابت کیا۔ اور انکا منھ بند کرنے کی کوشش کی۔ بہت اچھا ہوتا اگر معتزلہ اپنے لیے دشمنان دین کو لاجواب کرنے کا وسیع میدان منتخب کرتے، اور اس میدان سے باہر قدم نہ نکالتے لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ جو کام انھوں نے دشمنان دین کے ساتھ کیا اسی کام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ دین کے دوستوں تک لے آئے۔ مناظرے اور مباحثے کا مزہ اس قدر ان کے منھ کو لگ گیا تھا کہ میدان میں کوئی مد مقابل نہ رہا تو اپنوں ہی پر پل پڑے۔ یونانی فلسفہ اور بدباطنوں کی زندیقیت والحاد کا رد کرتے کرتے خود عقائد اسلام ہی کو عقل سے تولنے لگ گئے اگر یہ اصول اپنا لیا جاتا کہ عقلی

طاقتیں منکر کے سامنے حق ثابت کرنے کے لیے ہوں اور اپنی ذات کو مطمئن کرنے کے لیے دل کی سچائیاں، یقین کی طاقت اور رسول اللہ (ﷺ) کی رہبری و رہنمائی پر اعتماد کامل ہو تو پھر مسئلہ ہی حل ہو جاتا۔ غیروں کی گردن جھکانے یا اڑانے کے لیے دلائل کی تلوار ہوتی اور اپنوں کو ہمنوا بنانے کے لیے محبت کی پھوار ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

یہ طرز اگر معتزلہ نے اپنایا ہوتا تو شاید بہت سارے جھگڑے پیدا ہونے سے قبل ہی ختم ہو جاتے۔ اور اختلافات رونما ہی نہ ہوتے۔ خود قرآن کریم کا یہی اسلوب رہا ہے۔ ایک طرف مشرکین کو قائل کرنے کے لیے عقلی دلائل پر دلائل دئے جاتے ہیں دوسری طرف اہل ایمان کے لیے دل کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور تاثر و کیفیات کے پر بہار راستے سے اللہ تک کا سفر طے کرایا جاتا ہے۔ مشرکین کو قائل کرنے کا قرآنی انداز ملاحظہ کیا جائے۔ ”قل من یرزقکم من السماء والارض ام من یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل افلا تتقون۔“ (۱) آپ (مشرکین سے) کہیے، تمھیں آسمان سے کون رزق دیتا ہے؟ اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے؟ اور زندہ سے مردہ کو کون نکالتا ہے؟ تمام کاموں کو کون چلاتا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے۔ اللہ۔ اس پر آپ کہیے پھر بھی کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔

یہ آیات بھی دیکھی جائیں۔ ”قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون۔ سیقولون للہ قل افلا تذکرون۔ قل من رب السماوات السبع ورب العرش العظیم۔ سیقولون للہ قل افلا تتقون۔ قل من بیدہ ملکوت کل شئ وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون للہ قل فانی تسحرون۔ (۲) کہیے (مشرکین سے) زمین کس کی ہے؟ جو زمین میں ہیں وہ کس کے ہیں؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ وہ ضرور کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے۔ آپ کہیے پھر سوچتے کیوں نہیں ہو؟ کہیے ساتوں آسمانوں کا رب کون ہے؟ عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور کہیں گے یہ سب اللہ کا ہے۔

---

(۱) سورۃ یونس۔ الآیۃ۔ ۳۱ (۱) سورۃ المومنون۔ الآیات۔ ۸۴-۸۹

آپ کہیے کیا پھر بھی تم نہیں ڈرتے؟ کہیے ہر چیز کی شہنشاہی کس کے ہاتھ میں ہے؟ وہی پناہ دیتا ہے اس کے مقابلہ پر پناہ نہیں دی جا سکتی۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ وہ کہیں گے یہ سارے اختیارات اللہ کے ہیں۔ آپ کہیے پھر تم کہاں کہاں پھرائے جا رہے ہو۔

غور کیا جائے ان مبارک آیات میں خطاب کفار و مشرکین سے ہے۔ انداز بیان کس قدر فکر و نظر کو اپیل کرنے والا ہے؟ دلائل پر دلائل دئے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ مدمقابل بے اختیار بول اٹھے کہ سب کچھ اللہ کا ہے۔

دوسری طرف اہل ایمان کو مخاطب کرنے کی کیفیت ذرا دیکھی جائے۔ " انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم واذا تليت عليهم آياته زادتهم ايمانا وعلى ربهم يتوكلون۔" (۱) اہل ایمان تو وہ ہیں کہ جن کے سامنے اللہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کے دل لرزتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں وہ تو بس اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ غور کریں ایک ایک حرف دل کی دنیا میں انقلاب کرتا نظر آ رہا ہے۔ اسی طرح یہ مبارک آیت بھی۔ انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا بأموالهم وانفسهم في سبيل الله اولئك هم الصادقون۔ (۲) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کبھی شک میں مبتلا نہ ہوئے اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہی لوگ تو اصل سچے ہیں۔ لفظ لفظ دل پر اثر انداز ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ قرآن کریم کا یہی اسلوب اکثر مقامات پر نظر آئے گا۔ ایک مرتبہ خوب غور و فکر کر کے ایمان میں داخل ہو جائیں پھر تعلیمات الٰھیہ کے لیے دل کے دروازے کھول دیں۔ اور اسی راستے سے یقین صادق کی منزل تک پہونچ جائیں دوسری طرف مشرکین کو قدم قدم پر غور و فکر کی دعوت دے کر ایمان کے راستے پر آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ دعوت دین کا فطری طریقہ ہے۔

معتزلہ نے غیروں کو سمجھانے اور لاجواب کرنے کے لیے اگر عقلی استدلال کو اولیت دی تو یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی لیکن افسوس ہے کہ مناظرہ جو طبیعت اور حد سے بڑی ہوئی

(۱) سورۃ الانفال: الآیۃ ۲ (۲) سورۃ الحجرات: الآیۃ ۱۵

عقلیت نے ان کو مجبور کیا کہ سچا ایمان رکھنے والے مومنین کے ساتھ بھی یہی رویہ اپنائیں اور ان کو بھی عقلی دلائل کے ذریعہ اپنا ہمنوا بنا کر ہی دم لیں۔

عباسی خلفاء کی سرپرستی

عباسی خلفاء کی سرپرستی نے ان کو اور شیر بنا دیا تھا خلیفہ مأمون رشید خود معتزلہ کا ہمنوا بلکہ مداح تھا۔ مناظرہ کی توپوں کا رخ اب ان حضرات کی طرف ہو گیا جو دین پر یقین واعتماد کے سلسلہ میں معتزلہ سے کہیں فائق تھے۔ دینی جذبہ میں ان سے کہیں زیادہ آگے تھے قربانیاں انھوں نے زیادہ دی تھیں۔ حق گوئی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا کردار کے غازی تھے امت کا پورا اعتماد ان ہی کو حاصل تھا جو کلامی مسائل بوقت ضرورت غیروں کو قائل کرنے کے لیے اختیار کئے گئے تھے۔ ان کو دین کے بنیادی عقائد کا درجہ دیا گیا پھر وہی ہوا جس طرح ہوتا چلا آیا ہے۔

اجزاء بنتے چلے گئے۔ عباسی خلفاء کا سہارا لے کر دین کے سچے خادموں کو رسوا کرنے کی ایک دانستہ یا نادانستہ چال چلی گئی اور جو علم کلام دشمنوں کو قائل کرنے کے لیے حسب ضرورت وجود میں لایا گیا تھا اسی علم کلام کے دائرے کو بلا ضرورت وسیع کیا گیا اور نت نئے مباحث چھیڑ کر امت میں انحراف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ امام شافعیؒ کو اسی نام نہاد علم کلام سے اللہ واسطے کا بیر تھا۔ اس علم کلام کو آپ امت کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے اس کی بعض وجوہات بھی تھیں۔

۱۔ عقل معیار کل

یہ لوگ دینی معاملہ میں عقل کو فیصلہ کن حیثیت دیتے تھے، کوئی چیز ان کی اپنی نگاہ میں ماورائے عقل ہوتی تو اسے رد کر دیتے یہاں تک کہ صحیح احادیث سے اگر کوئی بات ثابت ہوتی تب بھی اسے الٹے سیدھے معانی پہناتے۔ یا بے تکلف صحیح احادیث کا انکار کرتے اسے قول رسول کی حیثیت نہ دیتے۔ احادیث سے متعلق اس تصور نے ان کو دین کے بہت بڑے بنیادی ذخیرے سے محروم کر دیا تھا۔

عقائد کے باب میں عقل کو معیار کامل قرار دے کر احادیث مبارکہ سے استدلال نہ کرنا ایک بہت بڑی جسارت تھی جسے امت کے مجموعی ذہن نے کبھی قبول نہیں کیا۔ ایسے لوگ منحرف قرار دیئے گئے۔ لاکھ کوئی عقلی دلائل رکھتا ہو لیکن امت نے ایسے لوگوں کو کبھی اپنی صف میں جگہ نہیں دی جو حدیث رسول کے تعلق سے بے اعتنائی برتیں۔ یہ دراصل حب رسول کا جذبہ، عظمت رسول کا اثر اور اتباع رسول کی وہ مبارک دینی حس تھی جس نے ان معقولیت پسندوں کو ہمیشہ نامعقول قرار دیا۔ امام شافعیؒ حدیث رسول کے تعلق سے غیرت وحمیت کے مقام پر فائز تھے۔ اس سے بال برابر ہٹنا یا ذرہ برابر بے رخی برتنا آپ کی برداشت سے باہر تھا۔ اس لیے کبھی بھی ان اصحاب کلام سے آپ کی نبھ نہ سکی۔ آپ صاف صاف فرمایا کرتے تھے "کل متکلم من الکتاب والسنة فهو الحق وما سواهما هذیان۔"(۱) جو کوئی کتاب وسنت کے حوالہ سے کلامی مسائل پیش کرتا ہے وہ برحق ہے، کتاب وسنت سے ہٹ کر باقی سب بکواس ہے۔ اپنے بعض اشعار میں بھی غلط علم کلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات فرمائی ہے:

کل العلوم سوی القرآن مشغلة — الا الحدیث والا الفقه فی الدین

العلم ما کان فیه قال حدثنا — وما سوی ذاك وسواس الشیاطین (۲)

قرآن کریم کے علاوہ بقیہ سب علوم ایک تفریح ہیں، ہاں حدیث اور تفقہ فی الدین کی بات اور ہے۔ علم تو وہ ہے جس میں قال حدثنا کہا جائے (یعنی علم حدیث) اس کے سوا باقی جو ہے سب شیطانی خیالات ہیں۔

یہ بھی آپ ہی کی بات ہے "مامن شئ ابغض الیّ من الکلام واهله۔" (۳) علم کلام اور اس سے وابستہ رہنے والوں سے بڑھ کر کوئی چیز میرے نزدیک قابل نفرت نہیں۔

بہر حال اسی حد سے بڑھی ہوئی عقلیت پسندی کی وجہ سے معتزلہ نے اللہ رب العزت

(۱) توالی التاسیس-۶۴ (۲) البدایة والنهایة ۱۰/۲۵۴ (۳) شذرات الذهب ۲/۹
بحوالہ۔ الامام الشافعی، عبدالغنی الدقر۔ ص/ ۲۲۶۔ سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۳

کی رؤیت کا انکار کیا۔ گناہ کبیرہ کرنے والے کو ہمیشہ کا جہنمی بتایا۔ جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی متعدد احادیث میں صریح اس کے برعکس بات بتائی گئی ہے۔ بلکہ خود قرآن کریم میں بھی ایسے واضح اشارات ہیں جن سے معتزلہ کے قول کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور علماء اسلام نے یہ عظیم الشان خدمت انجام بھی دی ہے۔

۲- آزاد خیالی یا آوارہ فکری

ان میں ایک خاص قسم کی آوارہ فکری پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ عقائد کے معاملہ میں بہت آزاد خیال ہو گئے تھے۔ جہاں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔

وہاں یہ لوگ اور زیادہ غیر محتاط ہوتے چلے گئے۔ اہل دین کی تحقیر ان کی دل آزاری اور اپنے مسلک کی خلاف ورزی کرنے والوں پر ہر طرح کے ظلم و تشدد کو عین ثواب سمجھنے لگے۔ اعتدال اور تحمل نام کی کوئی چیز ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ تکبر اور ذہنی خشکی نے ان کو ہر قسم کے لطیف احساسات سے عاری کر دیا تھا۔ بعض ان میں ایسے بھی تھے کہ خود ان کے گھر والے ان کے افکار و نظریات سے نالاں تھے۔

بشر المریسی (۱) معتزلی تھا۔ بہت مناظرے کیا کرتا تھا اصحاب فقہ و حدیث اس سے کچھ مرعوب سے تھے، زعفرانی جو بعد میں امام شافعیؒ کے شاگرد بنے بشر المریسی کی مجلس میں جایا کرتے تھے۔ لیکن اس سے مناظرہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ امام شافعیؒ نے زعفرانی کو اپنی بعض کتابیں دی کہ ان کا مطالعہ کر کے بشر کا مقابلہ کرو۔ صرف آپ کی کتابوں نے اتنی طاقت بخشی کہ زعفرانی نے بشر کو لاجواب کر دیا۔ (۲) بشر کی ماں ایک دفعہ امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ آپ بشر کو سمجھائیں کہ کلامی مسائل سے باز آئے۔ آپ نے اسے سمجھایا بھی لیکن وہ باز نہیں آیا۔ (۳) اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ اپنے گھر

---

(۱) اس کا کچھ تذکرہ اگلے صفحات میں آ رہا ہے (۲) توالی التاسیس ۸۱ (بعد میں آپ نے خود ہی براہ راست بشر سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کیا ہے۔ دیکھئے حلیۃ الاولیاء ۹/۱۳۹)

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۰

والوں تک کو متاثر نہ کر سکے۔

امت کا اجتماعی ذہن

امت کے عام ذہن نے معتزلہ کے افکار ونظریات کو کبھی پذیرائی نہیں بخشی، معتزلہ نے عباسی خلفاء کا سہارا لے کر اپنے خلاف ڈٹ جانے والوں پر ظلم وستم کی انتہاء کی۔ اگر ان کی معقولیت اور استدلال میں طاقت ہوتی تو پھر حکام کا سہارا لینے کی ضرورت ہی نہ تھی، اگر ان کے سہارے سے اپنی بات ٹھونسی جارہی تھی تو پھر یہ ثابت ہوا کہ ان کے دلائل طاقت سے خالی تھے۔ اسی لیے ائمہؒ اربعہ اور ان کے متبعین میں کوئی ان عقلیت زدہ بلکہ عقلیت خوردہ لوگوں کا ہمنوا نہ ہوسکا۔ اور طاقت کے سہارے سے چلائی ہوئی معقولیت طاقت کے ختم ہونے کے ساتھ خود بھی رخصت ہوئی۔ جن حضرات نے کتاب وسنت کو بنیاد بنا کر امت کے دل پر حکمرانی کی وہی زندہ وتابندہ رہے۔ امام شافعیؒ ان حضرات میں انتہائی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے دست راست ہیں فرماتے ہیں۔ معتزلہ زندیق ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے بڑے شاگرد امام محمدؒ فرماتے ہیں، کوئی شخص کسی معتزلی کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے اپنی نماز دہرانی چاہئے۔ امام مالکؒ کسی معتزلی کی گواہی قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ (۱) خود امام شافعیؒ کے اقوال گذر چکے ہیں، اور امام احمد بن حنبلؒ کا ان کے خلاف جہاد اظہر من الشمس ہے۔

۳- الحاد وزندقہ

علم کلام کا نام لے کر ایک جماعت ایسی بھی وجود میں آئی جو کھلم کھلا زندیق تھی (دین کی آڑ لیکر یا دین کے دعوے کے پردے میں بدترین قسم کی بد دینی بالخصوص غلط عقائد عام کرنے والوں کو زندیق کہا جاتا ہے۔) یہ لوگ اسلام کے بدخواہ تھے۔ اور دل سے اسلام کی عظیم الشان عمارت کو ڈھانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے منکرات کی اشاعت کی، طرح طرح کی

(۱) آثار امام شافعیؒ، ابوزہرہ۔ ترجمہ، رئیس احمد جعفری ندوی/۲۳۰

فکری بدعتیں ایجاد کیں۔ ابن الراوندی (۱) ابوعیسی الوراق (۲) احمد بن حائط (۳) وغیرہ اسی ٹولہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اگرچہ خود معتزلہ نے ان کو الگ کر دیا۔لیکن اسلام میں داخل ہوکر اسلام کی بیخ کنی کرنے کی جسارت ان کو اہل کلام کی آزاد خیالی اور آوارہ فکری کی بدولت ہی ہوئی تھی۔

۴۔تشکیکی ذہن

ان معتزلی متکلمین سے تشکیکی ذہن پیدا ہورہا تھا۔ایک اچھا بھلا شخص شکوک وشبہات میں مبتلا ہوکر بے چینی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا، بسا اوقات عقلی طور پر ان کی بات تسلیم کرنے کے باوجود قلبی اضطراب بدستور باقی رہتا۔ بالخصوص سنت رسول (ﷺ) کی صاف ستھری واضح ہدایات کے مقابلہ میں یہ عقلی دلائل اپنے ماننے والوں تک کو بے کلی میں مبتلا رکھتے۔ایک عملی جدوجہد پر یقین رکھنے والی قوم کو اس طرح کے مباحث میں الجھانے کا طرز عمل امت کے علماء کو ہرگز پسند نہ تھا، اس سے خاص قسم کا جمود طاری ہورہا تھا۔مزید ان لوگوں میں دعوت وارشاد اور اصلاح امت کا جذبہ مفقود تھا، لوگوں کو لاجواب کرنے کی خواہش حد سے آگے بڑھ چکی تھی، ویسے بھی احادیث رسول سے استدلال کو چھوڑ دینے کے بعد لوگوں کے دلوں کو مطمئن کرنا ممکن بھی نہ تھا۔اس لیے ائمۂ اسلام ان معتزلہ سے برگشتہ رہے، ذات اقدس (ﷺ) پر مر مٹنے والی امت کو یہ لوگ کبھی راس نہ آسکے، ذہنی مرعوبیت اور قلبی اطمینان کے درمیان موجود فرق کو کیسے پاٹا جاسکتا ہے؟ ان لوگوں نے ذہنوں کو مرعوب کرنے کا کام کیا جو قلبی سکون کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔اس لیے ان سے کوئی انقلابی کام نہ ہوسکا اور ان کے نظریات چند روز ہنگامہ مچا کر بالآخر دم توڑ گئے۔

---

(۱) ابن الراوندی ابوالحسن احمد بن یحی بن اسحاق ، یہ پہلے معتزلی تھا بعد میں ملحد ہوگیا۔گرچہ اس کا دور امام شافعیؒ کے بعد کا ہے لیکن یہاں آوارہ فکری کے نتائج بد کو بیان کرنا مقصود ہے۔وفات ۲۹۸

(۲) ابوعیسی الوراق ، محمد بن ھارون معتزلی عالم بغدادی، وفات ۲۴۷۔اعلام ۷/ ۱۲۸

(۳) احمد بن حائط ، یہ معتزلہ میں حائطیہ کا بانی تھا، نظام کا شاگرد تھا۔فلاسفہ سے تأثر کی بناء پر اس کے عقائد بگڑ گئے، تناسخ کا قائل تھا۔ الوافی بالوفیات ۶/ ۱۶۳

مشہور متکلم بشر المریسی امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: بشر! ذرا یہ بتاؤ تم جس چیز کی دعوت دیتے ہو کیا وہ کتاب اللہ کی صریح تعلیمات ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے فرض کردہ کوئی چیز ہے؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جاری کیا ہوا ثابت شدہ طریقہ ہے؟ یا سلف صالحین نے اسے اپنا موضوع بنا کر اس میں بحث و مباحثہ کیا ہے؟ بشر نے کہا: ان میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے، بس ہمارے لیے اس سے ہٹنا ممکن نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے خود اپنی غلطی تسلیم کر لی، فقہ کو اپنا موضوع بناؤ، احادیث کو اپنی بنیاد بنا کر اس میں زبان و بیان کی طاقت صرف کرو، اس علم کو چھوڑ دو، لوگ جوق در جوق تمہارے پاس آئیں گے۔ اس نے کہا: کیا کریں اس فن میں ہماری دلچسپی انتہاء کو پہونچی ہوئی ہے۔ جب بشر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: لا یفلح یہ کامیاب نہیں ہوگا۔ (۱)

ائمہ اربعہ کا طرز عمل

امام ابوحنیفہؒ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال معتزلہ یعنی علم کلام سے تعلق رکھنے والوں کے خلاف بہت سخت ہیں۔ کوئی ان کا جائزہ لے گا تو اسے تعجب ہوگا کہ آخر ان مسائل کے رد میں اس قدر شدت برتنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جہاں علماء اسلام کے مابین بہت سارے فرعی اختلافات ہیں، ایک اختلاف یہ بھی سہی۔ ایسوں کو گمراہ، گمراہ کن بلکہ بسا اوقات اس عمل کو کافرانہ عمل کیوں کہا گیا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان متکلمین نے عقائد کے باب میں آزاد خیالی کو ہوا دی تھی۔ خاص طور پر اللہ رب العزت کی صفات سے متعلق ان کی تأویلات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صریح و صحیح احادیث سے ٹکراتی تھیں اس میں اس وقت ڈھیل دی جاتی تو آئندہ حساس عقائد سے متعلق ہر کوئی عقلی قلابازیاں کھاتا ہوا کہیں سے کہیں پہونچ سکتا تھا۔ اس لیے بسا اوقات سرسری نظر میں غیر اہم دکھائی دینے والے مسئلہ میں بھی حضرات محدثین و فقہاء نے نہایت سخت گرفت کی۔ اس معاملہ میں ان کی حساسیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہ حضرات عقائد کے باب میں ''

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۷

اجتہاد" کے دروازہ کو کھولنا انتہائی مضر سمجھتے تھے۔ واقعی یہ نہایت مبارک فیصلہ تھا جس کے نتیجہ میں آزادروش پر روک لگ گئی، اور عقائد کے باب میں نہایت احتیاط کے ساتھ زبان استعمال کرنے کا مزاج بن گیا۔ جو ہمیشہ برقرار رہا۔ ان ہی عوامل کی بناء پر حضرات فقہاء ومحدثین نے اہل کلام کا کھل کر مقابلہ کیا اوران کے اثرات کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی۔

امام شافعیؒ کا کردار

امام شافعیؒ نے اگرچہ علم کلام کو اپنا موضوع نہیں بنایا لیکن آپ اس کوچہ سے خوب واقف تھے، ضرورت پڑنے پر آپ نے ایسے منحرفین کی خوب خبر بھی لی ہے، بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں معتزلہ کا زور توڑنے میں آپ کا انتہائی نمایاں مقام ہے۔ دلیل وحجت کے میدان میں امام شافعیؒ ہی ہمیشہ غالب رہے۔ آپ کی ذات بابرکات کی وجہ سے اہل سنت کا سراونچا ہی رہا۔

اصحاب کلام کی مرعوبیت

روزنت نئے شوشے چھوڑنے والے بزعم خود علم کلام کے ماہر آپ کے زمانے میں سب سے زیادہ آپ ہی سے مرعوب تھے۔ مشہور معتزلی متکلم بشر المریسی حج کے لیے آیا، واپس ہوا تو اپنے ساتھیوں کو مکہ کا حال یوں بتایا۔" رأيت شابا من قريش بمكة، ماأخاف على مذهبنا الا منه، يعني الشافعي۔" (۱) میں نے مکہ میں قریش کا ایک نوجوان دیکھا، ہمارے مسلک کے خلاف مجھے اگر کسی سے خطرہ ہے تو اسی نوجوان سے ہے۔

بشر المریسی نے جو بات کہی تھی، عملاً یہی صورت حال پیش آئی۔ بغداد میں اس کا بھی ایک حلقہ تھا، چونکہ یہ امام ابو یوسفؒ کا شاگرد تھا اس لیے فقہ سے خاص مناسبت تھی، پھر علم کلام کی طرف مائل ہو گیا تو اسی کا ہو کر رہ گیا، لوگ اس سے متأثر تھے۔ حسن بن محمد زعفرانی کہتے ہیں: بشر المریسی جس سال حج کے لیے گیا تو وہاں امام شافعیؒ سے بہت مرعوب ہو کر آیا۔ کہتا تھا: میں نے حجاز میں ایک ایسا شخص دیکھا ہے کہ اس جیسا سوال کرنے والا اور جواب دینے

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۷۱

والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے، وہ اگر کسی بات میں تمہاری موافقت کرے تو تمہیں مخالفین کی کوئی پرواہ ہی نہ رہے۔(۲) مجھے اپنے مسلک پر اسی شخصیت سے بہت خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ خود امام شافعیؒ کی بغداد میں تشریف آوری ہوئی، لوگ ہر طرف سے ٹوٹ ٹوٹ کر آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ بشر کے حلقہ کی کڑیاں بھی ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگیں۔ ایک دن میں نے بشر سے کہا: دیکھو شافعیؒ تو یہاں آگئے ہیں اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کہنے لگا: ارے شافعیؒ تو بہت بدل گئے ہیں، پہلے کی بات دوسری تھی (۳) زعفرانی خود کہتے ہیں: بشر کی مثال ویسے ہی ہے جیسے یہود کی حضرت عبداللہ بن سلام سے متعلق۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ وہ ہمارے سردار اور سردار کے فرزند ہیں، دوسری طرف جب یہود کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اسلام قبول کرلیا ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ وہ ہم میں بڑے بدترین ہیں اور بدترین شخص کے فرزند ہیں۔ (یہی معاملہ بشر مریسی کا بھی ہے، ایک طرف امام شافعیؒ کی بڑی تعریف کی، دوسری طرف جب اپنا ہی حلقہ اکھڑ گیا تو اس کے نزدیک امام شافعیؒ اب پہلے جیسے نہیں رہے بہت بدل گئے۔)

امام شافعیؒ نے اپنے زمانے میں غلط علم کلام کے جو بڑے ستون تھے وہ گرائے، بغداد میں بشر المریسی کو یکہ وتنہا کر دیا، مصر میں بہت بڑا متکلم حفص الفرد تھا، اس نے متعدد بار امام شافعیؒ سے بحث کی اور منہ کی کھائی۔

حرملہ بن یحیی فرماتے ہیں: ایک دفعہ حفص الفرد اور مصلان الاباضی امام شافعیؒ کے پاس آئے اور آپس میں بحث کرنے لگے۔ بحث میں مصلان کمزور پڑنے لگے، اس وقت امام شافعیؒ نے بحث کی کمان سنبھالی اور حفص الفرد کو پیس کر رکھ دیا، بس بولتی بند ہوگئی۔(۱)

ایک دفعہ اور حفص نے بعض علماء سے بحث کرنے کی کوشش کی، علماء نے حفص کو امام شافعیؒ کے پاس بھیجا۔ طویل مناظرہ ہوا، امام شافعیؒ نے اپنی بات ثابت کی اور حفص پر کفر کا فتوی لگایا۔ ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں: بعد میں میری ملاقات مسجد میں حفص سے ہوئی تو

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۷۱ (۲) ایضاً ۵۴/۲۷۱ (۳) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۵

کہنے لگا" اراد الشافعی قتلی۔" (۱) شافعیؒ تو مجھے مارے ڈال رہے تھے۔اس کے باوجود وہ یہ کہا کرتا تھا" ما اعلم انسانا اعلم منه۔" (۲) آپ سے زیادہ جاننے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

اسی طرح مشہور معتزلی عالم ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم ابن علیۃ سے بھی آپ نے کئی دفعہ مناظرے فرمائے۔امام ابن عبدالبر اس کے بارے میں فرماتے ہیں "له شذوذ کثیرة جرت له مع الامام الشافعی مناظرات" (۳) اس شخص کی بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو جمہور امت سے ہٹی ہوئی ہیں، امام شافعیؒ کے ساتھ اس کے کئی مناظرے ہوئے ہیں۔

امام شافعیؒ نے صرف مناظروں ہی سے بازی نہیں جیتی ہے، بلکہ بعض ایسے بھی تھے جو علم کلام کی طرف مائل تھے، آپ نے سچے جذبہ سے ان کی خیر خواہی کی، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے صحیح راستہ پر آ گئے۔کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آپ کے مشہور شاگرد امام مزنیؒ بھی علم کلام سے دلچسپی رکھتے تھے۔امام شافعیؒ نے آپ کو فقہ کی راہ پر لگایا امام مزنی فرماتے ہیں ایک دفعہ میں امام شافعیؒ کے پاس بیٹھا ہوا اہل کلام کے بہت سارے سوالات آپ سے کر رہا تھا۔آپ میرا سوال سنتے مجھے غور سے دیکھتے اور فوراً جواب مرحمت فرماتے۔جب میں نے سب سوال کر لیے اور آپ کی طرف سے جواب بھی مل گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: بیٹا! کیا اس علم سے بہتر علم تمہیں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور بتائیں۔آپ نے فرمایا: بیٹا! یہ وہ علم ہے کہ اگر تم اس میں صحیح راستہ پر رہو تو تمہیں کوئی خاص اجر نہیں ملے گا۔اگر غلطی کر گئے تو پھر کفر کے مرتکب ہو جاؤ گے۔کیا ایسا علم تمہیں پسند نہیں کہ اگر تم اس میں صحیح ٹھیرے تو تمہیں ثواب ملے گا، اگر غلطی کرو گے تو گناہ بالکل نہیں ہوگا۔میں نے پوچھا وہ کونسا علم ہے؟ آپ نے فرمایا: فقہ۔بس میں پھر آپ ہی سے وابستہ ہوا، آپ سے فقہ کا علم سیکھا اور آپ کی شاگردی اختیار کر کے اس کا پورا درس لیا۔(۴)

حفص الفرد سے مناظرے کے بعد آپ کو علم کلام سے وابستہ لوگوں سے اور زیادہ

---

(۱) تاریخ دمشق ۳۸۲-۳۸۳/۵۱ (۲) حلیة الاولیاء ۱۱۲/۹

(۳) الاعلام للزرکلی ۳۲/۱ (۴) طبقات الشافعیة للسبکی :۹۸/۲

نفرت پیدا ہوئی، آپ کی نگاہوں کے سامنے وہ لوگ بھی تھے، جنھوں نے اس علم کو اپنا موضوع بنا کر اپنی پوری زندگی اس کے پیچھے برباد کردی تھی، اس لیے طبعی طور پر آپ اس علم ہی کو پسند نہیں فرماتے تھے، آپ کے نزدیک اس کا گناہ اس کے فائدہ سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا، بسا اوقات آپ فرمایا کرتے تھے، انسان شرک کے علاوہ جس گناہ کا مرتکب ہو کر اللہ سے ملے یہ خواہشات نفسانی کے گناہ سے کہیں زیادہ ہلکا ہے، کچھ لوگ تقدیر کو موضوع بحث بنا کر جھگڑ رہے تھے اس پر آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی (۱) کبھی فرماتے اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علم کلام میں پڑ کر انسان کس قدر نفسانیت کا شکار ہو جاتا ہے، تو اس علم سے ویسے ہی بھاگیں جیسے آدمی شیر سے ڈر کر بھاگتا ہے (۲)

ایک دفعہ ایک شخص سے کسی خاص فقہی مسئلہ پر مناظرہ ہو رہا تھا اس نے بحث کا رخ علم کلام کی طرف موڑا تو آپ نے اسے ٹوکا اور فرمایا کہ یہ علم کلام کا مسئلہ ہے، ہماری بحث فقہی مسئلہ میں ہو رہی ہے، لہذا اسے مکمل کیے بغیر دوسرے موضوع میں داخل ہونا مناسب نہیں، ویسے بھی مجھے علم کلام سے بعد ہے، پھر کچھ اشعار پڑھے یہ سن کر وہ اس قدر متاثر ہوا کہ بس آپ کے ہاتھ چوم لیے (۳)

آپ کا نقطہ نظر اور طرز عمل

امام شافعیؒ کو اللہ کی طرف سے عقل و دانائی کا بہت بڑا حصہ ملا تھا لیکن آپ کا اصول یہ تھا کہ عقل کو ہمیشہ اللہ اور رسول کے احکام کے تابع رہنا چاہیے، وحی الٰہی سے اگر عقل آزاد ہو جائے تو اس سے خطرناک کوئی چیز نہیں ہے، اس لیے جہاں کتاب و سنت کی بات آتی وہاں خواہ مخواہ عقلی گھوڑے دوڑانا آپ کو پسند نہیں تھا، صحیح احادیث کے ذریعہ ثابت شدہ مسائل کو عقلی ترازو میں جانچنے والوں کو آپ راہ راست سے ہٹا ہوا سمجھتے تھے، چوں کہ آپ کے زمانہ میں فتنۂ اعتزال کو خلیفہ مامون کی سرپرستی حاصل تھی، اور علم کلام کو بنیاد بنا کر بعض

(۱) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۵۱ (۲) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۵۱۔ حلیۃ الاولیاء: ۹/۱۱۹

(۳) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۵۲

لوگ صحیح احادیث کو بھی رد کرتے تھے، یا ان کی غلط سلط تاویل کرتے تھے، ان کے مقابلہ میں آپ اللہ کی تلوار تھے، مرأۃ الجنان کے مصنف لکھتے ہیں " قال بعض الأئمة كان أئمة الحديث مأسورين في أيدي المعتزلة حتى ظهر الامام الشافعي " کہ حدیث کے ائمہ بھی معتزلہ کے ہاتھوں میں بے بس تھے یہاں تک کہ امام شافعیؒ ظاہر ہوئے (۱)

ایک دفعہ سعید بن اسد نے آپ سے پوچھا جن احادیث میں اللہ کو دیکھنے کی بات کہی گئی ہے ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، چوں کہ معتزلہ عقلی اشکالات کو بنیاد بنا کر یہ کہتے تھے کہ اہل ایمان جنت میں بھی اللہ کو دیکھ نہیں سکیں گے، اور دیدار الٰہی کی خوشخبری دینے والی احادیث کو اپنی الٹی سیدھی غلط سلط تاویلات کے ذریعہ رد کرتے تھے، آپ نے جواب میں فرمایا اے ابن اسد: میرے بارے میں یہ سو فیصد طے سمجھو کہ میں زندہ رہوں یا مروں اگر کوئی حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صحیح طریقہ سے مروی ہے تو میں اس کا قائل ہوں چاہے وہ حدیث مجھ تک نہ پہنچی ہو (۲) اسی مسئلہ میں قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "كلا انهم عن ربهم لمحجوبون" (۳) اس دن کافر اپنے رب سے آڑ میں کردیئے جائیں گے۔ اس آیت سے خود بخود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنے رب کا ضرور دیدار کریں گے۔ (۴)

اہل کلام سے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے، ما شیء أبغض الی من الكلام وأهله" (۵) کلام اور اہل کلام سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی چیز قابل نفرت نہیں، ایسے لوگوں کے متعلق آپ کا فتوی یہ تھا کہ ان کی سرزنش کی جائے اور گلی گلی قریہ قریہ ان کو گھمایا جائے اور یہ اعلان کیا جائے جس شخص نے سنت رسول کو چھوڑ دیا اور علم کلام میں لگ گیا اس کی یہی سزا ہے (۶)

آپ کے عزیز شاگرد امام مزنیؒ نے ایک دفعہ آپ سے علم کلام کے متعلق کوئی مسئلہ

(۱) مرآۃ الجنان: ۱۹/۲ (۲) تاریخ دمشق: ۳۱۴/۵۱ (۳) سورۃ المطففین: ۱۵

(۴) تاریخ دمشق: ۲۵۱/۵۴ (۵) سیر اعلام النبلاء: ۳۸۳/۸

(۶) سیر اعلام النبلاء: ۳۸۷/۸

دریافت کیا آپ نے فرمایا کسی ایسے موضوع سے متعلق دریافت کرو جس میں اگر میں کچھ غلطی کر جاؤں تو تم کہہ سکو کہ میں نے غلطی کی ہے، وہ موضوع کیوں چھیڑتے ہو جس میں اگر میں غلطی کر جاؤں تو تم کہنے لگو کہ آپ نے تو کفر کیا (۱)

آپ کے زمانہ میں جو غلط سلط علم کلام رائج تھا آپ نے مناظروں اور زبانی مباحثوں کے ذریعہ اس کی زبردست تردید کی اس زمانہ میں علم کلام کے جو مضبوط ستون مانے جاتے تھے ان کی بنیادیں ہلا ڈالیں، اصحاب حدیث اور اہل حق علماء کو اعتماد بخشا، عقلی دلائل کے ذریعہ ان کا توڑ کیا، گرچہ ان کی تفصیلات بھرپور نہیں ملتیں، لیکن معاصرین کی گواہی اس سلسلہ میں کافی ہے، اگر آپ چاہتے تو مزید تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی اس کے پرخچے اڑا سکتے تھے، لیکن ایک تو عمر نے مہلت نہیں دی دوسرے اس کام میں آپ پڑنا نہیں چاہتے تھے، اس لیے کہ اس سے بڑھ کر اہم کام آپ کو درپیش تھے، جو آپ نے یوں پورے کئے کہ ان کا حق ادا کر دیا، علم کلام کو موضوع بنانے سے اس لیے بھی احتیاط برتی کہ اس کے مفید ہونے کی توقع آپ کو نہیں تھی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس علم سے آپ نے منسوب ہونا بھی نہیں چاہا، مناظروں کے ذریعہ تردید کو کافی سمجھا، بعض کو صحیح تلقین کے ذریعہ راہ راست پر لے آئے تصنیف وتالیف کے ذریعہ اس علم سے انتساب آپ کو پسند نہیں تھا خود ہی فرماتے ہیں

"لو أردت أن أضع على كل مخالف كتابا كبيرا لفعلت ولكن ليس الكلام من شأني ولا أحب أن ينسب الى منه شيء (۲) اگر میں چاہتا تو اپنے ہر مخالف کے خلاف ایک بڑی کتاب لکھ سکتا تھا، لیکن علم کلام میں گفتگو کرنا میری شان نہیں اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ علم کلام کی کوئی چیز میری طرف منسوب کی جائے۔

آپ کے دور کے بعد خود آپ ہی کے متبعین نے یعنی آپ کے مسلک پر چلنے والوں نے صحیح علم کلام کو بنیاد بنا کر معتزلہ اور فلاسفہ کے غلط خیالات کا پردہ چاک کیا اور عقل کو کتاب وسنت کے زیر سایہ لا کر معتزلی عقائد کا رد بھی کیا، ان میں امام ابوالحسن

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۶) (۲) تاریخ دمشق: ۵۴/۲۷۱ سیر اعلام النبلاء: ۸/۳۸۸

اشعریؒ (۱) امام غزالیؒ (۲) اور امام فخر الدین رازیؒ (۳) کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

معتزلہ اور بعض اہل کلام کے عقائد کے کچھ نمونے

معتزلہ اور دوسرے اصحاب کلام جنھوں نے عقائد کے لیے کتاب وسنت کے بجائے عقل کو معیار بنایا، ان کے اقوال کے کچھ نمونے ہم پیش کررہے ہیں، تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ایسے لوگوں کی آوارہ خیالی کہاں تک پہنچ گئی تھی، اور ان سے امت کا آخر کیا بھلا ہوا، گرچہ ان لوگوں کا زمانہ امام شافعی سے کچھ بعد کا تھا، لیکن اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے پیش رو کیسے رہے ہوں گے، اور اہل حق علماء نے ان کی سخت مخالفت کیوں کی۔

۱- نظام: اس کا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن سیار بصری ہے، اسے شیخ المعتزلہ کہا جاتا ہے، اس کے بعض خیالات یہ ہیں: ☆ اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم سے نکالنے پر قادر نہیں ہے ☆ جو اللہ نے پیدا کیا ہے، اس سے بہتر اللہ تعالیٰ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ ۲۲۰ھ میں اس کا انتقال ہوا (۴)

۲- ابو الھذیل العلاف: اس کا نام محمد بن ہذیل العلاف ہے، یہ کئی کتابوں کا مصنف تھا، اس کا کہنا یہ تھا: ☆ جنت کی نعمتیں اور جہنم کا عذاب کبھی نہ کبھی ختم ہوجائیں گے ☆ اللہ کی صفت علم اور صفت قدرت کوئی الگ چیز نہیں، بل کہ یہ خود اللہ ہیں۔ (۵) اس کے علاوہ مزید اور خرافات بھی ہیں، ۲۲۷ میں اس کا انتقال ہوا۔

۳- هشام بن الحكم الكوفي الرافضي: یہ رافضی بھی تھا، اس کا کہنا تھا: ☆ اللہ کا علم نیا ہے، پہلے اسے معلوم نہیں تھا، اس نے علم پیدا کیا پھر اسے معلوم ہوا۔ ☆ اللہ اپنے

---

(۱) ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری الیمانی البصری الشافعیؒ (سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۸۵) علامۂ زمان، امام المتکلمین، نسبی تعلق مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری سے، بے مثال ذہانت کے مالک، پہلے معتزلہ کے ہم نوا، بعد میں ان ہی کے خلاف شمشیر بے نیام، فتنۂ اعتزال کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے والے امام (۲۶۰-۳۳۰) (۲) حجۃ الاسلام، امام زمانہ، علوم کا سمندر، اصولی، فقیہ، اسرار شریعت کے بحر زخار زین الدین ابو حامد محمد بن محمد الطوسی الشافعی الغزالی (۴۵۰-۵۰۵) (۳) فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین القرشی مفسر کبیر، ماہر اصول، متکلم اسلام، ذہانت اور فیقہ رسی میں بے مثال اور لاجواب، (۵۴۴-۶۰۶) (۴) سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۵۴۲-۵۴۱ (۵) ایضاً: ۱۰/۵۴۲

بالشت کے لحاظ سے سات بالشت طویل ہے۔(۱)

۴- داؤدالجواربی: اس کی بکواس یہ ہے: ☆ اللہ تعالیٰ بھی خون وگوشت کا ہے، آدمی کی صورت پر ہے۔(۲)

۵-ضرار بن عمرو: یہ کٹر قسم کا معتزلی تھا، امام احمد بن حنبلؒ کے زمانہ کا تھا، اس کے خیالات یہ تھے: ☆ جس طرح امت کے کسی فرد کے بارے میں شبہ ہوسکتا ہے کہ اندر سے کافر ہو اسی طرح پوری امت کے بارے میں بھی عین یہ خیال ممکن ہے، کہ پوری امت اندر سے کافر ہوسکتی ہے۔ ☆ عذاب قبر کوئی چیز نہیں۔ ☆ جنت وجہنم پیدا کی جا چکی ہے یا نہیں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔(۳)

۶- ابوالمقمر معمر بن عمرو البصری السلمی مولاهم القطار المعتزلی، اس کی ذہنی اڑان کچھ یوں تھی: ☆ عالم میں کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی کوئی انتہاء نہیں، اللہ کے پاس بھی ان کی کوئی تعداد اور مقدار نہیں ☆ رنگ، خوشبو، لمبائی چوڑائی گہرائی، اچھائی برائی، سننا دیکھنا، یہ اللہ نے پیدا نہیں کیا بل کہ یہ جسم کی طبعی کیفیات ہیں (۴)

۷- هشام بن عمرو المعتزلی الکوفی: اس کی عقلی پرواز کچھ ایسی تھی: ☆ حسبنا الله ونعم الوکیل نہیں کہنا چاہیے۔ ☆ اللہ کافروں کو آگ سے عذاب نہیں دے گا بل کہ آگ میں عذاب دے گا۔ ☆ اللہ زمین کو بارش سے زندہ نہیں کرتا، بل کہ بارش کے وقت زندہ کرتا ہے۔ ☆ اللہ نہ ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔(۵)

ان باتوں میں بعض باتیں قرآن وحدیث سے صریح ٹکرانے والی خرافات ہیں، بعض باتیں الفاظ کے گورکھ دھندے ہیں، کچھ عقلی قلابازیاں ہیں، اللہ رب العزت کی ذات وصفات کو عقلی سطح سے تولنے کا نتیجہ ان ہی ناہمواریوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ان خیالات کو ہم ذہنی مکڑیوں کے جالے کہہ سکتے ہیں، وان الی ربك المنتهی قرآن کریم کا عطا

(۱) ایضاً: ۱۰/۵۴۴ (۲) ایضاً: ۱۰/۵۴۴ (۳) ایضاً: ۱۰/۵۴۴-۵۴۵
(۴) سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۵۴۶ (۵) سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۵۴۷

کردہ اصول ہے، کہ اللہ تعالی تک پہنچ کر ہر چیز کی انتہاء ہو جانی چاہیے ان لوگوں نے وہاں سے چلنے کی کوشش کی جہاں انتہا ہوتی ہے۔

۸- بشرالمریسی: ابو عبدالرحمٰن بشر بن غیاث البغدادی المریسی (۱) ایک مشہور بزرگ (۲) بشر الحافی تھے، جن کو "بشر الخیر" کہا جاتا ہے، ایک یہ بشر المریسی تھا جسے بشر الشر کہا جاتا ہے، دونوں کا زمانہ لگ بھگ ایک ہی تھا، دونوں دارالخلافت بغداد کے رہنے والے تھے۔

بشر المریسی بڑا فقیہ تھا، امام ابو یوسف کے شاگردوں میں تھا، خلق قرآن کا قائل تھا، اسی کی طرف دعوت بھی دیتا تھا، امام ذہبیؒ نے اس کے بارے میں لکھا ہے " ونظر فی الکلام فغلب علیه وانسلخ من الورع والتقوی" اس نے علم کلام میں غور کیا وہی چیز غالب آگئی، احتیاط اور تقوی دونوں رخصت ہو گئے۔

ایک اصولی بات

بہت سارے متکلمین کو محدثین کی ایک تعداد کافر قرار دیتی ہے، جس طرح خلق قرآن کے قائلین کو بھی بعض حضرات نے کافر قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں ایک اصولی اور معتدل بات امام ذہبیؒ نے فرمائی ہے، اس بحث کے آخر میں ہم اسے نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں:

" ومن کفر ببدعة وان جلت لیس هو مثل الکافر الاصلی ولا الیهودی والمجوسی، أبی الله أن یجعل من ا من بالله ورسوله والیوم الآخر وصام وصلی وحج وزکی 'وان ارتکب العظائم وضل وابتدع کمن عاند الرسول وعبدالوثن ونبذ الشرائع وکفر، ولکن نبرأ الی الله من البدع وأهلها".(۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۲۰۲ (۲) بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن بشر حافی کے نام سے مشہور ہیں، زاہد ربانی ایک مثالی نمونہ، عالم دین، محدث، ۱۵۲-۲۲۷) سیر اعلام النبلاء: ۹/۱۷۰

(۳) سیر اعلام النبلاء : ۱۰/۲۰۲

کسی کو کسی خاص بدعت کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے وہ بدعت کتنی بڑی کیوں نہ ہوایسا شخص کافر اصلی کی طرح نہیں ہوسکتا، نہ یہ یہودی و مجوسی کی طرح ہوگا، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ رب العزت اس شخص کو جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اس کے رسول کو مانتا ہو، آخرت کے دن کا یقین رکھتا ہو جس نے روزے رکھے ہوں، نمازیں پڑھی ہوں، زکوۃ دی ہو حج کیا ہو، بھلے اس نے انتہائی گمراہ کن کام کیے ہوں، بدعات ایجاد کی ہوں اور پورا گمراہ ہو گیا ہو ایسے شخص کو اللہ رب العزت اس شخص کی سطح پر نہیں اتارے گا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے، بتوں کو پوجتا ہے، شریعت کا انکار کر کے اسے ٹھکراتا ہے، باقی ہم اللہ کے سامنے ہر بدعت اور ہر طرح کے اہل بدعت سے اپنی صاف بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

شانِ تجدید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لهادينها (۱) "ہر سو سال کے سرے پر اللہ کی طرف سے ایسے افراد یا ایسی شخصیت کو پیدا کیا جاتا ہے، جو امت کے لیے دین کو پوری طرح نکھار دیتی ہے"۔ امام احمد ابن حنبلؒ ان احادیث کی تشریح یوں فرماتے ہیں: إن الله يقيض في رأس كل مائة سنة من يعلم الناس دينهم (۲) "اللہ تعالیٰ ہر سو سال پر ایسی بڑی شخصیت کو وجود بخشتا ہے، جو لوگوں کو دین کی تعلیم دیتی ہے" بعض روایت میں من يعلمهم السنن، وينفي عن رسول الله ﷺ الكذب. (۳) "وہ شخصیت سنت نبی کی تعلیم دیتی ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب ہر جھوٹ کا صفایا کر دیتی ہے"۔ مزید فرماتے ہیں: فنظرنا فإذا في رأس المائة عمر بن عبد العزيز، وفي رأس المائتين الشافعي (۴) "ہم نے خوب غور کیا تو یہی دیکھا کہ پہلی صدی کے سرے پر یہ شخصیت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تھی اور دوسری صدی کے سرے پر امام شافعیؒ کی ذات گرامی تھی"۔

تجدید

دین میں تازگی اور نکھار پیدا کر کے اسے اپنی اصلی شاہکار روپ میں پیش کرنے کا نام تجدید فی الدین ہے، جو حضرات اللہ کے دین کے تعلق سے ایک جوش اور ولولہ بھر دیتے ہیں

---

(۱) سنن أبو داؤد باب ما يذكر في قرن المأة ۴۱۳/۱۲ (۲) توالی التأسیس ۴۷
(۳) السلسة الصحيحة ۱۴۸/۲ (۴) سیر اعلام النبلاء ۴۶/۱۰ ،توالی التأسیس ۴۷

اور دین میں پیدا شدہ خرابیوں کو دور کرتے ہیں، ان کو مجدد دین کہا جاتا ہے، ان میں بعض حضرات بہت ہی ممتاز ہوتے ہیں، وہ ان مجدد دین میں بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

رسول اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ "ہر صدی کے سرے پر اللہ کی طرف سے ایک ایسی شخصیت ضرور نمودار ہوتی ہے، جو دین کو پوری تازگی اور تابانی کے ساتھ اپنے اصلی رنگ وروپ میں پیش کرتی ہے، حدیث پاک میں "من" کا لفظ آیا ہے، جس میں ایک شخصیت یا ایک پوری جماعت دونوں طرح کے معانی پائے جاتے ہیں؛ اس لیے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ "مجدد ایک شخصیت نہیں ہوتی؛ بلکہ ایک پوری جماعت ہوتی ہے"، جب کہ بعض اور حضرات یہ کہتے ہیں کہ "مجدد ایک شخصیت ہی ہوتی ہے"۔

غور کیا جائے تو دونوں ہی باتیں صحیح لگتی ہیں، ہر دور میں مجدد دین کی ایک جماعت ضرور رہتی ہے، جو دین کو ہر قسم کی تحریفات سے پاک رکھتی ہے؛ لیکن یہ بھی ہے کہ ان میں ایک بڑی اور نمایاں شخصیت رہتی ہے، جس کا کام بڑا ٹھوس اور بنیادی ہوتا ہے، اور مدتوں اس کے کام کے اثرات امت میں زندہ وتابندہ رہتے ہیں، اس کے زمانے میں وہی کام ہر طرف چھایا رہتا ہے، اس کے ذریعہ اہل دین میں پائی جانے والی افسردگی دور ہوتی ہے، ایک نیا حوصلہ پیدا ہوتا ہے، اس کی موجودگی میں دین کے اہم اور بنیادی کام کو سنبھالنا؛ بلکہ اسے آگے بڑھانا آسان معلوم ہوتا ہے۔

تجدید کے مختلف میدان

تجدید مختلف میدانوں میں ہوتی ہے، کبھی عقائد کی اصلاح ہوتی ہے، کبھی معاشرت میں انقلابی تبدیلی لائی جاتی ہے، کبھی سیاسی سطح پر دین کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ ہر طرف دینی فضا چھائی رہتی ہے، کبھی علمی طور پر پیدا ہونے والے بگاڑ کو دور کر کے علمِ صحیح کو پوری طاقت وقوت سے عالمِ اسلام کے رگ وریشے میں دوڑایا جاتا ہے، کبھی دشمنانِ دین کی لغویات کو ایک ہی ٹھوکر میں پاش پاش کر کے ہر قسم کی ذہنی مرعوبیت کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے، کبھی دین کے بنیادی مآخذ کو ان کی اپنی اصلی حیثیت ومقام کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، کبھی امت کے

طبقات کے مابین پیدا ہونے والی خلیج کو اس طرح پاٹ دیا جاتا ہے کہ سب ایک ہوکر بد دینوں کے خلاف شمشیرِ برہنہ بن جاتے ہیں، کبھی دین کی بنیادوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے ایسے اصول فراہم کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعہ دین کو اس کی اصلی، فطری شکل وصورت اور حقیقت سمیت سمجھنا اور لینا آسان ہو جاتا ہے، یہ سب تجدیدی کام ہیں، ان میں ایک اہم کام علمی تجدید کا ہے۔

امام شافعیؒ کی تجدیدی خدمات

امام شافعیؒ نے علمی لحاظ سے بلاشبہ تجدیدی خدمات انجام دی ہیں، علمِ حدیث وفقہ کو جمع کرنے کا جو تجدیدی کام آپ نے انجام دیا، عقل ورائے کو سنت کے تابع؛ بلکہ سنت کی غلامی میں دینے کی جو اعلی سے اعلی کوششیں کیں، اصول فقہ مرتب فرما کر علمی دنیا میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا، یہ سارے تجدیدی کام تھے، جو آج تک چلے آرہے ہیں، کتاب وسنت کے سائے میں زندگی بسر کرنے کا جو خاص علمی طرز نصیب فرمایا، وہی طرز آج سلامی علمی دنیا میں جاری وساری ہے، بلاشبہ اس میں تمام محدثین وفقہا کا بڑا زبردست کردار ہے؛ لیکن امام شافعیؒ کا کردار سب سے بڑھ کر نمایاں ہے۔

کتاب وسنت-لازم ملزوم

خبرآحاد کہہ کر احادیث کے جس عظیم الشان ذخیرے کے ساتھ قدردانی کا معاملہ نہیں کیا جاتا تھا، آپ نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ان کو اہمیت کو نہ صرف واضح کیا؛ بلکہ ذہن ودماغ میں ہمیشہ کے لیے پیوست کردیا۔

شانِ رسالت مآب ﷺ کی عظمت کو ہر اعتبار سے قائم کرنے کی جو بے نظیر کوشش آپ نے فرمائی، وہ کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی، "الرسالہ" کی یہ مشہور عبارت "أن من قبل عن رسول الله فعن الله قبل"(۱) (رسول اللہ (ﷺ) سے کسی چیز کو قبول کرنا براہ راست اللہ سے قبول کرنا ہے) فقہ شافعی کی امتیازی بنیاد ہے، رسول

(۱) الرسالۃ ۱/۴۰

اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی بات صحیح طریقہ سے ثابت ہو جائے اور اس کا کوئی معارض نہ تو وہ قبولیت کے لحاظ سے قرآن پاک کی طرح ہے، یہ آپ کا طرز فکر تھا، اس سلسلہ میں آپ کسی قسم کی ادنیٰ کمی یا کوتاہی گوارا نہیں کرتے تھے۔

ناصر السنۃ

سنت رسول کی اس درجہ حمیت نے آپ کو صحیح معنی میں 'ناصر السنۃ' بنا دیا تھا، یہی پیغام عراق میں جاری فرمایا اور یہی کام مصر میں بھی پوری طاقت وقوت کے ساتھ انجام دیا، یہ آپ کی تجدیدی شان کا ایک نمونہ ہے۔

اسی طرح فہم کتاب وسنت کے جو اصول آپ وے مرتب فرمائے، جن کو آپ کے بعد آنے والے تمام فقہاء نے اختیار فرمایا، جن کے ذریعہ کتاب وسنت کو سمجھنے کی راہیں نہایت آسان ہوئیں، اگر آپ کا تنہا یہی ایک کارنامہ ہوتا تو آپ کی عالمگیر شہرت کے لیے کافی ہوتا۔

آپ نے قرآن وحدیث کو اسی طرح باہم دگر پیوست کر دیا کہ ایک کو دوسرے سے الگ کر کے دیکھا ہی نہیں جا سکتا، محدثین کے سامنے عقلی استدلال کے راستے کھول دئے اور فقہاء کرام کو احادیث کی بہاروں سے آشنا کیا، اس سلسلہ میں آپ کے معاصر علماء کی شہادتیں ہم اس کتاب میں جابجا پیش کر چکے ہیں، لہذا اس کی روشنی میں امام احمد بن حنبلؒ کا امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا مجدد کہنا عقیدت ومحبت کی فراوانی نہیں تھی؛ بلکہ یہ ایک حقیقت تھی، جسے امام اہلِ سنت نے دل کی پوری سچائی کے ساتھ محسوس فرمایا اور اس کا برملا اظہار بھی کیا، اور امت کے طبقات نے آپ کی اس بات کو تسلیم کیا۔

معتزلہ کا جو شور برپا تھا، دارالخلافہ بغداد جا کر اس کا مقابلہ کرنے والے اور اہلِ حق میں نیا جوش وولولہ پیدا کرنے والے بھی آپ ہی تھے، یہاں تک کہ بعض بہت بڑے علماء نے خود یہ گواہی دئے کہ آپ کے زمانہ میں اہل اسلام پر سب سے بڑا احسان آپ ہی کا تھا، بعض اور حضرات نے آخری درجہ تک بات کہہ ڈالی، جسے ہم اس قبل تشریحی نوٹ کے ساتھ نقل کر چکے ہیں۔

آزاد خیالی پر روک

دین میں جو خاص قسم کی آزاد خیالی آرہی تھی، اس کو علمی وعقلی طور پر ختم کرنے والے یا نہایت کمزور کرنے والے بلاشبہ آپ ہی تھے، جب ہی تو آپ کے زمانے میں بعض اہلِ باطل نے اپنے مسلک کے خلاف آپ سے متعلق اندیشہ ظاہر کیا تھا، جو پورا ہو کر رہا، آپ کے علمی وعقلی استقامت کا تسلسل تھا کہ بعد کے دور میں امام احمد بن حنبلؒ عملی استقامت کے ساتھ ڈٹ گئے اور ہمیشہ کے لیے اہلِ سنت کا سر اونچا کر گئے۔

الرسالہ

الرسالہ کی تصنیف کو ہم علمی تجدید کی شاہ راہ کہہ سکتے ہیں، جس پر بعد کے تمام فقہاء چلے، آپ کتاب وسنت سے استفادے کی وہ ''شاہ کلید'' دے گئے، جس کے ذریعہ علمی خزانے کے قفل آسانی سے کھولے جانے لگے، آپ کی اس شان کو تسلیم کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''جس کسی کے ہاتھ میں قلم ودوات ہے، اس کی گردن پر امام شافعیؒ کا احسان ضرور ہے''، گویا علمی قابلیت رکھنے والے شخص کو ایک میدانِ فکر مل گیا، جس میں ہر فقیہ واصولی نے رنگارنگ پھول کھلائے؛ لیکن باغ کے لیے اصل مٹی ہموار کرنے والی شخصیت امام شافعیؒ کی ذات والا صفات تھی۔

باب البیان اور کیف البیان کے عناوین سے الرسالہ میں آپ نے جو بے نظیر بحث فرمائی ہے، اس نے معانی کے ایک دلکش جہاں کو کھول دیا ہے، ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ الفاظ محدود ہوتے ہیں اور معانی ومفاہیم میں بڑی وسعت ہوتی ہے، الفاظ کے دائرہ میں معانی کو سمیٹنے کی جو صد آفریں کوشش آپ نے باب البیان کے عنوان سے فرمائی ہے، جو تمام اہل اصول کے لیے رہنما اصول کی حیثیت اختیار کر گئی، وہ بس آپ ہی کا حصہ ہے، آخر کوئی تو بات تھی کہ امام عبد الرحمن بن مہدی اور حضرت یحییٰ بن سعید القطان جیسے اساطینِ علم نے آپ کی کتاب دیکھی تو ہمیشہ کے لیے آپ کے گرویدہ ہوگئے اور زندگی بھر دل کھول کر دعائیں دیتے رہے، امام علی بن المدینی کو آپ کی کتابوں کا ایک حرف چھوڑنا بھی گوارا نہ

ہوا، امام حمیدی جیسے قد آور محدث صرف آپ کی محبت میں اپنا علاقہ چھوڑ کر مصر چلے آئے، فقیہِ عراق امام ابوثور نے آپ کو عراق کے تمام قدیم وجدید فقہاء سے افقہ بتایا اور بعض بدعقیدہ مخالفین (حفص الفرد جیسے معتزلی) نے یہاں تک کہا کہ آپ سے بڑا عالم ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔ لفظ مجدد جتنا عظیم و وسیع ہے، آپ کی ذات کو اللہ نے ویسی ہی عظمت و وسعت عطا فرمائی تھی اور یہ لقب آپ کی مبارک ذات پر ایک حسین و متناسب خلعتِ فاخرہ کے طور پر ہمیشہ کے لیے سج گیا۔

سیاسی تناظر میں

سیاسی لحاظ سے دیکھا جائے تو آپ نے دربارِ خلافت پر اثر ڈالا، وقتِ ضرورت خلیفہ (ہارون رشید) کو نصیحتیں کیں اور حق گوئی کی مثال قائم کی، اگر یہ بات صحیح ہے کہ خلیفہ ہارون رشید آپ کے توسل سے دعاء کرتا تھا تو یہ خلیفہ کے انتہائی شدید ترین تأثر ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے، آپ نے سیاسی حالات سے آنکھیں بند کر کے کام نہیں کیا، اللہ نے آپ کو جو شان عطا فرمائی تھی، اسے شریعت خداوندی کی بالادستی کے لیے آپ نے استعمال فرمایا۔

مصر تشریف لے گئے تو وہاں کے حاکم کو بھی اپنی خیر خواہی سے محروم نہ رکھا، آپ کی سیاسی زندگی خود ایک موضوع ہے، جس پر نظر کرنے ضرورت ہے؛ تاکہ تجدید کے اس پہلو پر بھی روشنی پڑ سکے۔

امام ابو یوسفؒ کی طرف سے حوصلہ افزائی

امام ابوحنیفہؒ کے عظیم شاگرد قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ سے آپ کی ملاقات صحیح قول کے مطابق ثابت نہیں ہے؛ لیکن امام ابو یوسفؒ کے دور میں آپ کی شہرت عراق و بغداد میں پہنچ چکی تھی، آپ کی کتاب الرسالہ کی تصنیف کا زمانہ اگر عراق کے پہلے سفر سے بھی قبل کا فرض کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام ابو یوسفؒ نے آپ کی یہ تصنیف دیکھی ہوگی؛ اس لیے کہ امام ابو یوسفؒ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ آپ نے امام شافعیؒ کو سلام کہلوا بھیجا، پھر یہ پیغام بھی بھیجا: صنف الكتب، فإنك أولىٰ

من یصنف فی هذاالزمان، (۱) ''خوب کتابیں لکھے، اس زمانے میں تصنیف وتالیف کے سب سے بڑے حقدار آپ ہی ہیں''۔

مشہور مصری عالم، علامہ احمد محمد شاکرؒ کی بات پر ہم اپنی بات مکمل کرتے ہیں، الرسالہ کی تحقیق کے مقدمہ میں آپ لکھتے ہیں:

إن هذاالرجل، لم يظهرمثله فى علماء الإسلام فى فقه الكتاب والسنة، ونفوذالنظرفيها، ودقة الإستنباط مع قوة العارضة ونورالبصيرة والإبداع فى إقامة الحجة، وافحام مناظره، فصيح اللسان، ناصع البيان، فى الذروة العليا من البلاغة، تأدب بأدب البادية، وأخذ العلوم والمعارف من اهل الحضرحتى سما عن كل عالم قبله وبعده، نبغ فى الحجاز، وكان إلى علماء ه مرجع الرواية والسنة، وكانوا أساطين العلم فى فقه القرآن، ولم يكن الكثيرمنهم اهل لسن وجدل، وكانوايعجزون عن مناظرة أهل الرائے، فجاء هذاالشاب يناظروينافح، ويعرف كيف يقوم بحجته؟ وكيف يلزم أهل الرائے وجوب اتباع السنة؟ وكيف يثبت لهم الحجة فى خبر الواحد؟ وكيف يفصل للناس طرق فهم الكتاب على ماعرف من بيان العرب وفصاحتهم؟ وكيف يدلهم على الناسخ والمنسوخ من الكتاب والسنة؟ وعلى الجمع ماظاهر التعارض من فيهما، أومن أحدهما، حتى سماه أهل مكة"ناصر الحديث"، وتواترت أخباره إلى علماء الإسلام فى عصره، فكانوايفدون إلى مكةللحج يناظرونه، ويأخذون عنه فى حياة شيوخه. (۲)

(کتاب وسنت کا صحیح فہم، ان میں گہری نظر اور لطیف استنباط کی صلاحیت کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو علماء اسلام میں امام شافعی جیسی شخصیت ظاہر نہیں ہوئی، بات کو پوری قوت کے ساتھ پیش کرنے کی بڑی صلاحیت تھی، لاجواب طریقہ سے اپنی حجت قائم فرماتے ہیں، مدمقابل کے پاس چپ رہنے کے سوا کچھ نہ ہوتا، نورِ بصیرت اس پر مستزاد (جس سے حقیقت

(۱) مجلة البيان ۴/۱۰، التجديد فى الاسلام ۴ الامام الشافعى

(۲) مجلة البيان، التجديد فى الاسلام ، الامام الشافعى ۴/۱۰ مقدمہ تحقیق الرسالۃ /۵۵

تک پہنچنا بہت آسان)، زبان کے نہایت فصیح، بیان کی طاقت اظہر من الشّمس، بلاغت کی بلند ترین چوٹی پر فائز، دشتِ عرب کے پروردہ، عربی قبائل کی تہذیب اوران کی زبان وادب سے آراستہ، عرب کے مشہور شہروں کے علوم ومعارف کے وارث وامین، اپنے سے پہلے اور بعد کے اہلِ علم پر فائق، سرزمینِ حجاز میں پھلے پھولے اور باکمال بنے، وہاں کے علماء کتاب وسنت کا اصل مرکز تھے، فہم قرآن کے لحاظ سے زبردست علمی معیار رکھتے تھے، لیکن سرزمینِ حجاز کے علماء بحث ومباحثہ اورمناظرہ کے لوگ نہیں تھے؛ اس لیے حضراتِ اصحابِ رائے سے مناظرہ نہیں کرپاتے تھے، یہ نوجوان شخصیت حجاز کی خاک سے اٹھی، جس نے مناظرے بھی کیے، اوراہل حجاز کا دفاع بھی کیا، اپنے دلائل پیش کرنے کے طریقے سے خوب واقف، اصحابِ رائے کواتباعِ سنت کے وجوب کا قائل کس طرح کیا جائے؟ یہ سارے انداز آپ کو پورے طور پر معلوم، خبرواحد کی حجیت کوثابت کرنے کے تمام طریقوں کی خوب پہچان رکھنے والے، اس سے بھی باخبر کہ کتابِ الٰہی کوسمجھنے کے طریقے عرب کی مشہورومعروف فصاحت وبیان کی روشنی میں کس انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کیے جائیں؟ یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ کتاب وسنت میں ناسخ ومنسوخ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کس طرح کی جائے؟ دوطرفہ یاایک طرفہ تعارض کوکیسے دورکیا جائے؟ (اپنے علم وفضل اورزبان وبیان کے کمالات سے آپ یہ ساری باتیں ثابت کرتے رہے) یہاں تک کہ اہل مکہ نے آپ کو''ناصرالحدیث'' کالقب دیا، آپ کے زمانے ہی میں عالمِ اسلام کے علماء کے پاس آپ کی خبریں تواتر کے ساتھ پہنچتی رہیں، علماء کرام کاحج کے لیے مکہ مکرمہ آنا ہوتا رہا، آپ سے مناظرے بھی ہوئے اورآپ کے اساتذہ کی موجودگی کے زمانے ہی سے آپ سے استفادہ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔)

مختلف علوم وفنون

مناظرہ

کسی بھی معاملہ میں باہم غور وفکر کرنے کو مناظرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا عام مفہوم یہی سمجھا جاتا ہے کہ کسی سے کسی خاص معاملہ میں بحث کر کے اسے قائل کرنا یا لاجواب کرنا۔

مناظرہ کی غرض

صحیح بات تک پہونچنے کیلیے صحیح نیت کے ساتھ مناظرہ کیا جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ لیکن نیتوں میں فتور آجانے کی وجہ سے اب مناظرہ حق کی تلاش کا نام نہیں رہا۔ بلکہ اب یہ ایک فن بن گیا ہے۔ جس میں ہر طرح کی فنکاری دکھا کر مدمقابل کو زیر کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسے ذلیل کر کے خوش ہوا جاتا ہے۔ حق کی تلاش سے بڑھ کر اپنی ناک کو اونچا رکھنا اب مناظروں کا مقصد بن گیا ہے۔ اس کے لیے کسی بھی ہتھکنڈے کو استعمال کرنا کارِ ثواب مانا جاتا ہے۔ اس لیے اس زمانے میں عام اہل حق بھی مناظرے کو پسند نہیں کرتے کہ اس کے ذریعہ ضد، ہٹ دھرمی اور انانیت کا ماحول گرم ہوتا ہے۔ ایک انتشار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور مناظرے میں شریک عوام بھی اسے ایک ''دینی تفریح'' قرار دیتے ہیں۔ دین اور علم کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ پارٹیاں بنتی ہیں، نفرتیں جنم لیتی ہیں، اور حق جاننے کے باوجود ماننے کا جذبہ پھر بھی پیدا نہیں ہوتا۔

مناظرہ کرنے والے کے لیے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ نفسانیت سے بالاتر

ہو، خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہو، بھرپور علم رکھتا ہو، اور مدمقابل کے لیے دل کی گہرائیوں کے ساتھ نیک جذبات رکھتا ہو۔

امام شافعیؒ اور مناظرہ

امام شافعیؒ کو اللہ رب العزت نے بھرپور علم کے ساتھ زبان و بیان کی طاقت بھی عطا فرمائی تھی، آپؒ نے علمی امور میں اپنے معاصرین کے ساتھ مناظرے بھی کیے ہیں۔ لیکن آپ کے جذبات کتنے پاکیزہ تھے، احساسات کس قدر صاف ستھرے تھے، آپ اخلاص نیت کا کیسا عظیم معیار رکھتے تھے، یہ ہم لوگوں کیلیے نصیحت حاصل کرنے کی چیز ہے۔

آپؒ کے مشہور شاگرد حضرت ربیع بن سلیمان آپ کے حوالے سے یہ بات نقل فرماتے ہیں "ماناظرت احدا علی الغلبة" (۱) میں نے کبھی کسی سے اس نیت سے مناظرہ نہیں کیا کہ میں ہی غالب آجاؤں۔

غور کرنے کی بات ہے، مناظرے میں مخلص سے مخلص شخص کی بھی فطری خواہش یہی ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت اس کی زبان سے حق کہلوائے اور فریق مقابل اسے قبول کرلے۔ یہ تمنا اخلاص کے منافی نہیں ہے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس منزل سے بھی آگے نکل گئے، آپ کا نظریہ یہ تھا کہ اپنی ذات کی کوئی حیثیت نہیں، حیثیت اگر ہے تو حق بات کی ہے، وہ کلمۂ حق اللہ رب العزت خود ان سے کہلوائے یا مدمقابل سے دونوں چیزیں بالکل یکساں ہیں، رضائے الٰہی مقصود ہے، واسطہ ہم بنیں یا ہمارا مدمقابل کوئی فرق نہیں پڑتا۔

علمی میدان میں تواضع اور فنائیت کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال مل سکتی ہے!؟

ایک دفعہ فرمایا: ماناظرت احدا الا لم ابال بین الله الحق علی لسانی أو لسانه (۱) میں نے جس کسی سے مناظرہ کیا، مجھے کبھی یہ فکر نہیں رہی کہ اللہ تعالیٰ حق میری زبان پر جاری کرے گا یا میرے مدمقابل کی زبان پر۔

یہ بھی فرمایا: ماناظرت احدا قط الا احببت أن یوفق او یسدد ویعان ویکون علیه رعایة من الله وحفظ" (۲) میں نے جس سے بھی مناظرہ کیا میری

(۱) توالی التأسیس ص/۱۱۴ (۲) توالی التأسیس ص/۱۱۵

خواہش یہی رہی کہ میرے مدمقابل کو صحیح توفیق نصیب ہو درست راستہ ملے اللہ کی مدد حاصل ہو اور اللہ کی طرف سے اس کے حق میں حفظ و امان کا معاملہ رہے۔

طبیعت کی سلامتی

امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں: میں امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں تھا۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے تو میں محض دل لگی وتفریح کی غرض سے آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور ایک خاص مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ نماز سے متعلق کچھ ضمنی مسائل چھیڑ دیے۔ میں ایک مہینہ تک پابندی کے ساتھ آپ کی مجلس میں آتا رہا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اب میں واقعی علم حاصل کرنے ہی کے لیے آرہا ہوں تو آپ نے وہ سابقہ مسئلہ چھیڑا اور پوری وضاحت فرمائی، پھر فرمایا، میں تمہاری پہلی حاضری کے وقت ہی اس کا جواب دے سکتا تھا۔ لیکن اس دن تم مجھ سے الجھنے ہی کے لیے آئے تھے۔ اس لیے میں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا (۱)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مناظرہ کرنے کا آپ کو کبھی شوق نہیں رہا۔ نہ کبھی کسی سے الجھنے کی خواہش رہی۔ خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ "المراء فی العلم یقسی القلب ویورث الضغائن (۲) علم میں جھگڑنے سے دل سخت ہوتے ہیں اور کینے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے کبھی کوئی الجھنا چاہتا تب بھی آپ کی خواہش یہی ہوتی۔ بلکہ کوشش ہوتی کہ خوشگوار ماحول میں افہام وتفہیم یا تعلیم وتعلم کے ذریعہ اچھے انداز سے بات پہونچائی جائے، مناظرہ مجبوری کے تحت ہی فرماتے۔ اس لیے مناظرے کے دوران آپ کی کبھی وہ کیفیت نہیں ہوئی جو عام طور سے مناظرہ کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ آپ کے فرزند ابوعثمان (۳) فرماتے ہیں۔ میں نے کسی سے مناظرے کے دوران والد محترم کی آواز بلند ہوتے ہوئے نہیں

---

(۱) توالی التاسیس ص/۱۱۴ (۲) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۵۷

(۳) ابوعثمان محمد بن محمد بن ادریس الشافعی صحیح یہ کہ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی، اپنے نامور والد سے فقہ کا علم حاصل کیا، شام میں قضاء کے منصب پر فائز رہے، وفات ۲۴۲ھ۔

دیکھی۔ (۱) آپ کا ہر مناظرہ خیر خواہی کے جذبہ سے ہوتا تھا۔ امام زعفرانی آپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ "ماناظرت احدا قط الا علی النصیحة" (۲) میں نے جس کسی سے مناظرہ کیا ہمیشہ خیر خواہی کے جذبہ سے کیا۔

فریق مخالف کے ساتھ سلوک

مناظرے میں فریق مقابل اگر دب جاتا تو آپ کی پوری کوشش یہی ہوتی کہ اس کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رہیں۔ بے تکلفی باقی رہے، مناظرہ کبھی حجاب نہ بنے۔ یونس صدفی کہتے ہیں۔ میں نے امام شافعیؒ سے بڑھ کر کسی کو عقلمند نہیں دیکھا۔ ایک دن میرا آپ سے مناظرہ ہوا۔ مناظرے کے بعد ہم اپنی اپنی راہ پر ہولیے، دوبارہ جب ملاقات ہوئی تو آپ میرا ہاتھ تھام کر کہنے لگے بھئی ابوموسیٰ کسی مسئلہ میں ہم دونوں متفق نہ ہوسکے تو کیا ہوا؟ ہم دونوں آپس میں بھائیوں کی طرح رہ تو سکتے ہیں۔ (۳)

بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ کو مناظرے کے دوران برا بھلا کہا گیا، لیکن آپ نے کسی بری بات کا جواب نہیں دیا خاموش رہے۔

فتیان بن ابی السمح تیز غصہ ور شخص تھا۔ امام مالک کے شاگردوں میں تھا، لیکن امام شافعیؒ سے سخت تعصب رکھتا تھا، ایک خاص مسئلہ میں اس کا آپ سے مناظرہ ہوا جس میں وہ آپ کے سامنے ٹک نہ سکا، بس مارے غصہ کے بہت بری گالیاں دے ڈالیں، لیکن آپ نے اس کے جواب میں ایک حرف نہیں کہا، بس جس مسئلہ پر مناظرہ ہو رہا تھا وہ مسئلہ پوری وضاحت سے بیان کردیا۔ (۴) یہ آپ کے کریمانہ اخلاق تھے جو مناظرہ کے میدان میں بھی نہ چھوٹے قدرت کی طرف جس کے لیے جو مقام متعین کیا جاتا ہے اس کی اہلیت بھی ودیعت کی جاتی ہے۔

زبان وادب

زبان وادب اللہ رب العزت کا عطیہ ہیں جن سے انسان بہت بڑے کام لے سکتا ہے، ہر دور میں ان کی اہمیت تسلیم کی گئی ہے، اور ان سے بڑے عظیم کام بھی لیے گئے ہیں، اللہ

(۱) توالی التاسیس ص/۱۱۲ (۲) توالی التاسیس ص/۱۱۴
(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۶ (۴) معجم الادباء ۱۷/۳۲۲

رب العزت نے اپنے مبارک کلام کو انتہائی فصیح و بلیغ زبان میں اتارا، اور معیار فصاحت کے سب سے اونچے مقام پر اسے رکھا، زبان و بیان کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے یہ سب سے بڑی بنیادی دلیل ہے۔

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) افصح العرب تھے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کوئی بھی فصیح البیان نہ تھا، اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کو اپنی قوم کی سب سے اعلیٰ و فصیح زبان دے کر بھیجا تا کہ اللہ کے پیغام کو نہایت فصاحت کے ساتھ بڑے مؤثر انداز سے پیش کیا جائے، "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم " (۱) ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان دے کر بھیجا تا کہ قوم کے سامنے وہ کھول کھول کر بات کو واضح کر سکے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اسی صلاحیت کا حوالہ دے کر اللہ سے ان کے لیے نبوت کی دعا مانگی جو دربار الٰہی میں قبولیت سے نوازی گئی، "وأخي هارون هو افصح مني لسانا فأرسله معي ردئاً يصدقني اني اخاف أن يكذبون" (۲) میرے بھائی ہارون زبان و بیان کے لحاظ سے مجھ سے بڑھ کر فصیح ہیں، ان کو بھی میرے ساتھ رسول بنا دے سہارے کے طور پر وہ میری تصدیق کریں، مجھے اندیشہ ہے کہ قوم فرعون میری تکذیب کرے گی۔

ظاہر بات ہے کہ یہاں تصدیق کا مطلب صرف زبان سے صدق موسیٰ (موسیٰؑ نے سچ کہا) کہنا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس تصدیق کے لیے زبان و بیان کے کمالات کی ضرورت نہیں ہے، یہاں تصدیق سے مراد یہ ہے کہ ہارون میری دعوت کو اس طاقتور طریقہ سے پیش کریں کہ ہر ایک کے دل میں بات اتر جائے اور ان کی تائید کا اثر سننے والا محسوس کرے، اللہ نے حضرت موسیٰ کی درخواست قبول فرمائی اور حضرت ہارون رسول بنائے گئے، "قال سنشد عضدك بأخيك ونجعل لكما سلطانا (۳) اللہ نے فرمایا ہم تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے، اور تم دونوں کے لیے مضبوط حجت و دلیل فراہم کریں گے۔

ان آیات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان و بیان کی طاقت ایک حقیقت ہے

(۱) سورۃ ابراہیم الآیۃ: ۴ (۲) سورۃ القص الآیۃ: ۳۴ (۳) سورۃ القصص الآیۃ: ۳۵

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی بڑی حیثیت ہے، منشأ الٰہی یہ ہے کہ اللہ کے ماننے والے اس طاقت سے ہمیشہ آراستہ رہیں، تاکہ اللہ کے دین کو پوری قوت کے ساتھ اللہ کے بندوں تک پہونچایا جاسکے۔

فضل الٰہی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بھی مالامال رکھا تھا آپ کے زمانے کے بڑے بڑے ادباء واصحاب لغت نے آپ کی زبان دانی کا اعتراف کیا ہے، بلکہ آپ کو زبان وبیان کے لحاظ سے حجت یعنی سند تسلیم کیا ہے۔

قریش کی فطری فصاحت تو آپ کو پیدائشی طور پر حاصل تھی، مزید سالہا سال تک آپ نے قبائل عرب کی خاک چھانی اور زبان وبیان کے لحاظ سے مرتبہ امامت پر فائز ہوئے۔

نحو ولغت کے مشہور امام اصمعی (۱) کہتے ہیں: میں نے امام شافعیؒ کو فقیہ وعالم پایا، نہایت اچھی معلومات رکھتے ہیں، زبان نہایت شیریں بات بالکل واضح، پوری وضاحت کے ساتھ دلائل پر دلائل پیش کرتے ہیں اس قابل ہیں کہ ہر مجلس کے صدر نشین بنیں، یا منبر کی بلندیوں سے خطاب کریں، مجھے معلوم نہیں کہ میں کبھی ایک حرف کا بھی فائدہ آپ کو پہونچا سکا ہوں، البتہ میں نے آپ سے جو استفادہ کیا ہے، اس کا تھوڑا حصہ بھی اگر کوئی کرلے تو عالم بن جائے۔ (۲)

امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے: "کلام الشافعی فی اللغہ حجۃ" (۳) امام شافعی کا کلام زبان میں حجت یعنی سند کا درجہ رکھتا ہے۔

حضرت ہارون بن سعید الأیلی فرماتے ہیں: "ما رأیت مثل الشافعی، قدم علینا مصر، فقالوا قدم رجل من قریش فجئناہ وھو یصلی، فمارأیت احسن صلاۃ

---

(۱) ابو سعید عبدالملك بن قریب الاصمعی البصری اللغوی الأخباری، ادب ولغت میں مرتبہ امامت پر فائز، اخبار عرب کو خوب جاننے والا، علامہ زمان حفظ وروایت اشعار میں ایک چلتا پھرتا کتب خانہ، ۲۱۵ میں وفات ہوئی عمر ۸۵ سال (۲) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۷۰-۲۷۱

(۳) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۸۰ (۴) تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۸۹

ولا وجهامنه،فلما مضى صلاته تكلم ،فما رأينا احسن كلاما منه.. (۴) میں نے امام شافعیؒ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، جب آپ مصر تشریف لائے تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ قبیلہ قریش کے ایک فرد یہاں آئے ہوئے ہیں، ہم آپ سے ملاقات کے لیے گئے تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے اتنی اچھی نماز کسی کی نہیں دیکھی، آپ کا چہرہ دیکھا تو محسوس ہوا کہ آپ سا حسین چہرہ کسی کا نہیں، نماز کے بعد جب گفتگو شروع فرمائی تو حسن کلام کے کیا کہنے، آپ سے اچھی گفتگو کسی کی نہیں دیکھی، بس ہم آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

یونس بن عبد الاعلی فرماتے ہیں: امام شافعیؒ کا کلام جادو کا سا اثر رکھتا تھا، جب گفتگو فرماتے تو ہم آپ کی گفتگو میں کھو جاتے تھے، الفاظ ہیں کہ کانوں میں رس گھولتے جا رہے ہیں۔(۱)

احمد (۲) بن سریج فرماتے ہیں: میں نے امام شافعیؒ سے بڑھ کر اچھا اور صاف بولنے والا کسی کو نہیں دیکھا، آپ عربی النسل تھے اور صاف ستھری عربی بولتے تھے (۳)

آپ کے عزیز شاگرد حضرت ربیع بن سلیمان مرادی کو اس کا بڑا احساس کہ آپ کی کتابوں میں وہ زبان نہ آسکی جو آپ بولتے تھے، اپنے شاگردوں سے کہتے تھے، اگر تم لوگ امام شافعی کو دیکھتے تو ضرور کہتے کہ یہ کتابیں آپ کی نہیں ہیں، بخدا آپ کی زبان آپ کی لکھی ہوئی تحریروں سے کہیں بڑھ کر تھی (۴)

عبارت پڑھنے کا انداز

عبارت پڑھنے کا انداز بھی لاجواب تھا، پوری عربی فصاحت کے ساتھ عبارت پڑھتے تو ایک سماں بندھ جاتا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا پڑھنا بے حد پسند تھا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ كان الشافعي من افصح الناس ،و كان مالك يعجبه قراءته لأنه كان فصيحا (۵) امام شافعی فصیح ترین لوگوں میں تھے،

(۱) تاریخ دمشق ۵۴/۲۹۳-۲۹۵ (۲) احمد بن ابی سریج عمر بن الصباح، ابو جعفر الرازی ثقہ محدث، امام بخاری نے آپ سے روایت لی ہے، وفات ۲۴۸-عمر تقریبا ۸۰ سال۔

(۳) تاریخ دمشق ۵۴/۲۹۵ (۴) توالی التاسیس ص/۹۵ (۵) تاریخ دمشق ۵۴/۲۹۵

امام مالک کو آپ کی قرأت بہت پسند تھی، اس لیے کہ آپ بڑے فصیح تھے۔ عبدالملک بن ہشام النحوی (۱) جو مغازی کے امام ہیں، جنکی سیرت ابن ھشام بہت مشہور ہے فرماتے ہیں: امام شافعی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن سے زبان سیکھی جائے۔ (۲)

عربی زبان سیکھنے کی تاکید

آپ نے عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت پیدا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: تعلموا العربية فانها تثبت الفضل وتزيد في المروءة (۳) عربی زبان کا علم حاصل کرو یہ علم فضل وکمال کو راسخ کرے گا، مروت وشرافت میں اور اضافہ کرے گا۔

زبان وبیان کی غلطی طبع پر بار تھی، ایک شخص نے آپ کے سامنے کوئی عبارت غلط پڑھ دی، آپ بے اختیار بول اٹھے، اضرستني (۴) تم نے مجھے کاٹ دیا، محمد بن عبداللہ بن عبد الحکم کہتے ہیں۔ ادب عربی کا ذوق رکھنے والے حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سیراب ہوکر جاتے، اشعار کی تشریح ایسی فرماتے کہ ہر بات دن کے اجالے کی طرح واضح ہوتی۔ (۵)

اپنے وقت کا سب سے بڑا ادیب جاحظ (۶) ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ نظرت في كلام هؤلاء النبغة الذين نبغوا فلم ار احسن تاليفا من المطلبي، كأن كلامه ينظم دراً الى درٍ (۷) میں نے بڑے بڑے باکمال لوگوں کا کلام دیکھا ہے، لیکن بنو مطلب کے اس فرد سے بڑھ کر شاہکار مربوط کلام کسی کا نہیں دیکھا، معلوم ہوتا ہے کسی لڑی میں موتی پروتے جارہے ہیں۔

یونس بن عبدالاعلی آپ کی فصاحت کے اسیر تھے، فرماتے ہیں، کلام شافعی کی مٹھاس

---

(۱) عبد الملك بن هشام بن ايوب الذهبي السدوسي النوی، سیرت کے اولین مصنفین میں ایک، آپ کی سیرت ابن ہشام نے ہمہ گیر شہرت پائی۔ اور بعد کے مصنفین کے لئے بنیادی ماٗخذ بنی، وفات ۲۱۸ھ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۲۸) (۲) تاریخ دمشق ۵۴/۲۹۶ (۳) ایضاً
(۴) ایضاً ۵۴/۲۹۶ (۵) توالی التاسیس ص/۹۳ (۶) ابو عثمان عمرو بن ...... البصری المعتزلی) علم ادب میں اپنے وقت کا امام، صاحب طرز ادیب، مختلف فنون کا ماہر معلومات کا خزانہ، وفات ۲۵۵ھ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۲۶) (۷) توالی التاسیس ص/۹۳

کے کیا کہنے، الفاظ نہیں تھے شکر پارے تھے، بولتے تو سحر طاری کر دیتے (۱)

احمد بن صالح (۲) فرماتے ہیں، الفاظ کے ساتھ آواز بھی نغمگی سے بھرپور تھی، بولتے تو لگتا جیسے کوئی موسیقی کانوں میں رس گھول رہی ہے۔ (۳)

سیرت ابن ہشام کے مصنف فرماتے ہیں، ہماری امام شافعی کے ساتھ طویل مجلسیں ہوا کرتی تھیں، لیکن کبھی آپ کی زبان سے کوئی غلطی ہوتے نہیں دیکھی، نہ کبھی کوئی غیر معیاری کلمہ سنا، بلکہ کبھی ایسا کوئی لفظ بھی سننے میں نہیں آیا جس کی جگہ کوئی اور لفظ بہتر ہوتا۔ (۴)

ائمہ لغت میں ثعلب (۵) بن یزید الشیبانی البغدادی ایک معتبر نام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان دانی پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو ثعلب کہنے لگے، ھو من بیت اللغة، یجب أن یؤخذ عنه (۶) آپ زبان و بیان کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، زبان آپ سے سیکھی جائے۔

مغازی کے امام اور لغت و نحو کے بھی امام عبدالملک بن ہشام کو زبان کے لحاظ سے کسی لفظ میں شک ہوتا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرماتے (۷)

ابوعثمان مازنی (۸) نے بھی یہ بات کہی ہے، الشافعی عند ناحجة فی النحو (۹) شافعی ہمارے نزدیک نحو میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، حضرت ابوعبید قاسم بن سلام حضرت ایوب بن سوید سب حضرات نے آپ کو زبان و بیان میں حجت مانا ہے۔ (۱۰)

---

(۱) توالی التأسیس ص/۹۶ (۲) احمد بن صالح ابو جعفر المصری، ابن الطبری کے نام سے مشہور ہیں، سرزمین مصر کی ایک قابل فخر شخصیت، حافظ حدیث، ثقہ، امام بخاری کے شیخ ۱۷۰۔۲۴۸ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۱۶۰) (۳) توالی التأسیس ص/ ۹۷ (۴) توالی التأسیس ص/ ۹۷

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۱/ ۱۰۹، امام نحو، محدث، ثقہ عالم، پیدائش: ۲۰۰ وفات ۲۹۱ھ بحوالہ: احمد بن یحی

(۶) توالی التأسیس ص/۱۰۲ (۷) تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۷

(۸) بکر بن محمد بن عدی ابوعثمان المازنی البصری۔ عربیت کے امام، مبرد کہتے ہیں، سیبویہ کے بعد ان سے بڑا نحو کا کوئی عالم نہیں تھا۔ اصمعی کے شاگرد ہیں، وفات ۲۴۷ یا ۲۴۸، (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۱۹۸) (۹) تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۷ (۱۰) تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۷

شعر وشاعری

شاعری کی صلاحیت اللہ کی نعمت ہے، جس سے ہمیشہ کام لیا گیا ہے، دین پسند حلقوں کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ اس میدان میں فتح وکامرانی کا علم بلند رکھیں؛ تاکہ صحیح علم وفکر کی بالادستی اس میدان میں بھی ہمیشہ قائم رہے، اوراس فن کے ذریعہ ہمیشہ علم وحکمت کے موتی بے دریغ لٹائے جاتے رہیں، فکری آگہی کے در وا ہوتے رہیں، اوراقلیم ادب پر اسلامی شعراء کی حکمرانی پوری شان خودداری کے ساتھ قائم ودائم رہے۔

امام شافعیؒ شاعری کی صلاحیت سے مالا مال تھے، شعراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اورسخن فہمی کی صلاحیتوں سے مالا مال ہوکر واپس ہوتے تھے، ہر طبقہ کی طرح اس طبقہ کو بھی آپ نے متاثر کیا اوران کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش فرمائی۔

آپ کی شاعری

آپ کی شاعری کا اگر ہلکا سا جائزہ لیا جائے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ یہ علم وحکمت کی شاعری ہے، شاعری کے پردے میں علم وحکمت کے جو خزانے آپ نے پیش فرمائے ہیں، وہ ہماری اسلامی عربی شاعری کا ایک قیمتی ورثہ ہے، جس کی حفاظت نہایت ضروری ہے، زندگی کے تجربات، انسانوں کی طبیعتیں، دنیا کی حقیقت، اہل علم کا مقام اورزندگی کے آداب کو شاعرانہ رنگارنگی میں آپ نے پیش فرمایا ہے، ایک طرف آپ کی شاعری جذبات کو بھی اپیل کرتی ہے، دوسری طرف نظر وفکر کے زاویئے بھی درست کرتی ہے اور پاکیزگی کا ایک حصار فراہم کرتی ہے، اوران ہی پاکیزہ فضاؤں میں قاری اپنے آپ کو پرواز کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

چونکہ آپ کے سامنے زندگی کے نہایت عظیم مقاصد تھے؛ اس لیے آپ پوری توجہ شاعری کو نہ دے سکے؛ لیکن اس میدان سے فائدہ خوب اٹھایا، جہاں تک ممکن ہوا علم وحکمت کے پھولوں سے اپنی شاعری کے گلشن کو سجایا اور گردوپیش کے ماحول کو ہمیشہ اپنی شاعری سے بھی معطر رکھا۔

اہل علم حضرات کے لیے اس میدان کو مکمل طور پر اختیار کرنا آپ کو پسند نہ تھا؛ لیکن قدرتی

طور پر اگر کسی میں یہ صلاحیت ہو تو اس کے بقدر ضرورت استعمال کو صحیح سمجھتے تھے، خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں ''اگر شاعری علماء کے لیے کم درجہ کی چیز نہ ہوتی تو میں آج لبید(۱) سے بھی بڑا شاعر ہوتا:

ولولا الشعر للعلماء يزري   لكنت اليوم أشعر من لبيد
وأشجع في الوغى من كل ليث   وآل مهلب وبني يزيد
ولولا خشية الرحمن ربي   حسبت الناس كلهم عبيدي (۲)

(ترجمہ: شاعری اگر علماء کے مقام کو گھٹانے والی نہ ہوتی تو آج میں لبید سے بھی بڑا شاعر ہوتا۔ اگر مجھے جنگ کا موقع ملتا تو میں آج ہر بہادر طاقتور شیر سے بڑھ کر بہادری دکھاتا۔ آل مہلب اور بنی یزید سب میرے مقابلے میں کچھ نہ ہوتے۔ اگر اس رحمٰن ورحیم ذات کا خوف نہ ہوتا جو میرا رب ہے تو میں تمام انسانوں کو زرخرید غلام تصور کرتا)

یہ اشعار اپنی ذات کے تعلق سے انتہا درجہ خود اعتمادی کو بتاتے ہیں، اصحابِ عزیمت کی یہی پہچان ہوتی ہے۔

ہم ذیل میں نمونے کے طور پر کچھ اشعار پیش کرتے ہیں، جن سے خود امام شافعیؒ کی شخصیت کے مختلف جلوے نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں:

۱- دنیا کی حقیقت

وما هي إلا جيفة مستحيلة   عليها كلاب همهن اجتذابها
فإن تجتنبها كنت سلما لأهلها   وإن تجتذبها نازعتك كلابها (۳)

(ترجمہ: دنیا ایک سڑی گلی لاش ہے، جس پر کتے جمع ہیں اور بس اسے بھنبھوڑ رہے ہیں، اگر تم اپنا دامن بچائے رہو گے تو اہل دنیا سے محفوظ رہو گے، اگر تم خود ہی دنیا کو اپنی طرف کھینچو گے تو دنیا کے کتے تم سے جھگڑنے آکھڑے ہوں گے)

یہ دراصل بے نیازی کا درس ہے، جس کی وجہ سے لوگ قدموں پر گرتے ہیں۔

(۱) لبید بن ربیعة بن عامر ،العامری عرب کے نامور شاعر، صحابی رسول، جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ اسدا الغابہ۴/ ۵۳۸ (۲) دیوان الشافعی ا/ ۴۳ (۳) ایضاً/ ۹-۸

۲-سچا دوست

امام مزنیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ اشعار فرمائے:

احب من الأخوان كل موات — وكل غضيض الطرف عن عثراتي

يصاحبني في كل أمر أحبه — ويحفظني حياً وبعد وفاتي

فمن لي بهذا ليت أني أصبته — فقاسمته مالي مع الحسنات (۱)

(ترجمہ: میں ساتھیوں میں ایسا دوست چاہتا ہوں، جو میرے ساتھ گھل مل جائے، میری لغزشوں پر اپنی آنکھیں جھکا لے (نہ غیبت کرے، نہ ہنسی اڑائے) میری چاہت بھری چیزوں میں میرا ساتھ دے، زندگی میں میرا خیال رکھے اور مرنے کے بعد بھی میرا احترام رکھے، کون مجھے ایسا دوست لا کر دے سکتا ہے؟ کاش! کہ ایسا کوئی مل جائے، میں اپنا مال اور نیکیاں سب اس کے ساتھ بانٹ لوں)

۳-صاحب عقل پرہیز گار

المرأ إن كان عاقلاورعا — يشغله عن عيوبهم ورعه

كماالعليل السقيم يشغله — عن وجع الناس كلهم وجعه (۲)

(ترجمہ: کوئی پرہیز گار ہو اور عقل مند بھی ہو تو اس کی پرہیز گاری اسے لوگوں کی عیب جوئی سے دور رکھے گی، جیسے کوئی زار و نزار بیمار ہو تو اسے اپنی اذیت سے فرصت نہیں ہوگی، لوگوں کی تکلیف پر اس کی نگاہ کیا جائے گی؟)

۴-درس زندگی

دع الأيام تفعل ماتشاء — وطب نفساًإذاحكم القضاء

ولاتجزع بحادثة الليالي — فما لحوادث الدنيابقاء

وكن رجلاً على الأهوال جلداً — وشيمتك السماحة والوفاء

ولاحزن يدوم، ولاسرور — ولابؤس عليك، ولارخاء

(۱) ديوان الامام الشافعي ۱/۴۷ — (۲) ديوان الامام الشافعي ۱/۶۳

إذا کنت ذاقلب قنوع　　فأنت ومالك الدنیا سواء (۱)

(شب وروز کی گردشیں جو بھی کریں تم توجہ نہ دو، فیصلۂ الٰہی جو بھی ہو تم اسے بخوشی قبول کر لو، زمانہ کے حوادث پر گھبرا کر حوصلہ نہ ہارو، دنیا کے حادثات ویسے بھی باقی رہنے والے نہیں، ایسے انسان بنو، جو ہر خطرے کا طاقت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے، دل کی کشادگی اور وفاداری یہ ہمیشہ تمہاری فطرت رہے، نہ غم باقی رہے گا، نہ خوشی برقرار رہے گی، نہ ہمیشہ خوشحالی رہے گی، نہ بدحالی ہمیشہ قائم رہے گی (سب کو آخر مٹ جانا ہے) اگر تمہارے پاس کم سے کم پر بھی خوش رہنے والا دل ہے تو یاد رکھو تم اور دنیا جہاں کی دولت رکھنے والا دونوں برابر ہیں)

۵-حقیقتِ محبت

تعصی الإله وتظهر حبه　　هذا محال فی القیاس بدیع

لو کان حبك صادقا لأطعته　　إن المحب لمن یحب مطیع

فی کل یوم یبتدیك بنعمة　　منه، وأنت لشکر ذاك مضیع (۲)

(ترجمہ) تم اللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور اس سے اظہارِ محبت بھی کرتے ہو، یہ بڑی انوکھی بات ہے، عقلاً اس طرح کیسے ممکن ہے؟ اگر اللہ سے سچی محبت ہوتی تو ضرور اس کی فرماں برداری کی خوشبو بھی ہوتی، چاہنے والا اپنے محبوب کے لیے سراپا اطاعت شعار ہوتا ہے، ہر دن کی ابتدا اللہ کی طرف سے ایک نئی نعمت کے ساتھ ہوتی ہے، اور تم ہو کہ اس کے شکر کا حق بھی مار دیتے ہو (پھر محبت کا دعوی کیسا؟)

۶- پیامِ عزیمت

بقدر الکد تکتسب المعالی　　ومن طلب العلا سهر اللیالی

ومن رام العلا من غیر کد　　أضاع العمر فی طلب المحال

تروم العز ثم تنام لیلاً　　یغوص البحر من طلب اللآلی (۳)

(ترجمہ: جد جہد کے بقدر بلندیاں طے ہوتی ہیں، اونچائیوں کو تلاش کرنے والا راتوں

(۱)دیوان الامام الشافعی ۱/۱　(۲)دیوان الامام الشافعی ۱/ ۶۷　(۳) ایضاً ۱/ ۹۰

کو جاگتا ہے، راتوں کو مشقت اٹھائے بغیر جو اونچے مقام تک پہنچنا چاہتا ہے، وہ حقیقت میں ایک ناممکن کام میں عمرِ عزیز کو ضائع کر رہا ہے، تم عزت و شرف کے مقام کو پانا چاہتے ہو، پھر راتوں کو سوتے بھی ہو، یاد رکھو! جسے موتی نکالنے ہوتے ہیں، اسے سمندر کی گہرائی میں جانا ہی پڑتا ہے)

۷- دانا و بینا

إن للـه عبـاداً فطنـاً — تركوا الدنيا، وخافوا الفتنا

نظروا فيها فلما علموا — إنها ليست لحي وطناً

جعلوها لجة، واتخذوا — صالح الأعمال فيها سفناً (۱)

(ترجمہ: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں، جو بصیرت رکھتے ہیں، انھوں نے فتنوں کا اندیشہ محسوس کیا اور دنیا کو لات ماری، دنیا کو غور سے دیکھا، جب معلوم ہوا کہ زندگی رکھنے والوں کے لیے یہ دنیا وطن بننے کے قابل نہیں ہے (کہ ہر ایک مر کر جا رہا ہے) تو دنیا کو ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سمجھا اور اپنے نیک اعمال کو کشتیاں بنایا (اور اس کے سہارے سمندر پار کر گئے)

۸- حقیقت پسندی

نعيب زماننا، والعيب فينا — وليس لزماننا عيب سوانا

ونهجو ذا الزمان بغير ذنب — ولو نطق الزمان لنا هجانا

وليس الذئب يأكل لحم ذئب — ويأكل بعضنا بعضاً عياناً (۲)

(ترجمہ: ہم زمانہ کو برا بھلا کہتے ہیں، جب کہ عیب خود ہمارے اندر ہے، ہمارے علاوہ زمانے میں کوئی عیب نہیں ہے، ہم بغیر کسی قصور کے زمانے کو الزام دیتے ہیں، زمانے کی زبان ہوتی تو صاف ہماری مذمت کرتا، بھیڑیا کبھی بھیڑیئے کا گوشت نہیں کھاتا اور ہم آپس میں کھلم کھلا ایک دوسرے کا گوشت چباتے ہیں)

---

(۱) دیوان الامام الشافعی ا/۱۰۹ (۲) دیوان الامام الشافعی ا/۱۰۲

۹-دولتِ تقویٰ

یـریـد الـمـرء أن یعطی مناه　　ویـــأبـــی الـلـــه إلا مـــا ارادا

یـقـول الـمـرء: فائدتی و مالی　　وتـقـوی الـلـه أفـضـل ما استفادا (۱)

(ترجمہ: انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کے سارے ارمان پورے ہو جائیں اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ جو اس نے چاہا، وہی پورا ہو کر رہے، انسان چلاتا رہتا ہے، میرا مال، میرا فائدہ، حالاں کہ اللہ کا تقویٰ سب سے افضل فائدہ ہے، جو انسان حاصل کرتا ہے)

۱۰-کم گوئی و معاملہ فہمی

لا خیـــر فـــی حشو الـكـلام　　إذا اهتـــدیـــت إلـــی عیـــونـــه

والـصـمـــت أجـمـل بـالفتیٰ　　مـــن مـــنـطـــق فـــی غیـــر حینـــه

وعـلـــی الـفـتیٰ لـطبـاعـه　　ســمـة تـلـوح عـلـی جبینـه (۲)

(ترجمہ: جب اصل بات تک تمہاری رسائی ہو جائے تو پھر ادھر ادھر کی باتوں میں کوئی فائدہ نہیں (کام کی باتوں پر توجہ دو، فضولیات کو کنارے کرو) ایک جواں مرد کے لیے وقت بے وقت بولنے کے مقابلے میں خاموش رہنا باعثِ زینت ہے، شریف نوجوان کی لوحِ پیشانی پر ہی اس کی فطری سعادت مندی کے نقوش نمایاں نظر آتے ہیں)

یہ چند اشعار، جو علم و حکمت سے معمور ہیں، بطور نمونے کے پیش کیے گئے ہیں ورنہ آپ کی شاعری ایک مستقل موضوع ہے، جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

---

(۱) دیوان الامام الشافعی ۱/۴۵　(۲) توالی التاسیس ۱۳۹

مکارم اخلاق

کسی بھی شخصیت کا حقیقی مقام جاننے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس کے انسانی کمالات کو دیکھا جائے، امام شافعیؒ کو خاندانِ نبوت سے نسبتِ قرابت حاصل تھی، اس نسبت کے اثر اور اپنی طبعی شرافت کی وجہ سے آپ فضل وکمال کی بلندی کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاقی کمالات کی بھی بلندی پر فائز تھے۔

کمال علم اور کمال انسانیت

کمال علم اور کمال انسانیت دونوں آپ کی زندگی میں شانہ بشانہ نظر آتے ہیں، علم دوستی کے ساتھ انسانیت نوازی نے آپ کی شخصیت کو ہر طرح سے نکھار دیا تھا، کسی کی ذات کو آپ سے تکلیف پہونچے اس تصور سے بھی آپ کو اذیت ہوتی تھی۔

ایک عجیب واقعہ

آپ کے نواسے نے اپنی والدہ یعنی آپ کی صاحبزادی سے اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے، فرماتی ہیں ''ایک دفعہ میرے والد (امام شافعیؒ) سو رہے تھے، ایک عورت اپنے بچے کو لے کر ہمارے گھر آئی، اور مجھ سے باتیں کرنے لگی، باتوں کے دوران بچہ رونے لگا تو اس نے اس اندیشہ سے کہ کہیں والد صاحب کی نیند ٹوٹ نہ جائے اپنا ہاتھ بچہ کے منہ پر رکھا اور گھر سے نکل گئی، لوگوں کے دلوں میں والد صاحب کی بڑی عظمت تھی، جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے یہ واقعہ سنایا، اس کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ قسم تک کھالی، کہ جب بھی میں دن

کے وقت گھر میں سوؤں تو میرے قریب چکی ضرور چلا کرے (۱) (تاکہ آئندہ کسی کو میری رعایت میں زحمت اٹھانی نہ پڑے)

کہنے کو تو یہ ایک واقعہ ہے لیکن اس میں کیسی انسانی بلندی نظر آرہی ہے، غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوا کہ لوگوں نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا، مارے حسد کے نازیبا کلمات استعمال کیے، لیکن آپ نے پلٹ کر جواب نہیں دیا (۲)

احتیاط وخودداری

اپنے بارے میں فرماتے ہیں "ما کذبت قط وما حلفت قط بالله صادقا ولا کاذبا (۳) میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی قسم نہیں کھائی جھوٹی قسم کا تو سوال ہی نہیں، سچی قسم بھی نہیں کھائی، یہ انتہاء درجہ کی احتیاط تھی، کہ کہیں اونچ نیچ نہ ہو جائے۔

آپ پر افلاس ونا داری کا بھی زمانہ آیا، گھر کی تمام چیزیں بیچنے کی نوبت آئی، اپنی بیوی کے زیورات بھی بیچ ڈالے لیکن قرض نہیں لیا (۴)

عبداللہ بن عبدالحکم آپ سے گہرا تعلق رکھتے تھے، مصر میں قیام کی ترغیب دیتے ہوئے ایک دفعہ آپ سے کہنے لگے اگر آپ مصر میں مستقل قیام کریں تو آپ کو یہاں کے حاکم کی طرف سے ایک سال کا پورا خرچ ملے گا، مزید دربارشاہی کی عزت بھی نصیب ہوگی، آپ نے جواب دیا: ابومحمد جو خوف خدا کے ذریعہ عزت نہیں پاتا اس کے لیے پھر کہیں عزت نہیں، مال کے بارے میں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری پیدائش غزہ میں ہوئی، میں حجاز میں پروان چڑھا، ہمارے پاس ایک دن کا کھانا بھی نہیں ہوتا تھا پھر بھی اللہ کے فضل وکرم سے ہم نے کبھی بھوکے پیٹ رات نہیں گذاری (۵) زندگی جب اس شان توکل سے گذری تھی تو پھر حرص وہوس کہاں سے داخل ہو سکتے تھے۔

خیرخواہی کی ایک نرالی ادا

رات میں نماز کے دوران جب کبھی آیاتِ رحمت کی تلاوت فرماتے تو اپنے لیے

---

(۱) توالی التأسیس: ۱۱۳۰ (۲) توالی التأسیس: ۱۵۴ (۳) ایضاً: ۱۲۱
(۴) توالی التأسیس: ۱۲۱ (۵) ایضاً: ۱۲۱

اور اپنے ساتھ تمام مسلمان مردوں عورتوں سب کے لیے رحمت کی دعا فرماتے، کوئی آیت جس میں عذاب کا تذکرہ ہوتا تو اللہ کی پناہ چاہتے، دعا میں اپنے ساتھ تمام اہل ایمان مرد وخواتین کو بھی شامل فرماتے۔(۱)

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرام سے اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، امام شافعیؒ کا دورانِ نماز دعاؤں میں اہل ایمان کو شامل کرنا اسی خیر خواہی کی ایک جھلک تھی۔

سخاوت ودریادلی

سخاوت عربوں کا خاص وصف تھا، عرب شعراء نے جن اوصاف کو فخر ومباہات کے لیے سب سے اونچا مقام دیا ان میں بہادری اور سخاوت سرفہرست ہیں، زمانہ جاہلیت میں بھی سخاوت کو نمایاں مقام حاصل تھا، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اس وصف کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اس کی بہت حوصلہ افزائی فرمائی، بس اس کے رخ کو تبدیل کیا۔

رخ کی تبدیلی

پہلے سخاوت وفیاضی اپنی قوم وقبیلہ کا نام اونچا کرنے کے لیے ہوا کرتی تھی، اب یہی کام اللہ رب العزت کی خوشنودی پانے کے لیے ہونے لگا، قرآن کریم میں جابجا ایسی آیات ہیں جو راہ خدا میں خرچ کرنے اور بندگان خدا کو راحت پہنچانے پر بلندترین مقام کی خوشخبری سناتی ہیں، ارشاد ربانی ہے" وما تنفقوا من شیء یوف الیکم وأنتم لا تظلمون "(۲) تم جو بھی خرچ کروگے اس کا بھرپور بدلہ تمہیں مل کر رہے گا، کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خوشگوار چلتی ہواؤں سے بڑھ کر سخی وفیاض تھے، بالخصوص رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں یہ کیفیت اپنی انتہاء پر ہوتی۔(۳)

---

(۱) توالی التأسیس: ۱۲۵ (۲) سورۃ البقرہ: ۲۷۲

(۳) بخاری، کتاب الصوم: باب/ ۷ حدیث ۱۹۰۲ (فتح الباری: ۴/ ۱۳۹)

رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقش قدم پر

امام شافعیؒ کو اس باب میں بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامل غلامی کا شرف حاصل ہوا، طبیعت میں فیاضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ضرورت مندوں اور عزیزوں اور قرابت داروں پر بہت خرچ فرماتے تھے، شرافت نفسی اور انسانیت نوازی نے آپ کو اللہ کے بندوں کے لیے سراپا شفقت وراحت بنایا تھا، حضرت ربیع بن سلمان مرادی فرماتے ہیں ہم نے اہل سخاوت کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، کچھ سخی وفیاض حضرات کو ہم نے دیکھا بھی ہے لیکن امام شافعیؒ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا (۱)

امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد اور امام بخاری کے مشہور استاذ امام حمیدیؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ امام شافعیؒ یمن سے تشریف لائے اس وقت آپ کے پاس بیس ہزار دینار تھے، آپ نے مکہ سے باہر ایک خیمہ لگوایا اور جب تک وہ پورے دینار تقسیم نہیں فرمائے وہاں سے اٹھے نہیں (۲)

واضح رہے کہ بیس ہزار دینار کی رقم معمولی نہیں ہوتی، موجودہ زمانے کے لحاظ سے یہ رقم لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے، لیکن سخاوت وفیاضی سے معمور طبیعت نے اپنے لیے ایک پیسہ رکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

اس طرح ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ کی خدمت میں پانچ ہزار دینار بھیجے، آپ نے اسی وقت ایک نائی کو بلوایا اس سے اپنے بال بنوائے اور پچاس دینار اسے دے دیئے، بال بنوا کر اجرت کے طور پر دینا بھی دراصل اس کی عزت نفس کا خیال رکھنا ہے، یہ بھی خلق خدا پر شفقت کرنے کا ایک نرالا انداز ہے خاندانِ قریش کے جتنے حضرات اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے اس مال کی تھلیاں بنوا کر مال ان میں تقسیم فرمایا، مکہ مکرمہ میں جن حضرات سے تعلقات تھے خاصا مال ان کو روانہ فرمایا، خود جب گھر میں داخل ہوئے تو پاس میں سو دینار بھی نہ تھے، (۳)

(۱) توالی التاسیس: ۱۲۲ (۲) توالی التاسیس: ۱۲۳ (۳) تاریخ دمشق: ۳۱۴/۵۴

ربیع بن سلمان فرماتے ہیں امام شافعیؒ سے کوئی سوال کرتا تو آپ کو حیا آتی جلد سے جلد اسے عطا فرماتے، اس وقت کچھ نہ ہوتا تو معذرت فرماتے جب کچھ آجاتا تو اس مانگنے والے کے لیے بھیج دیتے یا اسے بلا کر دے دیتے (۱)

عمرو بن سواد فرماتے ہیں" کان الشافعیؒ اسخی الناس علی الدینار والدرھم والطعام "(۲) امام شافعیؒ لوگوں میں سب سے بڑے سخی تھے، چاہے درہم و دینار خرچ کرنے ہوں یا کھانے پینے کی چیزیں۔

ایک دفعہ آپ گدھے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے، ہاتھ سے کوڑا گر گیا ایک نوجوان موچی نے آپ کا کوڑا لیا کپڑے سے صاف کیا پھر آپ کو دیا امام شافعیؒ نے اپنے خادم سے فرمایا دیکھو تمہارے پاس میرے جتنے دینار ہیں سب اس نوجوان کو دے دو، اس وقت لگ بھگ سات آٹھ یا نو دینار تھے جو اس موچی کو دے دیئے گئے (۳)

اپنے لیے کچھ رو کے رکھنے کا مزاج ہی نہ تھا، یہ درحقیقت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک مزاج کی جھلک تھی، جو آپ میں نظر آتی تھی آپ کے شاگرد امام ابوثورؒ فرماتے ہیں " قل ما یمسك الشافعی الشیء من سماحته (۴) سخاوت اور دریا دلی کی وجہ سے امام شافعیؒ بہت کم اپنے لیے کوئی چیز رو کے رکھتے۔

مہمان نوازی اور حسن سلوک

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه (۵) جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، مہمان نوازی مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ ہے، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مندرجہ بالا مبارک حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مہمان نوازی حسن معاشرت کا ایک حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان میں اضافہ اور ایمانی زندگی کو اور زیادہ پر بہار بنانے کا بھی نام ہے، مہمان نوازی اسلامی زندگی کی شان ہے اور ایمانی زندگی کا بنیادی تقاضہ بھی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مہمان

(۱) توالی التاسیس:۱۲۲ (۲) ایضاً:۱۲۱ (۳) ایضاً:۱۲۱-۱۲۲ (۴) سیر اعلام النبلاء:۳۶/۱۰ (۵) بخاری، کتاب الأدب، باب اکرام الضیف،۸۵، رقم الحدیث:۶۱۳۶

نوازی کو ایمان کے ساتھ جوڑا ہے، جو اس کے عظیم ہونے کو بتانے کے لیے کافی ہے۔

امام شافعیؒ جس طرح سخاوت وفیاضی میں بہت فائق تھے، اس طرح مہمان نوازی میں بھی نہایت اونچے معیار پر فائز تھے، آپؒ نے زندگی کے کئی دور دیکھے، فقر وافلاس کی خزاں دیکھی، اس طرح خوشحالی وفارغ البالی کی بہاریں بھی دیکھیں، لیکن مکارم اخلاق کی خوشبو سے آپؒ کی مبارک زندگی ہمیشہ معطر رہی، ہر ایک کے ساتھ ممکن حد تک اچھا سلوک کرنا زندگی کا ایک خاص طرز بن گیا تھا، مال ودولت کے ذریعہ جائداد بنانے کا مزاج نہیں تھا، آپ کے عزیز شاگرد امام ابوثورؒ فرماتے ہیں: امام شافعیؒ نے جب اپنے وطن مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ کے پاس اتفاقاً کچھ مال تھا، چونکہ سخاوت وفیاضی کی وجہ سے مال اپنے پاس رکھنا ہی پسند نہیں فرماتے تھے، اس لیے میں نے موقعہ غنیمت جان کر عرض کیا: اگر اس مال سے کچھ جائداد وغیرہ خرید لیں تو آئندہ یہ چیز آپ کے اور آپ کی اولاد کے کام آئے گی، آپ تشریف لے گئے، کچھ عرصہ بعد جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا: آپ کے مال کا کیا بنا؟ آپ نے فرمایا: مکہ میں مجھے کوئی ایسی جائداد نہ ملی جسے میں خریدتا، وہاں کی اکثر زمیں وقف ہیں، اس لیے میں نے احتیاطاً نہ خریدنا ہی مناسب سمجھا، البتہ منیٰ میں میں نے ایک بہت بڑا ٹھکانہ بنالیا ہے، تاکہ میرے دوست واحباب حج کے لیے تشریف لائیں تو وہیں قیام فرمائیں۔(۱)

کوئی اچھی بات دیکھتے تو ضرور حوصلہ افزائی فرماتے اوروں بڑھاتے، امام مزنیؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے تو ایک شخص کو تیر اندازی میں مشغول دیکھا، خود بھی چونکہ ماہر تیر انداز تھے، اس لیے کافی دیر تک دیکھتے رہے، عربی کمان سے تیر چلائے جارہے تھے، اس کی مہارت دیکھی تو تحسین فرمائی اور برکت کی دعا دی، مجھ سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا: تین دینار ہیں، فرمایا: وہی تین دینار اسے دیدو اور میری طرف سے معذرت کرنا کہ اس وقت یہی تین دینار ہیں۔(۲)

حضرت ربیع بن سلمان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک سائل نے آپ کی سواری کی

(۱) تاریخ دمشق: ۳۱۰/۵۴ (۲) تاریخ دمشق: ۳۱۲/۵۴

رکاب تھام لی، آپ نے فرمایا: ربیع! اسے پانچ دینار دو اور معذرت بھی کرو کہ فی الوقت اتنے ہی ہیں، میں نے اسے پانچ دینار دیے، حالانکہ اسے اگر پانچ درہم بھی دیے جاتے تو بہت تھے، لیکن امام شافعیؒ کا دل بہت بڑا تھا۔ (۱)

شاگردوں سے محبت: ان کی حوصلہ افزائی

اپنے شاگردوں سے بے حد محبت فرماتے تھے، ان کے کھانے پینے کا بھی خیال رکھتے، آپ کے مشہور شاگرد حضرت ربیع فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ نے دعوتِ ولیمہ کی، جب لوگ کھا چکے تو بویطی نے مجھ سے کہا: ربیع تم بھی کھاؤ، میں نے کہا: ہمیں کھانے کی اجازت کہاں ہے؟ امام شافعیؒ نے یہ بات سنی تو بے چین ہوئے اور فرمایا: سبحان الله! انت فی حل من مالی کله۔ (۲) سبحان اللہ! کیا بات کہہ رہے ہو؟ تمہارے لیے تو میرا سارا مال حلال ہے (تم تو اپنے ہو، تمہیں اجازت لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟)

ربیع بن سلمان خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں: میں نے شادی کی، آپ کو خبر ہوئی تو دریافت فرمایا: مہر کتنا مقرر کیا ہے؟ میں نے کہا: تیس دینار، فرمانے لگے: فی الوقت کتنا ادا کر چکے ہو؟ عرض کیا: چھ دینار، بس گھر تشریف لے گئے اور ایک تھیلی روانہ فرمائی، جس میں پورے چوبیس دینار تھے۔ (۳)

آپ کے ایک اور مشہور شاگرد حدیث وفقہ دونوں کے ماہر امام زعفرانی فرماتے ہیں: جب پہلی دفعہ میں نے آپ کے سامنے آپ کی کتاب "الرسالہ" پڑھی تو آپ نے میرے پڑھنے کے طرز کو بہت پسند فرمایا، فرمانے لگے: تم عرب کے کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت میں عربی نہیں ہوں، ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں، جسے زعفرانیہ کہتے ہیں، آپ نے فوراً فرمایا: تم اپنے علاقہ کے سردار ہو۔ (۴) طالب علم کی تواضع کہیں اسے احساسِ کمتری کی طرف نہ لے جائے، اس کی تلافی کے لیے آپ نے یہ حوصلہ افزا کلمات فرمائے ہونگے، ان کلمات نے یقیناً لائق شاگرد کو بہت اعتماد بخشا ہوگا۔

---

(۱) تاریخ دمشق: ۳۱۳/۵۴ (۲) توالی التاسیس، ص: ۱۲۴ (۳) تاریخ دمشق: ۳۱۳/۵۴

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۲۶۴/۱۲

امام ابوثورؒ فرماتے ہیں: امام شافعیؒ نے محض اپنے دوست احباب (جن میں شاگرد شامل ہیں) کی ضیافت کے لیے ایک باندی خریدی تھی، جو کھانے پکانے میں طاق تھی، ہمارے بعض بے تکلف ساتھی اس سے مختلف فرمائشیں کرتے تھے اور لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہوتے تھے، امام شافعیؒ ہمیں دیکھ دیکھ کر مسرور ہوتے۔(۱)

کبھی محبت آمیز انداز سے اپنے شاگردوں کا امتحان لیتے، جس سے علم کا شوق بڑھے، امام حمیدیؒ فرماتے ہیں: امام شافعیؒ کبھی امتحان کی غرض سے میرے اور اپنے فرزند ابوعثمان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش فرماتے، پھر فرماتے: جو صحیح جواب دے گا، اسے ایک دینار ملے گا۔(۲)

کمزور طبقات پر نظر

معاشرہ کا وہ طبقہ، جسے عام طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے، وہ آپ کی توجہات سے فیضیاب ہوتا، اس سلسلہ میں نائی اور موچی کا واقعہ گزر چکا ہے، حضرت ربیع فرماتے ہیں: ایک دفعہ (شاید درس سے فارغ ہوکر) آپ اپنے گدھے (۳) پر سوار گھر تشریف لے جا رہے تھے، ایک غیر معروف انجان شخص نے ایک پرچی آپ کے ہاتھ میں تھمادی، جس میں یہ تحریر تھا: میں ایک غریب سبزی فروش ہوں، میرے پاس فی الوقت صرف ایک درہم ہے، میں نے تازہ تازہ شادی کی ہے اور رخصتی کروانا چاہتا ہوں، اس ایک درہم سے کیا ہوگا؟ آپ کچھ مدد فرمائیں، آپ نے جیسے ہی تحریر پڑھی، مجھ سے فرمایا: ربیع تمہارے پاس موجود (میرے) تیس دینار اسے دو اور معذرت کرنا کہ فی الوقت اتنے ہی ہیں، میں نے کہا: حضرت! اللہ آپ کو سلامت رکھے، اس کے لیے تو دس درہم کافی ہیں، اتنی بڑی رقم دینے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمانے لگے: ربیع! سمجھتے نہیں ہو، ہم آخر ان تیس دینار کا کیا کریں گے؟ اس کے سامنے تو مختلف اخراجات ہیں، فلاں جگہ اتنا خرچہ آئے گا، فلاں کام میں اتنی رقم صرف ہوگی، اس کے ممکنہ مصارف گنائے اور فرمایا: فوراً دیدو، مزید میری طرف سے معذرت

(۱) تاریخ دمشق: ۳۱۶/۵۴ (۲) آداب الشافعی، ص: ۱۷۲ (۳) قریب کہیں آنا جانا ہوتا تو اس زمانہ میں گدھے کی سواری عام بات تھی، دور کا سفر کرنا ہو تو اونٹوں کا استعمال ہوتا تھا

بھی کرنا۔(۱)،انسانیت نوازی کی یہی ادائیں تھیں، جنھوں نے آپ کو علم کے کمال کے ساتھ ساتھ انسانیت کے بھی کمال تک پہنچایا تھا۔

زہد وورع

اس درجہ سخاوت کے ساتھ زہد کا عالم یہ تھا کہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ماشبعت منذ ست عشرة سنة إلا مرة، فأدخلت يدي فتقيأتها ۔(۲) سولہ سال ہوگئے، میں نے کبھی آسودہ ہوکر نہیں کھایا، ایک مرتبہ پیٹ بھر کر کھایا تو منھ میں انگلیاں ڈال کر قے کردی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پیٹ بھرنے سے بدن بھاری ہوتا ہے، دل میں سختی پیدا ہوتی ہے، ذہانت میں کمی واقع ہوتی ہے، نیند بہت آتی ہے اور عبادت میں سستی پیدا ہوتی ہے، زاہدانہ زندگی بسر کرنے کی تلقین اپنے شاگردوں کو بھی فرماتے، اسی سے استغناد بے نیازی پیدا ہوتی ہے، جو اہل علم کی شان ہے، ربیع بن سلمان مرادی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: عليك بالزهد، فإن الزهد على الزاهد أحسن من الحلي على المرأة الناهد۔ (۳) زاہدانہ زندگی اختیار کرو، کسی دوشیزہ پر زیورات کی سج دھج جتنی اچھی لگتی ہے، زاہد کے لیے زہد اس سے کہیں زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔

بھرپور علم سے نوازنے کی خواہش

اپنے شاگردوں کو بھرپور علم سے نوازنے کی شدید خواہش تھی، اپنے عزیز شاگرد حضرت ربیع بن سلمان سے ایک دفعہ فرمایا: لو قدرت آن اطعمك العلم، لأطعمتك۔ (۴) اگر میں تمہیں علم کھلا سکتا تو پورا علم کھلا دیتا۔

امام شافعیؒ جس زہد اور تقوی کی تاکید اپنے شاگردوں کو فرماتے تھے، خود آپ اس کے بلند ترین مقام پر فائز تھے، آپ کے وہ شاگرد، جو شب و روز آپ کے ساتھ رہتے تھے، ان کی گواہی سے بڑھ کر کس کی گواہی سکتی ہے؟ آپ کے عزیز شاگرد؛ بلکہ علمی جانشین امام بویطیؒ

(۱) تاریخ دمشق: ۳۱۳/۵۴ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۳۶/۱۰

(۳) سیر اعلام النبلاء: ۳۶/۱۰ (۴) حلية الأولياء: ۱۲۶/۹

فرماتے ہیں: قدرأيت الناس ، والله مارأيت أحداً يشبه الشافعي، ولايقاربه في صنف من العلم، والله إن الشافعي كان عندي اورع من كل من رأيته ينسب إلى الورع۔ (۱) میں نے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا ہے واللہ! میں نے امام شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، کسی بھی علم میں امام شافعی سے قریب پہنچا ہوا بھی میں نے کسی کو نہیں دیکھا، تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور جن حضرات کو میں نے دیکھا ہے، ان میں سب سے بڑے متقی و پرہیزگار میرے نزدیک امام شافعیؒ ہیں۔

(۱) تهذيب الأسماء واللغات:۱/۸۲-۸۱

شخصیت کے کچھ دلکش پہلو

حبّ رسول

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سچی محبت ایمان کی جان ہے، یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس سے ایمانی زندگی بڑی پر بہار رہتی ہے، زندگی کا سفر نہایت پر لطف اور ایمانی تقاضوں کی تکمیل بھی آسان سے آسان تر ہوتی چلی جاتی ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان کی حلاوت پانے کا ایک اہم ذریعہ محبت خدا اور محبت رسول کو بتایا ہے، ثلاث من کن فیه و جد بهن حلاوة الایمان، أن یکون الله و رسوله احب الیه مما سواهما ، تین چیزیں جس کسی میں ہونگی وہ ایمان کی مٹھاس پائے گا، ایک یہ کہ اللہ اس کے رسول اسے سب سے بڑھ کر محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ وہ محض اللہ کے لیے کسی سے محبت کرے، تیسرے یہ کہ کفر کی طرف جانے سے اسے ایسی نفرت ہو جیسے کسی کو آگ میں داخل ہونا ناپسند ہوتا ہے، جبکہ اللہ کی طرف سے آگ سے نجات بھی مل چکی ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت اور آپ کے لیے غیرت کے ارد گرد کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے، سنت رسول کے تحفظ اور اس کی نشر و اشاعت کی جو بے نظیر کوششیں آپ کی طرف سے ہوئیں اسے محبت رسول کے علاوہ اور کون سا عنوان دیا جا سکتا ہے، اپنی کتابوں میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نامی کے ساتھ بعض مقامات پر فداہ ابی و امی، کے الفاظ اندر کی اس بیتاب محبت کا پتہ دیتے ہیں جو آپ کے سینے میں ٹھاٹیں مار رہی تھی، کبھی کبھی یہ جذبہ غیرت کی شکل میں بھڑک اٹھتا تھا۔

ایک مرتبہ مشہور محدث امام اسحاق بن راہویہ سے آپ کی بحث ہوی آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک حدیث سے استدلال فرمایا، جواب میں امام اسحاق بن راہویہ نے بعض تابعین کے حوالہ سے بات کہی، بس آپ جوش میں آ گئے فرمانے لگے، أنا اقول لك قال رسول صلى الله عليه وسلم، وأنت تقول عطاء و طاؤس ومنصور وابراهيم والحسن ،وهؤلاء لا يرون ذلك ، وهل لأحد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حجة ً ،(۱) میں تم سے کہ رہا ہوں قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تم کہتے ہو کہ عطاء وطاؤس، منصور، ابراہیم اور حسن کا یہ مسلک نہیں تھا، کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کسی اور کی بات بھی حجت ہے۔؟!

محبت رسول کے انتہائی پاکیزہ جذبہ کی آبیاری کے لیے آپ نے ہمیشہ صاف وشفاف طریقے اختیار فرمائے، اپنے شاگردوں کو درود شریف کی کثرت کا حکم فرماتے تھے، حضرت ربیع فرماتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: احب ان تكثروا الصلاة علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔(۲)

میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کثرت سے درود بھیجا کرو صرف قال الرسول کہنا آپ کو بالکل پسند نہیں تھا، کرابیسی فرماتے ہیں میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: يكره ان يقول الرجل قال الرسول ، لكن يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعظيماً له ،(۳) کوئی شخص قال الرسول کہے یہ مکروہ ہے، آپ کی عظمت کا حق یہ ہے کہ قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جائے۔

محبت رسول کا اثر تھا کہ آپ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل خاندان بالخصوص آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بے حد محبت فرماتے تھے، آپ کے بعض دشمنوں نے یہ مشہور کیا کہ آپ میں کچھ شیعیت پائی جاتی ہے، بلکہ کسی نے آپ سے براہ راست پوچھا کہ آپ میں شیعیت پائی جاتی ہے،؟ آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا گیا آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل سے کھلم کھلا محبت کا اظہار فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا بھائیو کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ نہیں

(۱) معجم الأدباء ۱۷/ ۲۹۵ بحوالہ الامام شافعی، عبدالغنی الدقر ۱۹۹ (۲) تهذيب الأسماء واللغات ۸۵/۱ (۳) تهذيب الأسماء واللغات ۸۵/۱

فرمایا؛لا یؤمن احدکم حتیٰ أکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ،تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں ،اور کیا یہ نہیں فرمایا ؛ألا ان اولیائی من عترتی المتقون ،میرے اہل خاندان میں متقی حضرات میرے سب سے قریبی تعلق والے ہیں، جب میرے ذمہ یہ واجب ہے کہ میرے قرابت دار اور اعزہ اگر متقی ہوں تو ان سے محبت کروں تو کیا یہ دین کا حصہ نہیں کہ میں رسول اللہ (ﷺ) کے ان رشتہ داروں سے محبت رکھوں جو اپنے اندر خوف خدا رکھتے ہیں ،اس لیے کہ خود آپ (ﷺ) اپنے ان رشتہ داروں سے محبت رکھتے تھے۔

چونکہ غلط طریقے سے آپ پر تشیع کا الزام لگایا گیا تھا ،اس لیے آپ حج کے موقعہ پر جہاں جاتے یہ فرماتے ؛

ان کان رفضاً حبّ آل محمد فلیشہد الثقلان أنی رافضی

اگر آل محمد سے محبت رکھنے کا نام ہی رفض ہے تو پھر جن وانس سب گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

عظمت صحابہ

ایک طرف رسول اللہ (ﷺ) اور آپ کی آل کے ساتھ اس درجہ شدید محبت فرماتے تھے تو دوسری طرف ان لوگوں سے شدید نفرت کرتے تھے جو آل رسول کی محبت کے نام پر صحابہ سے بغض رکھتے تھے ،جنکو رافضی کہا جاتا ہے ،آپ خود فرمایا کرتے تھے یا امام مالک کے حوالہ سے فرمایا کرتے تھے ؛لست أریٰ لأحد سبّ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الفیئ سہماً ،(۱) میں نہیں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے صحابہ کو برا کہنے والے کی لیے مال فیٔ میں کوئی حصہ ہوگا ،آپ فرمایا کرتے تھے جو لوگ حضرت ابوبکر وعمر یا حضرت علی یا کسی کی بھی شان میں گستاخی کرتے ہیں ،اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے انتقال کے بعد بھی انکے اجر وثواب کو جاری رکھنا چاہتا ہے ،(۲) (اسی لیے بعض لوگ ان کی شان میں گستاخی کر کے ان کی نیکیوں میں اضافہ کر رہے ہیں اور

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۹ (۲) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۲۱

اپنے لیے جہنم دہکا رہے ہیں) آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طبعاً محبت رکھتے تھے، لیکن آپ کے نزدیک افضلیت کی ترتیب وہی تھی جو خلافت کی ترتیب ہے، فرماتے تھے: افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد (اس امت میں) سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں، رضی اللہ عنھم اجمعین۔(۱)

روافض کے بارے میں فرماتے تھے، لم أر احداً من أصحاب الاهواء أشهد بالزور من الرافضة، غلط خواہشات اور نظریات پر چلنے والوں میں میں نے رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔(۲)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہے، قال الامام الشافعي في الصحابة هم فوقنا في كل علم وفقه ودين وهدىً،(۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، صحابہ ہم سب سے بہت اوپر ہیں، علم میں، فقہ میں، دین میں، ہدایت میں سب میں وہ اوپر ہیں۔

جس طرح آپ کو روافض سے نفرت تھی اسی طرح ہر اس شخص سے نفرت تھی جو غلط عقائد رکھتا تھا، ایک دفعہ آپ سے یہ کہا گیا کہ امام لیث فرماتے ہیں صاحب کلام یعنی غلط عقیدہ رکھنے والا اگر پانی پر چل کر دکھائے تب بھی اس پر اعتماد نہ کرنا نہ اس سے دھوکہ کھانا، آپ نے جواباً فرمایا؛ بخدا حضرت لیث نے کچھ نامکمل بات فرمائی، اگر غلط عقیدے والا ہوا پر بھی چلتا ہوا دکھائی دے تب بھی اس کی طرف کوئی میلان نہ رکھنا۔(۴)

علماء اسلام کا احترام

جس طرح حضرات صحابہ کا احترام تھا، اسی طرح حضرات علماء وفقہاء کا بھی بڑا احترام فرماتے تھے، اہل عراق سے آپ نے اختلاف فرمایا، آپ کی کتابیں اس کی گواہ ہیں، لیکن ان کی شان تفقہ کے آپ قائل تھے، اور برملا اس کا اعتراف فرماتے تھے، ایک دفعہ فرمایا،

(۱) حلية الأولياء ۱۲۲/۹ (۲) حلية الأولياء ۱۲۲/۹ (۳) اعلام الموقعين ۸۰/۱ بحوالہ مجلة البيان، كلمات في فقه الصحابة ۸/۹۰ (۴) آداب الشافعي ومناقبه ۱۴۱

الناس عیال علیٰ اھل العراق فی الفقه ،(۱) لوگ فقہ میں اہل عراق کے محتاج ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جا بجا اختلاف کے باوجود یہ فرماتے تھے؛ من آراد ان یتبحر فی الفقه فھو عیال علیٰ ابی حنیفة ،(۲) جو فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔

عمومی طور پر علم اور اہل علم کی قدر فرماتے تھے، آپکا مشہور قول گذر چکا ہے کہ اگر عمل کرنے والے علماء اولیاء اللہ نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی نہیں، یہ بھی فرماتے تھے کہ جس علاقے میں کوئی عالم اور طبیب نہیں، وہاں رہنا بالکل مناسب نہیں۔

مزاح

آپ میں بڑی لطافت تھی، کبھی کبھی اپنے بعض شاگردوں سے مزاح فرمایا کرتے تھے، اس میں بھی کچھ اصلاح کا پہلو پایا جاتا تھا، آپ کے عزیز و محبوب شاگرد و خادم ربیع بن سلیمان میں کچھ بھولا پن تھا، خود ہی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے میں عیادت کے لیے حاضر ہوا، مزاج پرسی کرتے ہوئے میں نے یوں تسلی دی، قوّی الله فی ضعفك ، اللہ آپ کی کمزوری میں اور طاقت دے، (مطلب یہ تھا کہ اللہ آپ کی کمزوری کو طاقت سے بدل دے،) آپ نے فرمایا، ارے بھئی اگر میری کمزوری میں اور طاقت پیدا ہو گئی تو میں مر جاؤں گا، میں نے عرض کیا، واللہ میں تو ایک اچھی بات کہنا چاہ رہا تھا، آپ نے فرمایا تم مجھے اگر گالی بھی دو گے تب بھی میرے لیے خیر ہی چاہو گے، (بات تمہاری نیت کی نہیں تمہارے الفاظ کی ہے) تم یوں کہو؛ قوّی الله قوّتك ، اللہ آپ کی طاقت میں اور اضافہ کرے، و ضعّف ضعفك، اور آپ کی کمزوری کو اور کمزور کرے، یعنی ختم کر دے۔

انہی حضرت ربیع کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، ما خدمنی احد مثل ما خدمنی الربیع بن سلیمان ، ربیع بن سلیمان نے جیسی میری خدمت کی ویسی کوئی اور نہ کر سکا۔

---

(۱) آداب الشافعی و مناقبه ۱۶۱ (۲) الامام الشافعی لعبدالغنی الدقر ۳۱۸

فراست کا ایک دلچسپ واقعہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ویسے بھی بے حد ذہین تھے، ایک نظر میں بہت کچھ سمجھ جاتے تھے، لوگوں کی خوب پہچان تھی، اس پر مزید قیافہ شناسی کی کچھ کتابیں بھی پڑھی تھیں، جس کی وجہ سے اور زیادہ لوگوں کو اندر تک جان لیا کرتے تھے، ایک دفعہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے، میرا یمن جانا ہوا، وہاں میں نے قیافہ شناسی کے متعلق کتابیں پڑھیں اور ان کو اپنے ساتھ لیتا آیا، واپسی میں ایک جگہ مجھے ٹھیرنے کی ضرورت پیش آئی، ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا ہے، نیلی آنکھیں پیشانی کچھ ابھری ہوئی، چہرا ڈاڑھی سے بالکل خالی، (یعنی بال تھے ہی نہیں) علم قیافہ کی رو سے ایسا شخص نہایت کم ظرف بلکہ کمینہ خصلت ہوتا ہے، میں نے پوچھا، کوئی ٹھکانہ مل سکتا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں تشریف لائیے، میں اسی کا مہمان بنا، اپنے برتاؤ سے بے حد شریف انسان محسوس ہوا، رات کا کھانا بھیجا اس کے ساتھ کچھ عطر بھی تھا، جانور کے واسطے چارہ بھی بھیجا، سونے کے لیے عمدہ بستر اور لحاف بھی مہیا کیا، جو بہتر سے بہتر ضیافت ہوسکتی تھی وہ ضیافت کی ادھر نیند مجھ سے کوسوں دور تھی کروٹوں پر کروٹیں لے رہا تھا، اور مستقل یہی سوچ رہا تھا یا اللہ ان کتابوں کا آخر کیا کروں ان کتابوں کے لحاظ سے تو اسے نہایت کم ظرف ہونا چاہیئے، اور یہاں ایسی شرافت اور اسطرح کی ضیافت (بس قیافہ شناسی کے پر نچے اڑ گئے) دل میں تہیہ کر لیا کہ جب گھر پہونچونگا تو ان کتابوں کو پھینک دونگا، صبح ہوئی تو میں نے روانگی کی تیاری کی، اپنے غلام سے کہا زین کس دو، اور سواری کو تیار کرو، سواری تیار ہوی میں سوار ہوا اور تہہ دل سے شکریہ ادا کرنے کے لیے اپنے میزبان کے پاس گیا، اور اس سے کہا میرا نام محمد بن ادریس ہے، کبھی مکہ آنا ہو تو میرے یہاں ضرور تشریف لائیں، فلاں جگہ میرا گھر ہے، آپ ضرور آئیں، بھولیں نہیں کہنے لگا کیا میں تمھارے باپ کا غلام ہوں؟ میں نے کہا نہیں پھر کہا کیا تمھارا مجھ پر کوئی احسان ہے؟ میں نے کہا بالکل نہیں، کہنے لگا رات کی خاطر داری بھول گئے؟ اس کے پیسے کون دیگا، میں ہکا بکا پوچھنے لگا، رات کی خاطر تواضع کیا تھی؟ کہنے لگا کھانا دو درہم کا سالن اتنے کا، تین درہم کا عطر جانور کے لیے چارہ پورے دو درہم بستر اور لحاف کا کرایہ بھی دو درہم

(اور تم پوچھ رہے ہو کیا خاطر تواضع تھی؟) میں نے اپنے غلام سے کہا جتنے درہم بنیں سب دے دو پھر میں نے پوچھا اور کچھ میرے ذمہ؟ کہنے لگا گھر کا کرایہ (کیا مفت سمجھ رکھا ہے) تمہیں ہر طرح سے راحت پہنچائی اور خود اتنی مشقت اٹھائی (تمہیں کیا معلوم) میں نے وہ کرایہ بھی ادا کیا، اب مجھے ان کتابوں کی قدر محسوس ہوئی، سب کچھ ادا کرنے کے بعد میں نے احتیاطاً پوچھا کچھ اور تو میرے ذمہ نہیں ہے؟ اس نے کہا جاؤ یہاں سے اللہ تم سے سمجھے تم سے برا آدمی میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ (۱)

ایک طرف کم ظرفی، دناءت اور پستی اپنی حدوں کو چھو رہی ہے اور دوسری طرف عالی ظرفی شرافت اور بلندی بھی اپنی پوری اونچائیوں پر نظر آ رہی ہے، سبق ہے اہل ظرف کے لیے کہ اپنا معیار ہمیشہ سب سے اونچا رکھنے کی کوشش کریں۔

ایک اور دلچسپ واقعہ بعض مورخین نے لکھا ہے ابراہیم بن بریہ امام شافعی کے پاس بہت آتے تھے، ایک دفعہ امام شافعی کے ساتھ آپ کا بھی حمام میں جانا ہوا، ابراہیم طویل القامت تھے اور امام شافعی بھی دراز قد تھے، ابراہیم پہلے فارغ ہو کر نکلے لیکن غلطی سے امام شافعی کے کپڑے پہن لیے، جسمانی کیفیت کی یکسانیت نے کچھ اندازہ ہونے نہیں دیا، دوسری طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم کے کپڑے پہنے باہر تشریف لائے، گھر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم کے کپڑے ہیں، فوراً کپڑے بدلے، ابراہیم کے کپڑوں کو تہہ کیا، عود کی دھونی دی، کپڑے خوشبودار ہو گئے اور ایک رومال میں کپڑے لپیٹے اور عصر کے لیے تشریف لے گئے، وہاں ابراہیم کا بھی یہی حال ہوا، فوراً کپڑے بدلے اور امام شافعی کے کپڑے اہتمام سے تہہ کر عصر کی نماز کے لیے مسجد آئے، اب دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور مسکرائے جا رہے ہیں، نماز ختم ہوئی تو ابراہیم آپ کے پاس آ کر کہنے لگے یہ آپ کے کپڑے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اور یہ آپ کے کپڑے ہیں، میرے کپڑے بھی آپ ہی پہنیں اور یہ تو آپ کے ہیں ہی، بس یہ دونوں کپڑے آپ ہی پہنا کریں گے، ابراہیم دونوں کپڑے لے کر چلے گئے (۱)۔

---

(۱) آداب الشافعی ص/۹۶-۹۷

رقّت قلبی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رقیق القلب شخص تھے، دل میں نرمی و گداز تھا، ایک دفعہ حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں حدیث پاک کا درس ہو رہا تھا، دوران درس حضرت ابن عیینہ نے رقت طاری کرنے والی ایک مبارک حدیث روایت فرمائی، بس امام شافعی کی حالت غیر ہوگئی اور وہیں بے ہوش ہو گئے، لوگوں کو اندیشہ محسوس ہوا کہ آپ انتقال کر گئے، حضرت سفیان بن عیینہ تک لوگوں کا یہ خیال پہونچا تو فرمایا؛ان کان مات فقد مات افضل اهل زمانه ،اگر امام شافعی کا انتقال ہو گیا تو سمجھ لو کہ اپنے زمانے کا افضل ترین شخص رخصت ہوا (۲)۔

نفاست

مزاج میں نفاست تھی اور صفائی ستھرائی کا بھی خاص اہتمام فرماتے تھے، امام بویطی فرماتے ہیں؛ كان الشافعي عطيراً و كان غلامه يأتيه كل يوم بغالية يمسح بها الاسطوانة التي يجلس عليها (۳) امام شافعی ہمیشہ معطّر رہتے تھے، آپکا غلام روزانہ عمدہ عطر لے آتا تھا جسے اس ستون پر مل دیا جاتا تھا جس پر آپ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ آپ کے شاگرد محمد بن عبداللہ بن الحکم فرماتے ہیں، میں امام شافعی کے خدمت میں حاضر تھا، میرے بائیں جانب دوات رکھی تھی جس میں میں قلم ڈبو ڈبو کر لکھ رہا تھا آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ جو دوات اپنی بائیں طرف رکھتا ہے یہ اس شخص کی حماقت کی بات ہے (۴)، یعنی جب تمہیں داہنے ہاتھ سے اور داہنی طرف سے لکھنا ہے تو ادب یہ ہے کہ دوات بھی داہنی طرف ہی رکھی جائے، اور پورے سلیقہ سے لکھنے پڑھنے کا کام کیا جائے۔

اعتدال

مزاج اور کاموں میں بڑا اعتدال پایا جاتا تھا، حدیث مبارک میں یہ جو وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کو اس کا حق دو، اس پر آپ زندگی بھر عمل پیرا رہے، رات میں عبادت کی بھی خاص

(۱) حلية الاولياء ۹/۱۴۲-۱۴۱ (۲) سير اعلام النبلاء ۱۰/۱۸

(۱) ترتيب المدارك ۱/۱۴۲ (۲) الانتقاء ۱/۹۹

ترتیب تھی، جس کی وجہ سے آپ کے کام بہت مرتب طریقہ سے پورے ہوتے تھے، حضرت ربیع فرماتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رات کو تین حصّوں میں تقسیم کر رکھا تھا، پہلے حصے میں تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول رہتے، دوسرے حصے میں نماز پڑھتے، اور تیسرے حصے میں آرام فرماتے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آپ کے بارے میں یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے، اس لحاظ سے آپ کی پوری رات عبادت ہے، علمی کام کرنا عبادت اور اپنے جسم کو اس کا حق دینے کی نیّت سے آرام کرنا بھی عبادت ہے(۱)

حسن عبادت

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حسن عبادت کی دعاء فرمائی ہے، اس کا سب سے بہترین مظہر نماز ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت جس قدر اچھی تھی، آپ کی نماز بھی حسن عبادت کا ایک نمونہ تھی، حضرت ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں؛ ما رأیت احداً احسن صلاۃ من محمد بن ادریس الشافعی (۲)، میں نے کسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھکر بہترین نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

صفائی کا اہتمام

صفائی کا خاص اہتمام تھا، سفر کے دوران عام طور پر نہانے دھونے کا اہتمام رکھتے، بالخصوص جمعہ کے غسل کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا، فرماتے ہیں کہ میں نے غسل جمعہ نہ سفر میں چھوڑا نہ جاڑے میں (۳)، یہ اس وقت کی بات ہے جب سفر نہایت پر مشقت ہوا کرتا تھا، ایسی صورت حال میں بھی غسل جمعہ کو نہ چھوڑنا یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ عام حالات میں آپ کس قدر پاکی صفائی کا خیال رکھتے ہوں گے۔

بہادری و جرأت مندی

آپ علمی شخصیت تھے، اس لیے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ ہمّت و بہادری اور

(۱) تاریخ الاسلام ۳۲۲/۱۴ (۲) حلیۃ الاولیاء ۱۴۳/۹

(۳) تہذیب الاسماء و اللغات ۷۵/۱

شہسواری جیسے عملی کاموں سے شاید آپ کو مناسبت نہ رہی ہو، لیکن ایسی بات نہیں ہے، اس میدان میں بھی آپ بہت فائق تھے، آپ کے شاگرد، سفر و حضر کے ساتھی آپ کے خدمت گذار حضرت ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے؛ وکان الشافعی رحمہ اللہ اشجع الناس وأفرسهم (۱)، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بہادر اور اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے، یہ بھی فرمایا؛ وکان ذامعرفة تامة بالطب والرمی (۲)، تیراندازی میں مکمل مہارت اور طب کی خوب واقفیت رکھتے تھے، اس جرأت مندی کا نتیجہ تھا کہ بڑی سے بڑی مصیبت پر گھبراتے نہیں تھے، انسان بساوقات بڑے بڑے میدان سر کر لیتا ہے، لیکن فقر و فاقہ کے سامنے ڈھیر ہو جاتا ہے، آپ فرماتے تھے: ما فزعت من الفقر (۳)، میں فقر سے کبھی نہیں گھبرایا، یہ جملہ اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتا ہے، اور اس سے یہی درس ملتا ہے کہ جو حضرات بلند ترین کارنامے انجام دیتے ہیں وہ ہمیشہ توکل اور قناعت کی دولت سے مالا مال رہتے ہیں۔

حق گوئی

مشہور و معروف بزرگ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۴) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں؛ کان الشافعی من المریدین الناطقین بلسان الحق فی الدین (۵)، امام شافعی کا شماران حضرات میں ہوتا ہے جو دین کے بارے میں ہمیشہ حق بولتے ہیں، مرضی مولیٰ کی چاہت رکھتے ہیں۔

لباس

آپ کا لباس بھی میانہ روی لیے ہوتا، نہ بہت مہنگا نہ گھٹیا، عمامہ باندھنے کا معمول تھا، کبھی کبھار ٹوپی بھی پہنتے، اکثر و بیشتر موزے پہنا کرتے، ہر روز کچھ نہ کچھ صدقہ کرنے کی عادت

(۱) تهذيب الاسماء و اللغات ۸۴/۱ (۲) ایضاً ۸۵/۱ (۳) ایضاً ۵/۱۷

(۴) جنید بن محمد بن جنید النهاوندی البغدادی اپنے دور میں صوفیاء کرام کے امام، علم میں نہایت پختہ، متبع سنت بزرگ، سری سقطی کے شاگرد، فقہ میں امام ابوثور کے شاگرد خاص، وفات ۲۹۴ھ

(۵) توالی التأسیس ص/۱۰۱

تھی، رات میں چھپ چھپ کر صدقہ وخیرات فرماتے، رمضان میں یہ کیفیت عروج پر ہوتی، نادار وکمزور لوگوں پر بہت توجہ رکھتے، نہایت شریفانہ اور باوقار زندگی آپ نے بسر فرمائی (۱)

حلیہ

امام شافعیؒ جس طرح حسن سیرت سے آراستہ تھے، اللہ ربّ العزّت نے حسن صورت میں بھی آپ کو ممتاز رکھا تھا، اس سے قبل گزر چکا ہے کہ مصر میں جب آپ تشریف لائے تو آپ کا پرنور چہرہ دیکھ کر ہی لوگ متاثر ہوگئے تھے، پھر جب آپ کی باتیں سنیں تو بس سب گرویدہ ہوگئے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ کان ابیض، جمیلاً، طویلاً، مھیباً، یخضب بالحناء، آپ بڑے سرخ وسفید حسین وجمیل دراز قامت اور بڑے بارعب تھے، مہندی کا استعمال فرماتے تھے (۲) حضرت ربیع فرماتے ہیں؛ کان الشافعی حسن الوجه حسن الخلق محبباً الی کل من کان بمصر (۳)، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے حسین وجمیل تھے اور بڑے پاکیزہ اخلاق رکھتے تھے، مصر کے تمام علماء، فقہاء اور امراء سب کے محبوب تھے۔

ازواج واولاد

آپ کی ایک ہی زوجہ تھیں، جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھیں، آپ کا نام حمدہ بنت نافع بتایا گیا ہے، آپ کی اولاد میں دو بیٹوں اور ایک صاحبزادی کا ذکر ملتا ہے، آپ کے ایک صاحب زادے کا نام محمد تھا، ان کی کنیت ابوعثمان تھی، یہ شام میں قاضی بھی رہے، دوسرے فرزند کا نام بھی محمد ہی تھا، جو آپ کی لونڈی کے بطن سے تھے، آپ کی کنیت ابوالحسن تھی، آپ بھی قاضی بنے (۴)، آپ کی صاحب زادی کا نام زینب تھا، جو آپ کے چچازاد بھائی سے بیاہی گئیں (۵)

---

(۱) توالی التأسیس ۱۲۳ (۲) البدایة والنهایة ۱۰/۲۵۴ (۳) تهذیب الاسماء واللغات ۱/۸۴ (۴) الامام الشافعی عبدالغنی الدقر ص/۶۲-۶۳ (۵) ایضاً ص/۶۲

تصنیفات

آپ کی تصنیفات بہت ساری ہیں، جن میں کتاب الامّ سب سے زیادہ مشہور ہے، یہ کتاب بذاتِ خود کئی کتابوں یا اجزاء کا مجموعہ ہے، اگر اس کے ہر ہر جزء کو ایک کتاب قرار دیا جائے تو پوری کتاب الامّ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ایک سو چالیس سے زائد کتابوں پر مشتمل ہے (۱)، آپ کی دوسری کتاب الرسالۃ بھی بہت مشہور ومعروف ہے اس میں بھی ایک قدیم ہے جو بغداد کی تصنیف ہے اور دوسری جدید ہے جو مصر کی تصنیف ہے، فی الوقت جو کتاب الرسالۃ کے نام سے مشہور ہے وہ جدید ہے، قدیم کے بارے میں حضرات علماء کا کہنا ہے کہ وہ مفقود ہے، واللہ اعلم۔

حضرت ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں، میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا ؛ما فعل الله بك، اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، آپ نے کہا؛ أنا في الفردوس الاعلىٰ ، میں فردوس اعلیٰ یعنی سب سے اونچی جنت میں ہوں، میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا: بكتاب صنفته وسميته بالرسالة ، ایک کتاب کی وجہ سے جو میں نے تصنیف کی اور اس کا نام الرسالة رکھا، (۲) ان دو مشہور کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت ساری تصنیفات ہیں، جن سے بندگانِ خدا کو بہت فائدہ پہنچا، باقی مسلک شافعی پر جو بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ در حقیقت آپ کی تصنیفات کا تسلسل ہے۔

اساتذہ وتلامذہ

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست بھی طویل ہے جنمیں سب سے نمایاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اسی طرح حضرت سفیان بن عیینہ اور امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مشہور اساتذہ میں شامل ہیں۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی خاصی ہے، آپ کے عراقی ممتاز شاگردوں میں سب سے نمایاں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ کے علاوہ امام ابوثور، امام زعفرانی اور

(۱) توالی التاسیس ص/۱۵۵ (۲) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۶۸

حسین بن علی الکرابیسی، بھی آپ کے انتہائی ممتاز عراقی شاگرد تھے۔

آپ کے مصری شاگردوں میں امام مزنی سب سے مشہور ہیں، آپ کے علاوہ امام بویطی، حضرت ربیع بن سلیمان المرادی بھی بہت مشہور ہیں، ان تمام کے علاوہ کئی نامور محدثین بھی آپ کے شاگرد ہیں جن میں امام حمیدی، حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ، حضرت حرملہ بن یحییٰ زیادہ نمایاں ہیں۔

امام شافعیؒ کے مشکبار تذکرہ کا اختتام آپ ہی کے چند اقوال پر کیا جاتا ہے۔

جہانِ حکمت

عالی مقام شخصیات کی باتیں بھی اپنے اندر علم وحکمت کے خزانے رکھتی ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک کلمات ہی پر اگر تحقیق نظر کی جائے تو ایک تصنیف تیار ہو سکتی ہے، ذیل میں ہم آپ کے بعض کلمات پیش کرتے ہیں، جنکو علم وحکمت کے بکھرے ہوے موتی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

۱-بری صحبت سے پرہیز

صحبة من لا يخاف الله عار (۱) خوف خدا سے خالی لوگوں کی صحبت باعث شرم ہے

۲-سب سے بڑا ظلم

اظلم الظالمين لنفسه الذى اذا ارتفع جفا أقا ربه ، وانكر معارفه واستخف بالأشراف ، وتكبر علىٰ ذوى الفضل ،(۲)

اپنی ذات پر سب سے زیادہ ظلم ڈھانے والا وہ ہے، جسے کچھ اونچا مقام ملتا ہے تو رشتہ داروں سے آنکھیں پھیر لیتا ہے، جان پہچان کے لوگوں کو فراموش کر دیتا ہے، باعزت لوگوں کے ساتھ ذلت آمیز رویہ رکھتا ہے، اور باکمال لوگوں پر اپنی بڑائی جتاتا ہے۔

۳-بلندی سے اتارنے والی چیز

سئل اىّ الأشياء اوضع للرّجال ، فقال ، كثرة الكلام ، واذاعة السر ، والثقة

(۱) الانتقاء ۱/۹۹ (۲) الانتقاء ۱/۹۹

بکل واحد۔

آپ سے دریافت کیا گیا، لوگوں کو اونچائی سے اتارنے والی چیزیں کیا ہیں، فرمایا بہت بولنا، راز فاش کرنا، اور ہر ایک پر بھروسہ کر لینا۔(۱)

۴-لا علاج امراض

ثلاثة اشياء، ليس لطبيب فيها حيلة، الحماقة والطاعون، والهرم، (۲)
تین چیزیں ایسی ہیں کہ طبیب بے چارہ ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے، کچھ نہیں کر سکتا، حماقت، طاعون اور بڑھاپا، ان کا کوئی علاج نہیں۔

۵-خودشناسی

من عرف نفسه لم يضره ما قيل فيه، (۳)
جس نے اپنے آپ کو صحیح صحیح پہچان لیا، لوگ اس کے بارے میں جو چاہیں کہیں اسے کچھ نقصان نہیں۔

۶-خودداری

من لم يكن عفيفاً لم يزل سخيفاً، (۴)
جو اپنا دامن محفوظ نہیں رکھتا وہ ہمیشہ بے وقعت رہتا ہے۔

۷-زہد کی اصل بنیاد

كيف يزهد فى الدنيا من لا يعرف قدر الآخرة (۵)
جو آخرت کی قدر و قیمت سے واقف نہیں وہ دنیا سے بے رغبت کیسے رہ سکتا ہے۔

۸-دنیا سے رہائی

وكيف يخلص من الدنيا من لا يخلو من الطمع الكاذب (۶)
جو جھوٹی ہوس سے خالی نہیں وہ دنیا سے کیسے آزاد رہ سکتا ہے۔

(۱) الانتقاء ۱/۱۰۰ (۲) الانتقاء ۱/۹۹ (۳) الانتقاء ۱/۱۰۰
(۴) الانتقاء ۱/۱۰۰ (۵) الانتقاء ۱/۱۰۱ (۶) الانتقاء ۱/۱۰۱

۹-فیضانِ کلام

كيف ينطق بالحكمة من لا يريد بقوله الله عزو جلّ(۱)

جو اپنی باتوں سے اللہ کی رضا مندی نہ چاہے، اسکی زبان سے حکمت کے موتی کیسے بر آمد ہو سکتے ہیں۔

۱۰-بردباری

الحلم انصر من الرجال ، فأول عوض الحليم من حلمه أن الناس أنصاره على الجاهل(۲)

بردباری مددگار لوگوں سے بڑھ کر مددگار ثابت ہوتی ہے، بردباری کا اولین فائدہ یہ ہے کہ خود لوگ ہی جاہل کے خلاف ایسے شخص کی حمایت کرتے ہیں۔

۱۱-ہائے رے انسان

رياضة ابن آدم أشد من رياضة الدوابّ(۳)

تربیت کے ذریعہ انسان کو قابو میں رکھنا جانوروں کو سدھانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔

۱۲-عزت کی بنیاد-تقویٰ

من لم تعزّه التقوىٰ ، فلا عز له (۴)

جو خوف خدا کے ذریعہ عزت پا نہ سکا اس کے لیے عزت پانے کا کوئی راستہ نہیں۔

۱۳-علم-ترقی کی بنیاد

من اراد الدنيا فعليه بالعلم ، ومن اراد الآخرة فعليه بالعلم(۵)

جو دنیا چاہے، وہ علم حاصل کرے، جو آخرت چاہے وہ بھی علم حاصل کرے

۱۴-فضول گوئی کا بار

لا تتكلم فيما لا يعنيك ، فانك اذا تكلمت بالكلمة ملكتك

---

(۱) الانتقاء ۱/۱۰۱ (۲) ایضاً (۳) الانتقاء ۱/۹۹ (۴) المجموع ۱/۱۲ (۵) المجموع ۱/۱۲

ولم تملكها (۱)

فضول نہ بولو، کوئی بات ایک دفعہ زبان سے نکل جاتی ہے، تو وہ تمہاری گرفت سے نکل جاتی ہے، اسلئے تم اس کی گرفت میں آجاتے ہو۔

۱۵- رضائے الٰہی

یونس بن عبدالاعلیٰ سے فرمایا: لو اجتهدت كل الجهد على أن ترضى الناس كلهم فلا سبيل ، فأخلص عملك ونيتك لله عز وجل۔ (۲)

تم پوری کوشش کر ڈالو تب بھی تمام لوگوں کو خوش کرنا ممکن نہیں، اس لیے اپنی نیت اور اپنے کام کو بس ایک اللہ کی لیے خالص کرو۔

۱۶- دنیا کی غلامی کا اصل سبب

من غلبته شدة الشهوة للدنيا لزمته العبودية لأهلها۔ (۳)

دنیا کی خواہشات جس پر سوار ہو جائیں اہل دنیا کی چاکری اس کا مقدر بنتی ہے۔

۱۷- دل کی آزادی شہنشاہی

ومن رضى بالقنوع زال عنه الخضوع۔ (۴)

جو کم پر راضی رہتا ہے وہ کسی سے دبتا نہیں۔

۱۸- دوستی کا حق

لا تقصر فی حق اخيك اعتماداً على مودته۔ (۵)

اپنے دوست کی محبت پر اعتماد کی وجہ سے اس کے حق میں کبھی کمی نہ کرنا۔

۱۹- عقل لامحدود نہیں

ان للعقل حداً ينتهى اليه ، كما أن للبصر حداً ينتهى اليه۔ (۶)

عقل کی بھی ایک حد ہوتی ہے، جس سے وہ آگے بڑھ نہیں سکتی، جس طرح نگاہ کی ایک

(۱) المجموع ۱۳/۱ (۲) المجموع ۱۳/۱ (۳) المجموع ۱۳/۱
(۴) المجموع ۱۳/۱ (۵) المجموع ۱۳/۱ (۶) توالی التأسیس /۱۳۴

حد ہوتی ہے جسے وہ پار نہیں کر سکتی۔

۲۰۔مقام علم

ما تقرب الی اللہ تعالیٰ بشیئ بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔(۱)
فرائض کے بعد طلب علم سے بڑھ کر اللہ سے قریب کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

(۱) المجموع ۱/۱۳

مراجع ومصادر

(۱) آداب الشافعی ومناقبه: عبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ
(۲) أسنی المطالب: شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ
(۳) الاصابة فی تمییز الصحابة: حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (احمد بن علی)
(٤) اعلام الموقعین: ابن القیمؒ (محمد بن ابی بکر)
(٥) الاعلام: زرکلیؒ (خیر الدین بن محمود)
(٦) البدایة والنهایة: ابن کثیرؒ (ابو الفداد ،اسماعیل بن عمر)
(۷)بغیة الوعاة: سیوطیؒ (جلال الدین بن عبد الرحمٰن)
(۸)بیان خطأ من اخطأ علی الشافعی: بیهقیؒ (ابوبکر احمد بن الحسین)
(۹)تاریخ الاسلام: ذهبیؒ (شمس الدین محمد بن احمد)
(۱۰)تاریخ بغداد: خطیب بغدادیؒ (ابو بکر احمد بن علی)
(۱۱)تاریخ دمشق: ابن عساکرؒ (ابو القاسم علی بن الحسن)
(۱۲)التحفة اللطیفة: سخاویؒ
(۱۳) تذکرة السامع والمتکلم: بدرالدین محمدؒ بن ابراهیم
(١٤)ترتیب المدارك: قاضی عیاضؒ (عیاض بن موسیٰ المالکی)
(۱٥)تفسیر القرآن العظیم: ابن کثیرؒ (ابو الفداد ،اسماعیل بن عمر)
(۱٦)تقریب التهذیب: حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (احمد بن علی)

(۱۷)تہذیب الأسماء واللغات:امام نوویؒ (محی الدین بن شرف)
(۱۸)تہذیب التہذیب: حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (احمد بن علی)
(۱۹)تہذیب الکمال: حافظ مزّی (جمال الدین یوسف بن زکی)
(۲۰)توالی التأسیس: حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (احمد بن علی)
(۲۱)حلیۃ الاولیاء: ابو نعیم الاصفہانیؒ (احمد بن عبد اللہ)
(۲۲)دیوان الامام الشافعی: الامام الشافعیؒ (محمد بن ادریس)
(۲۳)ذیل تذکرۃ الحفاظ: محمد بن علی الحسینیؒ
(۲٤)الرسالۃ: الامام الشافعیؒ (محمد بن ادریس)
(۲۵)سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: الألبانیؒ (محمد ناصر الدین)
(۲٦)سنن ابی داؤد: ابوداؤدؒ (سلیمان بن أشعث)
(۲۷)سیر اعلام النبلاء: الذہبیؒ (شمس الدین بن محمد بن احمد)
(۲۸)شذرات الذہب: الحنبلیؒ (عبدالحی بن احمد)
(۲۹)صفۃ الصفوۃ: ابن الجوزیؒ (عبدالرحمن بن علی)
(۳۰)الضعفاء: عقیلیؒ (محمد بن عمرو بن موسیٰ)
(۳۱)طبقات الحنابلۃ: ابو الحسینؒ بن ابو یعلیٰ
(۳۲)طبقات الشافعیۃ: امام سبکیؒ (تاج الدین بن علی)
(۳۳)غایۃ النہایۃ: ابن الجزریؒ
(۳٤)فتح الباری: حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (احمد بن علی)
(۳۵)الکاشف: الذہبیؒ (شمس الدین محمد بن احمد)
(۳٦)کنز العمّال: متقی ہندیؒ علی بن حسام الدین
(۳۷)المجموع (شرح المہذب):امام نؤویؒ (ابو زکریا محی الدین بن شرف)
(۳۸)مرآۃ الجنان: عبد اللہ بن اسعد الیافعیؒ

(۳۹)معجم الادباء: یاقوت الحمویؒ

(٤٠)المنتظم فی تاریخ الملوك والامم:ابن الجوزیؒ (عبد الرحمٰن بن علی)

(٤١)الوافی بالوفیات: خلیلؒ بن ایبك (صلاح الدین)

(٤٢)الامام الشافعی : عبد الغنی الدقر

(٤٣)آثار امام شافعی: محمد ابو زہرہؒ (ترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی)

(٤٤)الجرح والتعدیل ابن ابی حاتمؒ